# عقیدے کی نگرانی

## انسانی حقوق پر مذہبی توہین کے قوانین کا اثر

فریڈم ہاؤس کی ایک خاص رپورٹ

## کاپی رائٹ معلومات

جملہ حقوق محفوظ۔ اس کتاب کا کوئی بھی حصّہ، اس کتاب کے ناشر کی طرف سے لکھی ہوئی اجازت کے بغیر، سوائے اس صورت کے جب کوئی تبصرہ نگار کسی تبصرہ میں اسکا حوالہ دے رہا ہو، الیکٹرونک یا میکینکل طریقہ کار کو بروئے کار لاتے ہوئے دوبارہ کسی بھی شکل میں پیش نہیں کیا جاسکتا،

## فریڈم ہاؤس کے متعلّق:

فریڈم ہاؤس ایک خودمختار دوسروں پر نظر رکھنے والی ایک تنظیم ہے جو دنیا بھر میں آزادی کی اشاعت کی حمایت کرتی ہے۔ فریڈم ہاؤس جمہوری تبدیلیوں کی حمایت کرتی ہے، آزادی پر کڑی نظر رکھتی ہے، اور جمہوریت اور انسانی حقوق کے حق میں آواز اٹھتی ہے۔ امن اور جمہویت کے لئے بڑھتے ہوئے خطرات اور دھمکیوں سے فکرمند ہونے کے بعد نامور امریکیوں کے ذریعہ 1941 میں اپنے قیام کے وقت سے ہی، فریڈم ہاؤس جمہوری اقدار کی ایک ذبردست مبلّغ رہی ہے اور انتہائی دائیں بازو اور انتہائی بائیں بازو کی آمریت کی ایک غیر مذبذب مخالف رہی ہے۔ ایلی اینر روزویلٹ اور وینڈیل ولکی نے فریڈم ہاؤس کے سب سے پہلے مشترکہ اعزازی چیرمین کی حیثیت سے اپنی خدمات انجام دیں۔آج اس تنظیم کے متعدّد بورڈ آف ٹرسٹیز میں کاروباری اور مزدور طبقہ دونوں کے مشترکہ لیڈران، سابق سینئیر سرکاری افسران، دانشور اور صحافی شامل ہیں اور سب کا یہ اتّفاق ہے کہ جمہوریت اور انسانی حقوق کا فروغ امریکی مفادات کے لئے بہت اہم ہے۔

## اظہار تشکّر اور اسٹڈی ٹیم

انسانی حقوق کے محقّق اور علمبردار جو-اینن پروڈہوم نے *پولیسنگ بلیف: دی امپیکٹ آف بلیشفیمی لاس آن ہیومن رائٹس* نامی اس کتاب کے بارے میں تحقیقات کیں اور اسے تصنیف کیا ہے۔ انکے تجربات میں نسل کشی روکنے کے لئے کی گئی قانونی تحقیق اور بین الاقوامی حمایت، اذیت اور اسکی جوابدہی، عورتوں کے حقوق اور ٹکراؤ کا حل، اور دہشت گردی مخالف معاملات کے اوپر ایک تفتیشی تحقیق شامل ہیں۔ انھوں یونورسٹی آف ایسیکس سے بین الاقوامی انسانی حقوق قانون میں LLM کی ڈگری حاصل کی ہے اور بارڈ کالج سے تاریخ اور انسانی حقوق میں بے اے کیا ہے۔

کورٹنی سی راش نے اس رپورٹ کے جنرل ایڈیٹر کے حیثیت سے خدمات انجام دی ہیں۔ فریڈم ہاؤس ان حسب ذیل لوگوں کی اعانت کا اعتراف اور انکا شکریہ ادا کرنا چاہیگا، جنھوں نے اس اسٹڈی کی تیاری میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔

بنجامن بارٹلی، ایشلے چیز، جیسسی کوہن، میلینی ڈمینیسکی، سیو گیوناوارڈینا-وہان، کیرن کارلیکر، سوسان کیمپ، پیٹ خیدیر، آرک پوڈنگٹن، ٹائلر رویلینس اور پولا شریفر۔

فریڈم ہاؤس انتہائی تشکّر کے ساتھ یونائیڈ اسٹیٹس ایجینسی فار انٹرنیشنل ڈویلپمینٹ کی اعانت کا بھی اعتراف کرتا ہے جس نے اس رپورٹ کے لئے رقم فراہم کی۔

مصنّف: جو-اینن پروڈہوم

مدیر عمومی: کورٹنی راش

کاپی ایڈیٹر: ٹائلر رویلینس

کور ڈیزائن: ورڈس بائی ڈیزائن

## تعارف

مذہبی توہین کو مجرمانہ قرار دینے والے قوانین بہت سے ملکوں میں کئی دہائیوں سے کتابوں میں موجود ہیں، اور کچھ معاملات میں تو یہ صدیوں سے موجود ہیں۔ حالیہ سالوں میں انکی مؤثّریت اور انکی ضرورت کے بارے میں ناقدین کے لگاتار سوال اٹھائے ہیں، لیکن ریاستی ارباب اقتدرا کے ذریعہ انکی حمایت کی گئی ہے جو یہ دعوی کرتے ہیں کہ مختلف مذہبی گروپوں کے بیچ سماجی ہم آہنگی کو برقرار رکھنے کے لئے یہ قوانین ضروری ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر مذہبی توہین – یا "مذہب کو بدنام کرنے" – کو روکنے کی کوششوں کے طور پر اقوام متّحدہ میں بھی اسی دلیل کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس پروجیکٹ کے حامی اسے انسانی حقوق کے بنیادی ڈھانچہ کی ایک توسیع قرار دیتے ہیں، انکا کہنا ہے کہ توہین آمیز اظہار بیان مبنی بر امتیاز ہے اور اس سے ان گروپوں کی مذہبی آزادی منفی طور پر متاثّر ہوتی ہے جنکے جذبات اس سے مجروح ہوتے ہیں۔ تاہم مذہبی توہین کے قوانین کے نفاذ پر ایک نظر ڈالنے سے ہی یہ پتہ چل جاتا ہے کہ ان قوانین کی وجہ سے عام طور پر بنیادی انسانی حقوق کے تحفّظ کے بجائے انکی خلاف ورزی کو بڑھاوا ملتا ہے۔

اس مطالعہ میں الجیریا، مصر، یونان، انڈونیشیا، ملیشیا، پاکستان، اور پولینڈ کے مذہبی توہین اور شتم سے متعلّق قانونوں کا جائزہ لیا گیا ہے اور بین الاقوامی قوانین سے انکی مطابقت اور انسانی حقوق کے اوپر انکے اثرات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ یہ قانون، جنکے بنائے جانے کا مقصد مذہبی اداروں، اصولوں، شخصیتوں اور تصوّارت کو – یا دوسرے الفاظ میں غیر انسانی وجودوں اور نظریات کو کسی بھی طرح کی توہین، یا دل آزاری سے بچانا ہے، اپنی تعریف سے ہی اظہار کی آزادی کے اوپر غیر ضروری پابندیاں عائد کردیتے ہیں۔ مزیدبرآں، مذہبی توہین سے متعلّق قوانین میں استعمال ہونے والے الفاظ مبہم ہیں اور انکی تعریف بہت خراب ڈھنگ سے کی گئی ہے، جسکی وجہ سے انکی من مانہ توجیہ کی جاسکتی ہے یا انکا اطلاق نہایت وسیع طور پر کیا جاسکتا ہے، خاص طور پر ایسے نظاموں کے اندر جہاں اس طرح کے غلط استعمال روکنے کے لئے اصلاح اور توازن کا کوئی اندرونی طریقہ کار موجود نہ ہو۔ ایسے ممالک جہاں کی جمہوریتیں کمزور ہیں، جہاں جابرانہ نظام ہیں یا جہاں کی عدیلہ سمجھوتہ کرنے والی ہیں وہاں ان قانونوں کے خاص طور پر تباہ کن اثرات مرتّب ہوئے ہیں۔

- حکومتوں نے سیاسی مخالفت، حکومت کے ناقدین اور دوسرے مخالفین کو خاموش کرنے کے لئے ان قوانین کا ا ستعمال کیا ہے۔
- بعض افراد نے اپنے معمولی جھگڑوں کو نپٹانے کے لئے اپنے ہی فرقہ کے دوسرے لوگوں کے خلاف توہین مذہب کے جھوٹے الزامات گھڑے ہیں۔
- مذہبی انتہاپسندوں نے مذہبی اقلیتوں پر اپنے حملوں کو جائز ٹھہرانے کے لئے مذہبی توہین کے قوانین کا غلط استعمال کیا ہے اور اس طرح عدم برداشت کا ایک ماحول پیدا کیا ایک ایسا ماحول جہاں بھید بھاؤ اور امیتاز کو حکومت کے طرف سے مؤثّر پر درگزر کردیا جاتا ہے۔
- مذہبی اداروں نے اکثر، حکومت کی سرکاری یا غیر سرکاری منظوری سے، ان مذہبی اقلیتی فرقوں کے افراد کے خلاف مذہبی اصولوں کی حکومت کی منظور کی ہوئی ترجمانی نافذ کرنے کے لئے مذہبی توہین کا قانون استعمال کیا ہے، جنکے بارے میں انکا یہ خیال ہو کہ وہ راستہ سے ہٹ گئے ہیں یا بدعتی ہوگئے ہیں۔

مذہبی توہین کے قوانین سے آزادئی اظہار پر حالانکہ ہمیشہ ہی قدغن لگتے ہیں، یہ قدغن چاہے ان قوانین کے براہ راست نفاذ سے لاگو ہوتے ہوں یا ان لوگوں کے ذریعہ خود-ساختہ پابندی نافذ کرلینے سے پیدا ہوتے ہوں جنکو ان قوانین سے خطرہ پیدا ہوتا ہے، لیکن اس رپورٹ میں بہت سے ایسے انسانی حقوق کی بھی پہچان کی گئی ہے جو اس طرح کے قوانین سے منفی طور پر متاثّر ہوتے ہیں:

- مذہبی توہین قانون کے اس طرح مخصوص معاملات میں استعمال کرنے سے مذہب اور عقیدہ پر مبنی امیتازی سلوک کو بڑھاوا ملتا ہے، کیونکہ ایسے معاملات میں مذہبی اقلیتوں اور بدعتی فرقوں کو غلط طریقہ سے نشانہ بنایا جاتا ہے۔
- بہت سے معاملات میں، مبیّنہ توہین کرنے والوں کو مذہبی توہین کے جھوٹے یا بنا ثبوت الزامات کی بنیاد پر ہی مان مانے طریقوں سے گرفتار کیا گیا ہے، اور غیر منصفانہ مقدموں، ڈھیلے ڈھالے قانونی پروسیجروں اور مذہبی توہین کے الزامات کی بنیاد پر مقدمہ سے پہلے یا انتظامی بنیاد پر بہت لمبے وقت تک قید میں رکھنے کے واقعات عام ہیں اور اکثر واقع ہوتے ہیں۔
- مذہبی توہین کے ملزمین کو قید کے دوران اذیتوں اور برے سلوک کو برداشت کرنا پڑا ہے۔
- مذہبی توہین کے ملزمین کو، بشمول انکے جنکو ان الزامات سے بری بھی کردیا گیا تھا، شخصی تحفّظ کے حقوق کی خلاف ورزیوں کا بھی سامنا کرنا پڑا، انکو مت کی دھمکیاں دی گئیں، بھیڑ کے ذریعہ انکی پٹائی کی گئی، اور غیر سرکاری کارکنوں کے ذریعہ انھیں دوسری طرح کے تشدّدوں کو بھی نشانہ بنایا گیا۔

اس بات میں کوئی دو رائے نہیں ہے کہ مذہب اور عقیدے کی بنیاد پر بھید بھاؤ یا اور امتیاز کا سامنا کرنا بہت سے لوگوں کی ایک بہت ہی جائز شکایت ہے اور اکثر معاملات میں اسکی وجہ سے مذہب کی آزادی پر قیود عائد ہوتی ہیں۔ تاہم یہ نظریہ کہ کسی مذہب یا مذہبی اصولوں کی توہین یا ان پر تنقید سے اس مذہب کے ماننے والوں کے اپنے مذہب پر آزادانہ عمل کرنے کی صلاحیت پر اثر پڑتا ہے، انسانی حقوق کے مشہور ماہرین اور اور کارکنوں کے ذریعہ اس نظریہ کو ردّ کیا گیا ہے۔ جنھوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اظہار کی آزادی، مذہب کی آزادی اور سبھی دوسرے انسانی حقوق باہم ایک دوسرے پر منحصر ہیں اور ناقابل تقیسم ہیں۔ اظہار کی آزادی کو ایک "سنگ میل حق" قرار دیا گیا ہے کیونکہ اسکے بغیر باقی سارے حقوق خطرے میں پڑ جاتے ہیں۔ ایک ماہر نے اس بات کی طرف اشارہ کچھ اس طرح دیا ہے کہ، "مذہب کی آزادی کا استعمال کرنے کے لئے بھی اظہار کی آزادی ضروری ہے۔"[1]۔ اسکے علاوہ اس دلیل کے حق میں بھی کوئی ثبوت موجود نہیں ہے کہ مذہب کی تذلیل روکنے سے نسلی اور مذہبی منافرت کو مؤثّر ڈھنگ سے روکا جاسکتا ہے۔ درحقیقت، ایسا دکھائی دیتا ہے کہ مذہبی توہین کے قانون کے استعمال سے فرقانہ ٹکراؤ رکنے کے بجائے انھیں ترغیب ملتی ہے اور یہ اور زیادہ شدید روپ اختیار کرتے ہیں۔

## مذہبی توہین کے قانون: اندرونی خامیاں اور خطرات

مذہبی توہین کے سبھی قوانین میں کچھ ایسی داخلی خامیاں ہوتی ہیں جو خاص طور پر انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی وجہ بنتی ہیں۔ یہ قانون اس مسئلہ کو حل کرنے میں ناگزیر طور پر ناکام رہتے ہیں کہ مذہبی توہین واقعتا کیا ہے، اور نتیجتا اس سے پراسکیوٹروں، ججوں اور دوسرے الزام لگانے والوں کے ہاتھوں میں جو پہلے سے کسی نہ کسی سیاسی یا ذاتی مفادات یا ترجیحات سے متاثّر ہوسکتے ہیں، بے انتھا اختیار آجاتے ہیں۔ اپنے ذریعہ تجویز کی گئی سزاؤں میں بھی انکا اختلاف قابل ذکر ہوتا ہے، کیونکہ دوسرے جرائم کے برعکس، مذہبی توہین کے شکار یا اس سے پیدا ہوا نقصان واضح اور سمجھ میں آنے والا نہیں ہوتا، مذہبی توہین قانون کے احاطہ میں آنے والے اعمال کی ترجمانی کئی طرح سے کی جاسکتی ہے، وہ کسی انفرادی احساس کے خلاف نسبتا ہلکا جرم بھی ہو سکتے ہیں، کسی پورے فرقے کے عقائد کے خلاف توہین بھی ہوسکتے ہیں، یا کسی مذہبی دیوتا پر انتہائی شدید حملہ بھی ہوسکتے ہیں۔ ان کمیوں کی وجہ سے مذہبی توہین کے قوانین کا استعمال اور انکا نفاذ، چن کر، من مانے طریقے سے اور امتیازی سلوک کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اس سے ان ممالک کی موجودہ صورتحال اور بھی زیادہ خطرناک ہوجاتی ہے جہاں کے جمہوری ادارے کمزور ہیں اور اس سے ان جمہوریتوں کے انسانی حقوق کے ریکارڈ پر برا اثر پڑتا ہے جہاں جمہوریت بصورت دیگر اچّھی طرح سے کام کررہی ہے۔ تاہم مذہبی توہین کے قانون سے بعض مخصوص مذہبی ارباب اقتدار کو حکومت کا اختیار حاصل ہوجاتا ہے اور وہ اپنے انتہاپسندانہ نظریات کو مؤثّر ڈھنگ سے نافذ کرنے لگ جاتے ہیں، چونکہ کسی بھی مذہبی فرقہ کے اندر قدامت پرست اور کٹّر پنتھی عناصر عام طور پر سب سے زیادہ جلد ناراض ہوجاتے ہیں اور قدامت پرستی کے علمبردار بننے کے لئے سب سے پہلے دعوے دار بن کرآتے ہیں۔

<u>غلط استعمال روکنے کے لئے حفاظتی روک کی کمی</u>

قریب قریب سبھی معاملات میں، مذہبی توہین کے قانون کی کوئي واضح اور ٹھیک تعریف نہیں دی گئی ہے، جسکی وجہ سے انکو توڑ مروڑنا اور من مانے طریقے سے انکو لاگو کرنا بہت ہی آسان ہے۔ بین الاقوامی سطح پر اس بارے میں کوئی اتّفاق نہیں پایا جاتا کہ کس طرح کے کاموں کو مذہبی توہین یا مذہب کی تذلیل مانا جائے، اور بلکہ قومی اور ملکی سطح پر بھی یہ اصطلاحات بالکل غیر واضح ہیں۔ نتیجتا مذہبی توہین کے قانون کا دائرہ عام طور پر انتہائي وسیع اور مہنگا ہوجاتا ہے، اور عملا کسی بھی عمل پر مذہبی توہین کا الزام لگاکر اسکے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جاسکتی ہے۔ بہت سے دوسرے معاملات میں مذہبی توہین کے قانون کے الفاظ کچھ اس طرح رکھے گئے ہیں کہ انکے ذریعہ مذہب یا مذہبی شخصیات کی "توہین" یا "برائی" کو مجرمانہ عمل قرار دیا جائے۔ یہ انتہائی شخصی اصطلاحات ہیں، اور جو چیز ایک انسان کی لئے توہین ہوسکتی ہے ممکن ہے کہ دوسرا شخص اسکا بالکل بھی برا نہ مانے۔ اپنی سب سے زیادہ مہربان شکل میں بھی مذہبی توہین کے قانون کی وجہ سے ایسے واقعات پیدا ہوئے "جنھیں معمولی واقعات" قرار دیا گیا ہے جیسا کہ یونان میں دیکھا گیا، جہاں انفرادی اشخاص نے دوسروں کے خلاف روزمرّہ کی زندگی میں کئے جانے والے تبصرے یا بیان کے اظہار کو ہی توہین آمیز سمجھ لیا۔ اس طرح کے اکثر واقعات کو یونان کی عدالتوں نے پہلی دفعہ میں ہی برخاست کردیا ہے، لیکن ناکام قانونی کاروائی کی دھمکی بھی خودساختہ-پابندی کی حوصلہ افزائی کرسکتی ہے۔

اس سے بھی زیادہ تشویش کی بات وہ واقعات ہیں جن میں حکومت نے سیاسی مخالفین کو خاموش کرنے کے لئے مذہبی توہین کے قانون کا استعمال کیا ہے۔ مثال کے طور پر، مصر میں، اس وقت مبیّنہ طور پر بہت سے بلاگر تعذیری ضابطہ کی آرٹیکل 198(f) کے تحت مبّینہ مذہبی توہین کے لئے قید میں ہیں۔ انھوں نے حکومت کے اداروں اور شخصیات کے بارے میں بھی تنقید آمیز باتیں لکھیں اور ایسا مانا جاتا ہے کہ ان پر یہ الزامات سیاسی مقاصد سے لگائے گئے ہیں۔ ان قانون کے غلط استعمال کی ایک اور صورت میں، انفرادی اشخاص نے جائداد کے جھگڑوں اور دوسری ذاتی دشمنیوں کے انتقام کے لئے بھی مذہبی توہین کی شکایات درج کی ہیں۔ جبکہ کچھ دوسرے معاملات میں، جیسا کہ پاکستان میں دیکھا گیا ہے، اسلامی انتہاپسندوں نے مذہبی اقلیتی گروپوں کے افراد کو مذہبی طور پر دبانے کے لئے بھی اس طرح کے الزامات عائد کئے ہیں۔ کچھ ممالک کے قانون میں حسبہ کا اسلامی اصول شامل کیا گیا ہے، جسکے تحت کوئی بھی مسلمان دوسرے مسلمان کے خلاف شکایت لاسکتا ہے اگر اسے لگتا ہے کہ اس

نے اسلامی قانون (شریعت) کی خلاف ورزی کی ہے۔ اس طرح کے واقعات کو روکنے یا انھیں محدود کرنے میں حکومت کی ناکامی سے آزادئ اظہار کے لئے شدید نتائج برآمد ہوئے ہیں۔

مذہبی توہین کے لئے دی جانے والی سزا سے بھی انسانی حقوق کے لئے اندیشے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ سزائیں الگ الگ حکومتوں کے حساب سے مختلف ہیں۔ اور ان میں جرمانے، یا جرمانے اور ہلکی سزا دونوں ایک ساتھ، یا قید کی معلّق سزائیں شامل ہیں، جیسا کہ یونان، پولینڈ اور الیجیریا میں؛ یا پھر اور زیادہ لمبی سزائیں جن میں پانچ سال تک کی قید کی سزا ہوسکتی ہے جیسا کہ انڈونیشیا میں، یا پھر انتہائی لمبی سزائیں جن میں 20 سال تک کی قید کی سزا ہوسکتی ہے جیسے افغانستان میں؛ جسمانی سزائیں جیسے کوڑے مارنا، سوڈان میں، اور اور یا پھر موت کی سزا تک ہوسکتی ہے، جو سعودی عرب اور پاکستان جیسے ممالک میں ممکن ہے۔ یہاں یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ مذہبی توہین جرائم کے اس بین الاقوامی معیار کو پورا نہیں کرتی جس کے تحت موت کی سزا کو قابل قبول مانا جاتا ہے۔

[پل باکس] حالانکہ بین الاقوامی قانون میں موت کی سزا پر پابندی نہیں لگائی گئی ہے، لیکن اقوام متّحدہ نے اسکے استعمال پر کچھ تحدیدات عائد کی ہیں۔ شہری اور سیاسی حقوق کے بین الاقوامی عہد (ICCPR) کی دفعہ 6(2) میں کہا گیا ہے: "کہ ایسے ممالک جہاں موت کی سزا کو ابھی تک ختم نہیں کیا گیا ہے، موت کی سزا کو صرف سب سے شدید جرائم کے لئے ہی لاگو کیا جاسکتا ہے اور وہ بھی اس قانون کے مطابق جو جرم کا ارتکاب کئے جاتے وقت لاگو ہوتے تھے اور جو ان موجودہ عہد (Covenant) کے خلاف نہ ہوں اور نہ ہی نسل کشی کی روک تھام اور اسکے لئے سزا کے اوپر کئے گئے عہد (Convention on the Prevention and Punishment of Genocide) کے خلاف ہوں۔ یہ سزا اس وقت ہی عمل میں لائی جاسکتی ہے جب ایک بااختیار عدالت نے اسکے بارے میں حتمی فیصلہ صادر کردیا ہو۔" اقوام متّحدہ کی انسانی حقوق کمیٹی نے "سب سے شدید جرائم" کی اکثر و پیشتر تعریف کی ہے اور اسکی تعریف کی رو سے یہ وہ جرائم ہیں جنکی وجہ سے زندگی کا ضیاع ہو۔ اس پینل کا عمومی تبصرہ نمبر 6 یہ بھی کہتا ہے کہ کمیٹی کا یہ ماننا ہے کہ 'سب سے شدید جرائم' کے الفاظ کی تعریف بھی کچھ قیود کے ساتھ کی جائے اس طرح کی جائے کہ اسکی وجہ سے موت کی سزا صرف ایک انتہائی استثنائی اقدام کے طور پر ہی دی جائے"۔ اقوام متّحدہ کی بہت سی دوسری رپورٹوں میں "سب سے زیادہ شدید جرائم" سے سمجھ میں آنے والی تحدیدات کی وضاحت کی گئی ہے۔ اقوام متّحدہ کی جنرل اسمبلی کے ساتھ ساتھ اکونومک اور سوشل کونسل نے ایسی حفاظتی روک استعمال کی ہیں جو موت کی سزا کا سامنا کرنے والے لوگوں کے حقوق کے تحفّظ کی ضمانت دیتی ہیں۔ پیراگراف 1 میں اس میں کہا گیا ہے کہ" "ایسے ممالک جہاں موت کی سزا کو ابھی تک ختم نہیں کیا گیا ہے وہاں موت کی سزا صرف انتہائی شدید جرائم کے لئے ہی دی جاسکتی ہے، یہ بات سمجھ لی جانی چاہئے کہ انکا دائرہ ان جرائم سے آگے نہ بڑھایا جو جان بوجھ کر کئے گئے ہوں اور جنکے مہلک یا دوسرے خطرناک نتائج برآمد ہوسکتے ہوں۔"

دیکھیں اقوام متّحدہ کی انسانی حقوق کونسل کی رپورٹ، *Report of the Special Rapporteur on Freedom of Religion or Belief, Asma Jahangir: Addendum—Summary of Cases Transmitted to Governments and Replies* (A/HRC/7/10/Add.1), February 28, 2008, paragraph 199, یہ رپورٹ حسب ذیل ویب سائٹ پر دستیاب ہے

http://www2.ohchr.org/english/bodies/hrcouncil/7session/reports.htm; UN Human Rights Committee, *General Comment 6* (HRI/GEN/1/Rev.1), 1982, paragraph 7; Office of the UN High Commissioner for Human Rights, "Safeguards Guaranteeing the Rights of Those Facing the Death Penalty, Approved by Economic and Social Council Resolution 1984/50 of 25 May 1984," http://www2.ohchr.org/english/law/protection.htm; UN Human Rights Council, *Report of the Special Rapporteur on Extrajudicial, Summary or Arbitrary Executions, Philip Alston* (A/HRC/4/20), January 29, 2007, paragraph 51, available at http://www2.ohchr.org/english/bodies/hrcouncil/4session/reports.htm.

جمہوری معیاروں اور اداروں پر پر پڑنے والے اثرات

اس رپورٹ میں الگ الگ ممالک پر مطالعہ کے بعد تیار کی گئی رپورٹ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جمہوری ممالک کے اندر مذہبی توہین کے قانون کے اثرات اور نیم جمہوری یا جابرانہ ریاستوں میں انکے اثر کے بیچ قابل ذکر امتیاز موجود ہے۔ حالانکہ سبھی طرح کے سیاسی سیاق و سباق میں ان قانون کی وجہ سے آزادئ اظہار پر پابندی عائد ہوتی ہے، انسانی حقوق پر انکے اثرات ان ممالک میں بہت زیادہ وسیع اور شدید ہوتے ہیں جہاں عاملہ کے اوپر مناسب روک اور بندش نہیں ہے، جہاں عدلیہ کی آزادی پر سوال اٹھتے ہیں، جہاں حکومت کے ذریعہ بھید بھاؤ کو نظر انداز کیا جاتا ہے یا اسکی حوصلہ افزائی کی جاتے ہے، اور جہاں مذہبی انتہاپسند بنا کسی روک ٹوک کے تشدّد میں شامل ہوتے ہیں۔ ایسی بہت سی رپورٹیں سامنے آئی ہیں جن میں ان ممالک کے

اندر مذہبی توہین کے جھوٹے اور بے بنیاد الزامات کی بنیاد پر غیرمنصفانہ مقدمے چلائے گئے، بنا کسی قانونی جواز کے لمبے وقت تک جیل میں رکھا گیا اور اذیتیں تک دی گئیں۔ یہ بات اگرچہ صحیح ہے کہ ایسے سبھی ممالک اور معاشرے جہاں قانون کی حکمرانی کمزور ہے ایسے ممالک میں سبھی طرح کے استغاثہ فریقوں کو برے-برتاؤ اور ناانصافی کا نشانہ بنایا جاتا ہے، لیکن توہین مذہب کے معاملہ میں اسحصال کے ایک اور درجہ کا اضافہ ہوجاتا ہے کیونکہ ان قانونوں کا استعمال انتہائی جانبدارانہ طریقہ سے کیا جاتا ہے اور ان قانونوں کا نشانہ پہلے سے ہی محروم مذہبی اقلیتیں ہوتی ہیں جنکے خلاف بھیڑ کے تشّدد کو ہوا دی جاتی ہے۔ اسکے علاوہ، ایسا دکھائی دیتا ہے کہ کچھ ممالک میں قانون کے نفاذ اور مقدمات کے فیصلہ کو نتائج کے بارے میں ریاستی ارباب اقتدار کو اصل احکامات مذہبی انتہاپسندوں کی طرف سے حاصل ہوتے ہیں، اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ارباب اقتدار ان گروپوں کی سرگرمی سے خوفزدہ ہوجاتے ہیں۔

مذہبی توہین کے معاملات جب مضبوط جمہویتوں کے قانونی نظام میں رونما ہوتے ہیں، تب بھی ان سے اس ملک کے اندر اور بین الاقوامی طور پر انسانی حقوق کے لئے خطرہ پیدا ہوجاتا ہے۔ مذہبی توہین سے متعلّق قوانین بہت سے ایسےملکوں کئی صدیوں سے کتابوں میں موجود ہیں جہاں آزادانہ تقریر اور جمہوری نظریات زیادہ لمبے وقت تک بہت مضبوطی کے ساتھ برقرار رکھا گیا ہے اور انکی حفاظت کی گئی ہے۔ کچھ ممالک، جیسے، جرمنی، یونان، اور پولینڈ میں یہ قانون ابھی بھی استعمال میں ہیں۔ جب کہ کچھ دوسرے ممالک جیسے، نیدرلینڈ وغیرہ میں ان قوانین کے تحت کئی دہائیوں سے کوئی قانونی کاروائی نہیں کی گئی ہے۔ جولائی 2009 میں آئرلینڈ نے مذہبی توہین پر ایک نیا قانون بنایا جو جنوری 2010 سے عمل میں آیا، اس قانون سے آزادئ اظہار کے بہت سے ماہرین اور انسانی حقوق کے گروپوں کو بے حد مایّوسی ہوئی۔ دنیا کی کچھ بہترین کارگردگي رکھنے والی جمہوریتوں میں اس قانون کی موجودگی نہ صرف دوسری جگہوں پر ان قانون کے غلط استعمال کو جائز بنادیتی ہے بلکہ اس سے مذہب کی تذلیل کے خلاف بین الاقوامی سطح پر قانون بنائے جانے کی دلیلوں کو بھی تقویت ملتی ہے۔ مثال کے طور پر، آئرلینڈ کے نئے مذہبی توہین کے قانون کی زبان کو پاکستان نے اپنی ان تجاویز میں شامل کیا ہے جو اس نے توصیفی معیاروں کو تفصیل سے بیان کرنے کے لئے بنائی گئی وقتی کمیٹی کے سامنے پیش کی تھیں (نیچے دیکھیں) جس میں مذہب کی تذلیل روکنے کے لئے ایک ایسا طریقہ کار بنانے کے لئے کہا گیا تھا جو بین الاقوامی طور پر سب پر لاگو ہوتا ہو۔ یورپین یونین نے اقوام متّحدہ کے اندر مذہب کی تذلیل سے متعلّق کوششوں کی سختی سے مخالفت کی ہے، اور جیسا کہ آزادئ اظہار کے ماہر ایگنس کیلامارڈ نے 2009 میں ***دی گارجین*** کے لئے لکھے جانے والے ایک مخصوص صفحہ میں یہ دلیل دی تھی کہ " بین الاقوامی سحط پر مذہب کی تذلیل سے لڑنے میں یورپین ممالک کی حکومتوں نے جس مضبوط ارادہ کا مظاہرہ کیا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے ملک میں بھی اس طرح کے بہادرانہ مضبوط عزم کا مظاہرہ کیا جائے۔

## امتیاز

ماہرین کے مطابق انڈونیشیا، پاکستان، ملیشیا اور بہت سے دوسرے ممالک کے مذہبی توہین سے متعلّق قوانین درحقیقت اقلیتی مذہبی گروپوں کے خلاف قانونی بھید بھاؤ کی ایک شکل ہے۔ اس سے متاثّرہ افراد میں ایک طرف وہ افراد نظر آتے ہیں جو حکومت کی رضامندی سے پیش کئے جانے والے مذہبی اصولوں کے بارے میں سوال اٹھاتے ہیں، تو دوسری طرف راسخ اسلامی فرقے، عیسائی اور دوسرے روایتی دیسی عقائد کے ماننے والے نظر آتے ہیں۔ اگر پاکستان کے اندر مذہبی توہین سے جڑے استغاثہ کو آبادی کے حساب سے تقسیم کیا جائے تو یہ باب کھل کر سامنے آجائگی کہ کن لوگوں کو اس قانون کا نشانہ خاص طور پر چن کر بنایا جاتا ہے۔ عیسائی، احمدیہ، اور ہندو اگرچہ اس ملک کی کل آبادی کا صرف 3 فیصد حصّہ ہیں، لیکن کچھ تخمینوں کے مطابق پاکستان میں پچھلی دو دہائیوں کے دوران توہین مذہب کے جتنے بھی واقعات ہوئے ہیں ان میں قریب آدھے استغاثہ فریق یہی لوگ ہیں۔

یہ دیکھا گیا ہے کہ مذہبی توہین کے قانون کے نفاذ کے ساتھ جڑے سرکاری اور غیر سرکاری امتیاز نے مذہبی رنگا رنگی کے خلاف عدم برداشت کی ایک عمومی فضا بنانے میں مدد دی ہے۔ بہت سے سرکاری اور عدلیہ سے جڑے ارباب اقتدار کی طرف سے پیش کئے گئے دعووں کے برعکس یہ قانون مذہبی ہم آہنگی کو تحفّظ دینے کے بجائے اسے نقصان پہنچاتے ہیں۔ اسی سال ایک اخبار *جکارتا پوسٹ* میں انڈونیشیا کے ماہر قانون ٹوڈنگ مولیا لوبس کا ایک حوالہ دیا گیا تھا، جس میں انھوں نے کہا تھا کہ "کہ ٹکراؤ اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب کچھ ایسے گروپوں کی طرف سے کچلنے اور دبانے والی کاروائیاں کی جاتی ہیں جو سمجھتے ہیں کہ صرف سرکاری رضامندی والے مذاہب (یعنی اسلام، عیسائیت، پروٹیسٹینٹزم، ہندوازم، بدھزم، اور کنفیوشنزم کی معیاری شکلیں) ہی قانونی ہیں اور باقی سبھی دوسرے مذاہب کا خاتمہ کردیا جانا چاہئے۔ اس طرح کی کاروائیاں ٹکراؤ کا ذریعہ ہیں۔ پاکستانی ماہر اکبر ایس۔ احمد نے 2002 میں *واشنگٹن پوسٹ* میں ایک کالم میں اسی طرح کا اشارہ دیا تھا کہ، [پاکستان کے اندر] مذہبی توہین کے قانون کے استعمال سے عدم رواداری نے عدم رواداری کو بڑھاوا دیا ہے۔"

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا تھا، مذہبی توہین کے قانون کا استعمال چوکس گروپوں نے بین مذہبی تشدّد کے واقعات کی ترغیب دینے اور انھیں جائز ٹھہرانے کے لئے کیا ہے۔ بہت سے ممالک سے فرقہ وارانہ ٹکراؤ کی خبریں بھی موصول ہوئی ہیں جو عام طور پر مذہبی توہین کے الزامات کے نتیجہ میں شروع ہوئے۔ مثال کے طور پر، نائجیریا کے اندر تعذیری ضابطہ کے تحت مذہبی توہین کے لئے قانونی چارہ جوئی کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں ہے لیکن اسکے باوجود تشدّد کے بے حساب ایسے واقعات رونما

ہوئے ہیں جو مذہبی توہین کے بے بنیاد الزامات کی وجہ سے شروع ہوئے۔ اسی طرح انڈونیشیا اور پاکستان میں انتہاپسند مذہبی گروپوں نے انصاف اپنے ہاتھوں میں لینے کے لئے غصّائی بھیڑ کو جمع کیا اور مذہبی توہین کرنے والے مجرموں اور انکے خاندانوں کو دھمکیاں دیں اور کچھ معاملات میں، انہوں نے انکے گھروں تک پر حملہ کردیا اور ان مفروضہ مجرموں کے خاندان کے افراد تک کو بھی حملہ کا نشانہ بنایا۔ اس بات کے بھی ثبوت موجود ہیں کہ یہ مذہبی انتہاپسند اکثر یا تو پولیس کی چھپی ہوئی ہوئی رضامندی سے کام کرتے ہیں یا پھر کچھ معاملات میں انہیں پولیس کی مدد بھی ملتی ہے۔ اس طرح کے ٹھگی کرنے والے گروپوں سے انکے کاموں کی جوابدہی طلب کرنے میں ریاستی ارباب اقتدار کی ناکامی نے انہیں اور زیادہ بہادر بنادیا ہے جیسا کہ انڈونیشیا میں اسلامک ڈفینڈر فرنٹ (FPI) کے معاملہ میں ہوا تھا۔

بعض ممالک میں مذہبی توہین کے قانون نہ صرف اپنے اطلاق کے لحاظ سے بلکہ اپنے موضوع کے لحاظ سے بھی امتیاز پر مبنی ہیں، ان میں ایسی زبان استعمال کی گئی ہے جو کسی خاص مذہب یا عقیدے کو توہین سے تحفّظ فراہم کرتی ہے، یا کسی مخصوص فرقہ پر مؤثّر روک لگاتی ہے۔ جیسا کہ دانشور جیرون ٹیمپرمین نے 2008 میں *نیدرلینڈ کوارٹرلی فار ہیومن رائٹس* میں لکھے اپنے ایک مضمون میں یہ دلیل دی تھی کہ، "مذہبی توہین/ہتک پر عائد قیود بنانے کا مقصد صرف کسی ایک مخصوص مذہب کو تحفّظ فراہم کرنا ہوتا ہے – اور وہ مذہب وہ ہوتا ہے، جسے ریاست کی سرپرستی حاصل ہوتی ہے/یا یہ باقی دوسرے مذاہب پر غالب ہوتا ہے – اسلئے یہ قیود عدم امتیاز یا مساویات کے اصول کے برخلاف ہیں"۔ یہی وجہ تھی کہ 2008 میں یونائٹیڈ کنگڈم نے اپنے مذہبی توہین قانون کو جسکے تحت صرف چرچ آف انگلینڈ کو توہین سے تحفّظ حاصل تھا کالعدم قرار دیدیا۔

نظام عقائد کی تعریف

مذہبی توہین کس طرح واقع ہوتی ہے یہ طے کرنے کے لئے، ریاستی ارباب اقتدار کو چاہئے کہ وہ مذہب کے نظام عقائد کا کوئی اصول طے کریں تاکہ مذہبی دل آزاری یا توہین کے کسی بھی مبّینہ عمل کی پرکھ ان اصولوں سے کی جاسکے۔ اس سے حکومت کو یہ موقع مل جائگا کہ وہ ملک یا پورے فرقہ پر بحیثیت مجموعی سرکاری یا غالب مذہب کی کسی خاص شکل کو لاگو کرے۔ کچھ ممالک میں حکومتیں مذہبی توہین کے قانون کا استعمال مذہبی طرزعمل پر اپنا وسیع تر کنٹرول قائم کرنے کے لئے کرتی ہیں، جب کہ کچھ دوسرے ممالک میں، حکومت غالب یا شدّت پسند مذہبی ارباب اقتدار کا بہت زیادہ لحاظ کرتی ہے، جو عدلیہ کے نظام کو اپنا اثر بڑھانے اور اپنے اصولوں کو لاگو کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

مصر، انڈونیشیا، اور پاکستان میں ایسی مثالوں کی بہتات ہے جہاں مذہبی توہین کے قانون کا استعمال ان مذہبی اقلیتوں کو کچلنے کے لئے کیا گیا ہے جنکے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ اسلام کے راستہ سے ہٹے ہوئے یا گمراہ فرقے ہیں۔ بیکیٹ فنڈ برائے مذہبی آزادی میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ مذہبی توہین کے قانون کس طرح "حکومتوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ یہ طے کریں کہ کونسے مذہبی نقطئہ نظر کا اظہار کیا جاسکتا ہے، اور اس طرح حکومتوں کا کام صرف یہ رہ جاتا ہے کہ وہ مذاہب کی سچّائی کے دعووں کے بارے میں فیصلہ کریں" یہ طریقئہ کار اس وقت خاص طور پر اور زیادہ واضح ہوجاتا ہے جب احمدیوں کی بات آتی ہے، یہ وہ فرقہ ہے جو اپنے آپکو مسلمان مانتا ہے لیکن اسکا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ پیغمبر محمّد آخری نبی ہیں۔ مسلم اکثریتی ممالک کی اکثر حکومتیں احمدیوں کے عقائد کو جائز نہیں مانتیں اور ان پر قابل ذکر قانونی پابندیاں عائد کرتی ہیں۔

مذہبی توہین کے قانون کے ذریعہ مذہبی اصولوں کا نفاذ کبھی کبھی اپنے دائرہ سے آگے نکل کر ان لوگوں کو سزائیں دینے لگ جاتا ہے جو غالب مذہب کے اندر رہتے ہوئے مناسب تقوی کا مظاہرہ کرنے میں ناکام ہوجاتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ایسی رپورٹیں بھی موصول ہوئی ہیں کہ رمضان کے مہینہ کے دوران روزوں کی خلاف ورزی کرنے یا عربی کے علاوہ دوسری زبان میں نماز پڑھنے کے لئے سنّی مسلمانوں کو مذہبی توہین کے لئے گرفتار کیا گیا ہے۔ اسکے علاوہ، وہ مسلمان جو اپنا مذہب تبدیل کرکر دوسرے مذاہب میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں قانونی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ انہیں اپنے نئے مذہب کا فرد ماننے کے بجائے مرتد خیال کیا جاتا ہے۔

## بین الاقوامی قانون اور آدادئی اظہار پر پابندیاں

بین الاقوامی قانون میں توہین مذہب – جسکا مطلب ہوتا ہے، مذہبی اصولوں، شخصیتوں اور دیوتاؤں کے خلاف نہایت سخت، توہین آمیز اور نازیبا کلمات کا اظہار – اور اشتعال انگیزی – جسکا مطلب ہوتا ہے ایسا اظہار جسکے ذریعہ دشمنی کو کھلے عام بڑھاوا دیا جائے اور تشدّد پر اکسایا جائے، ان دونوں کے بیچ ایک اہم فرق ہے۔ ان دونوں میں سے، صرف مؤخّر الذّکر ہی ان محدود حالات میں صحیح بیٹھتا ہے جن میں آزادئی اظہار پر پابندی کو قابل قبول سمجھا جاتا ہے۔

شہری اور سیاسی حقوق کے بین الاقوامی عہد (ICCPR) کے آرٹیکل 19 کے مطابق، رائے کی آزادی پر پابندی لگانے کی اجازت کبھی بھی نہیں دی جاسکتی۔ تاہم، آرٹیکل 19 (3) حکومت کو اظہار کی آزادی پر پابندی لگانے کی اجازت صرف اسی صورت میں دیتا ہے اگر قانون کے اندر اسکی گنجائش رکھی گئی ہے اور دوسروں کی ساکھ اور حقوق کی حفاظت کرنے یا پھر قوقی تحفّظ، عوامی نظم، یا عوامی صحت اور اخلاقیات کے کے لئے ایسا کرنا ضروری ہو۔

یہ نظریہ کہ بندش "ضروری" ہونی چاہئے بہت ہی اہم ہے، کیونکہ اس سے یہ طے کرنے کے لئے ایک کم سے کم معیار طے ہوجاتا ہے کہ کیا مناسب ہے، کیا فائدہ مند ہے اور کیا معقول ہے۔ جیساکہ انسانی حقوق کی دانشور نازلہ غانیہ-ہرکوک نے آئی سی سی پی آر کے آرٹیکل 19 اور 20 کے اوپر منعقد کی گئی اقوام متّحدہ کی کانفرنس میں اکتوبر 2008 کے دوران پیش کی گئی اپنی پریزینٹیشن میں اسکی طرف اشارہ دیا تھا، کہ "ضروری" ہونے کی شرط یہ بتاتی ہے کہ کوئي بھی پابندی اس قدر کے متناسب ہونی چاہئے جسکو وہ تحفّظ دیتا چاہتی ہے"۔ اقوام متّحدہ کی حقوق کمیٹی نے عمومی تبصرہ نمبر 10 میں اس بات کی بھی تصدیق کی ہے کہ آرٹیکل 19 (3) کے تحت آزادئ اظہار پر جائز ٹھہرائی گئی پابندی سے خود اس حق کو خطرے میں نہیں ڈالا جاسکتا۔"

ICCPR کے آرٹیکل 20 (2) کے تحت – جس میں کسی بھی ایسی قومی، نسلی، یا مذہبی منافرت کی حمایت پر پابندی لگائی گئی ہے جوبھید بھاؤ، دشمنی یا تشدّد پر ورغلانے کے مترادف ہو – پابندیاں لگانے کے لئے کم سے کم حد بہت ہی کم واضح ہے۔ تاہم آزادئ اظہار کے مشہور ماہرین کے بیچ اس بات پر اتّفاق ہے کہ پابندی کا پیمانہ ابھی بھی کافی اونچا ہے۔ وہ آرٹیکل 20 وضع کئے جانے کے تاریخ سیاق و سباق کو مثال کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں یعنی جنگ عظیم دوم اور نازی حکومت کے حالیہ خوف اور دہشت۔ غانیہ-ہرکوک نے یہ واضح کیا ہے کہ آرٹیکل 20 کے پہلے حصّہ میں "جنگ کے لئے پروپیگنڈہ کرنے پر" پابندی ہے، اس سے اس نفرت کی سنجیدگی کا پتہ چلتا ہے جس کی طرف اس آرٹیکل میں اشارہ ہے۔

آزادئ اظہار کے بارے میں اعلی سطح پر روئداد تیار کرنے کے لئے معمور اقوام متّحدہ کے خصوصی نمائندہ فرینک لا رو، نے انسانی حقوق کونسل کے سامنے پیش کی جانے والی اپنی 2010 کی سالانہ رپورٹ میں کچھ اصول مدوّن کئے ہیں تاکہ آزادئ اظہار کو محدود کرنے سے متعلّق معاملات میں حکومتوں کی رہنمائی میں مدد مل سکے۔ دوسرے مشوروں کے علاوہ، انھوں نے حکومتوں کو یہ مشورہ دیا کہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کی کسی بھی طرح کی قیود بہت واضح اور غیر مبہم ہوں، انسانی حقوق کے قوانین سے مطابقت رکھتی ہوں، اور انکا مسلسل جائزہ لیا جاتا رہے تاکہ انکی افادیت کا پتہ چلتا رہے۔

تاہم، مذہبی توہین کے قانون کے حامیوں کا کہنا ہے کہ فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو برقرار رکھنے کے لئے مذہب کے خلاف جارحانہ الفاظ کے اظہار پر پابندی ہونی چاہئے، اور یہ کہ اس طرح کی پابندییاں خود ICCPR کے آرٹیکل 19(3) اور 20(2) کے تحت بین الاقوامی لوزمات کے کے مطابق ہیں۔ مذکورہ بالا شہادت کے علاوہ کہ مذہبی توہین کے قانون سے مذہبی تناؤ اور ٹکراؤ کو اور ایندھن ملتا ہے، ماہرین نے اس کے جواب میں یہ دلیل بھی دی ہے کہ اظہار کے اوپر قابل قبول تحدیدات میں مذہبی نظام یا عقائد کے نظام کا تنقید سے تحفّظ شامل نہیں ہے۔ جیسا کہ مذہب اور عقیدے کی آزاد یا نسل پرستی کی معاصر شکلوں کے بارے میں اعلی سطح پر روئداد تیار کرنے کے لئے معمور اقوام متّحدہ کے خصوصی نمائندہ نے 2006 میں انسانی حقوق کونسل کے سامنے اپنی مشترکہ سالانہ رپورٹ میں اس طرف اشارہ دیا تھا "آزادئ اظہار کے حق پر جائز طور پر پابندی لگائی جاسکتی ہے اگر اس کی وجہ سے مذہب کی بنیاد پر لوگوں کے حلاف تشدّد یا امتیاز کی ترغیب دینے والے کاموں کو حمایت حاصل ہوتی ہے"۔ مذہب کی توہین سے لوگوں کو تکلیف پہنچ سکتی ہے اور انکے مذہبی احساسات کی دل آزاری ہوسکتی ہے، لیکن اسکی وجہ سے لازمی طور پر یا کم سے کم براہ راست طور پر انکے کسی حق کی خلاف ورزی نہیں ہوتی، جس میں مذہب کی آزادی کا انکا حق بھی شامل ہے۔

حالانکہ بعض موقعوں پر مذہبی توہین کے الفاظ کا اظہار قابل مذمّت اور جان بوجھ کر اشتعال پر مبنی ہوسکتا ہے، لیکن انکے بیچ یہ فرق کرنا ضروری ہیکہ کہ کیا یہ اسی طرح کے الفاظ کا اظہار ہیں جن پر بین الاقوامی قانون کے تحت جائز طور پر پابندی لگائی جاسکتی ہے۔ آزادئ اظہار میں یہ حق بھی شامل ہے کہ الفاظ متنازعہ، توہین آمیز یا دل شکنی کرنے والے بھی ہوسکتے ہیں، یہ حق اس وقت بھی برقرار رہیگا جب تقریر میں ایسے نظریات یا عقائد کو نشانہ بنایا جائے جو کچھ لوگوں کے لئے بہت ہی زیادہ مقدّس ہوسکتے ہیں۔ یورپی عدالت برائے انسانی حقوق (ECHR) نے 1976 کے *ہینڈی سائڈ بمقابلہ یونائٹیڈ کنگڈم* کے معاملہ میں اسی اصول کی تصدیق کی تھی، اس معاملہ میں عدالت نے یہ پایا تھا کہ الفاظ اور اظہار بے ضرر تھے، چاہے اس سے کسی کی دل شکنی ہوتی ہو، کسی کو صدمہ پہنچتا ہو، یا کسی کو پریشانی ہوتی ہو، کیونکہ کثرتیت، رواداری اور وسیع المشربی کے یہی تقاضے ہیں جکنے بغیر کسی بھی 'جمہوری معاشرہ' کا وجود ممکن نہیں ہے۔ آزادئ اظہار کے بارے میں اعلی سطح پر روئداد تیار کرنے کے لئے معمور سابق نمائندہ، ایمبیئی لگابو، نے بھی انسانی حقوق کونسل کو پیش کی گئی اپنی 2008 کی سالانہ رپورٹ میں اس طرف اشارہ دیا تھا کہ "نظریات کا مسلسل ٹکراؤ، چاہے یہ کتنے ہی متنازعہ کیوں نہ ہوں، متحرّک جمہوری معاشروں کے لئے ابتدائی پتھر ہے"

متنازعہ تقریر کو برقرار رکھنے کے اپنے فیصلہ کے باوجود، انسانی حقوق کے ماہرین نے یہ کہہ کر ECHR پر تنقید کی ہے کہ مذہبی توہین کے قانون کو دو ٹوک الفاظ میں ردّ کردینے میں یہ ناکام رہی ہے۔ عدالت نے پایا کہ اسکے اپنے ججوں کے مقابلہ میں ریاستی ارباب اقتدار یہ فیصلہ لینے کے لئے ایک بہتر پوزیشن میں ہونگے کہ کیا کچھ خاص تحدیدات انسانی حقوق کے یورپی کنوینشن کے آرٹیکل 10 (2) کے ذریعہ طے کی گئی حدود کے اندر واقع ہوتی ہیں، یہ وہی دفعات ہیں جو ICCPR کے آرٹیکل (2)

19 سے ملتی جلتی ہیں۔ غیرسرکاری تنظیم آرٹیکل 19 کی ڈائریکٹر، کیلامارڈ، نے *Equal Voice* میں لکھے اپنے ایک مضمون میں یہ کہا تھا کہ اس دلیل سے عدالتوں کے معیاری حوصلہ پر سوال کھڑا ہوتا ہے"۔

## اقوام متّحدہ کے اندر "ترغیب" اور "مذہب کی تذلیل"

اقوام متّحدہ کے اندر آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس (IOC) کی ممبر ریاستیں، اور کچھ افریقی گروپ –جس میں مصر، الجیریا، اور پاکستان خاص ہیں – ایک تحریک چلارہے ہیں تاکہ مذہب کی تذلیل پر پابندی کو انسانی حقوق کے بین الاقوامی ڈھانچہ میں جگہ دی جاسکے۔ او آئی سی کی نمائندگی کرتے ہوئے، پاکستان نے 1999 میں انسانی حقوق کمیشن میں اس مسئلہ پر پہلی قرارداد پیش کی تھی۔ 2009 میں انسانی حقوق کونسل کے سامنے یہ قرارداد دوبارہ پیش کی گئی اور اس بار اس میں مذہب کی تذلیل کو بہب واضح طور پر ICCPR کے آرٹیکل 20 (2) کے تحت ریاستوں کی ذمّہ داری سے بہت واضح طور پر جوڑ دیا گیا، جس کے تحت، ریاستوں کی ذمّہ داری ہے کہ وہ "نفرت کی ترغیب" کو قانونی طور پر روکیں۔ یہ قدم ترغیب کے اوپر پہلے سے موجود بین الاقوامی معیاروں کو اور وسعت دینے کی ایک کوشش تھا۔ 2009 کی قرارداد میں مذہب کی تذلیل کا کم سے کم سات مرتبہ ذکر کیا گیا تھا اور اسے مذہب منافرت کی ترغیب کی ایک شکل قراردیا گیا تھا:

> *اس پر زور دیا گیا* کہ مذہب کی تذلیل انسانی وقار پر ایک شدید حملہ ہے جس سے اس مذہب کے ماننے والوں کی مذہب کی آزادی محدود ہوتی ہے اور اس سے مذہبی منافرت اور تشدّد کی ترغیب پیدا ہوتی ہے---
>
> 13۔ *سبھی حکومتوں پر یہ زیور دیا جاتا ہے* کہ وہ اپنے اپنے قانونی اور آئینی نظاموں کے اندر رہتے ہوئے، مذہب کی تذلیل سے پیدا ہونے والی نفرت، امتیاز ،دباؤ اور عمومی مذہبی منافرت سے مناسب تحفّظ فراہم کریں اور سبھی مذاہب اور عقائد کی کے لئے احترام اور رواداری کو بڑھانے کے لئے سبھی ممکن اقدامات کریں۔

مذہب کی توہین کو مذہبی منافرت کی ترغیب کی ایک شکل قراردینے کا یہ بیان آزادئ اظہار کے اوپر اکتوبر 2009 کی قرارداد (12/16) میں استعمال کی گئی زبان سے اور بھی زیادہ تشویش کی وجہ بن جاتا ہے، جسے مصر اور یونائٹیڈ اسٹیٹس نے ایک ساتھ مل کر پیش کیا تھا۔ یہ دستاویز، جس میں مذہب کی تذلیل کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے، وسیع طور پر سراہی گئی، کیونکہ اس میں آزادئ اظہار کو "جمہوریت کی لازمی بنیادوں میں سے ایک" تسلیم کیا گیا تھا اور حکومتوں سے یہ مانگ کی گئی تھی کہ وہ اس بنیادی حق کا احترام کریں اور اسے برقرار رکھیں۔ تاہم اس میں حکومت کے فرائض کا کئی مرتبہ ذکر کیا گیا ہے، جس میں آرٹیکل 20 کے تحت کسی بھی طرح کی ایک ایسی مذہبی منافرت کی حمایت پر پابندی بھی شامل ہے جو بھید بھاؤ کی ترغیب، دشمنی یا تشدّد کے مترادف ہو۔" اسی طرح نسل پرستی کے خلاف 2001 کی عالمی کانفرنس کے بعد ہونے والی 2009 کی ڈربن ریویو کانفرنس کے نتیجہ میں آنے والی اصل دستاویز میں مذہب کی تذلیل کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے، اور اس میں اس تصوّر کو ظاہری طور پر ترغیب سے نہیں جوڑا گیا ہے۔ تاہم اسکے پیراگراف 134 میں انسانی حقوق کے ہائی کمشنر کے دفتر سے یہ درحواست کی گئی ہے کہ وہ ایسی علاقائی کانفرنسوں کا انعقاد کرے جسکا مقصد "تشدّد کی ترغیب" کے مطلب اور اسکے دائرہ کی وضاحت ہو۔ اس گنجائش سے یہ اندیشے پیدا ہوگئے ہیں کہ ان کانفرنسوں سے مذہب کی تذلیل اور ترغیب کے بیچ رابطہ اور مضبوط ہوجائگا اور اس طرح مذہبی توہین سے متعلّق دیسی قانونوں کو ایک جواز مل جائگا، اور مذہب کی تذلیل پر بین الاقوامی سطح پر پابندی لگائے جانے کی آوازوں کو اور تقویت حاصل ہوگی۔

مذاہب کی تذلیل پر اقوام متّحدہ نے ایک سالانہ قراردار منظور کی یہ ان قراردادوں جیسی ہی ہے جنھیں انسانی حقوق کی کونسل نے کے ذریعہ مستعار لی گئی ہیں۔ حالیہ سالوں کے دوران ان دونوں دستاویزوں کے حق میں ان دونوں تنظیموں کے اندر حمایت اور رائي شماری میں لگاتار کمی آئی ہے، اور پچھلے سال اس قرارداد کے لئے ڈالے گئے ووٹ اور اس سے غیر حاضر رہنے والوں کی تعداد اس قرارداد کی حمایت کرنے والے لوگوں سے کہیں زیادہ تھی۔ کچھ تجزیہ نگاروں کے مطابق اسکی حمایت میں آنے والی کمی کا تعلّق او آئی سے کے اس عزم سے ہے جس میں اس نے عوامی طور پر اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ وہ ایک معاہدہ کی شکل میں یا اس معاہدہ کے ساتھ ایک اضافی پروٹوکول کی صورت میں ایک ایسا قانون لائگی جو بین الاقوامی طور پر سب کے لئے لازمی ہوگا اور جس کے تحت مذہب کی توہین ممنوع ہوگی۔

اس قانون کے حمایتیوں کی توجّہ اقوام متّحدہ کی ایک مبہم تنظیم پر مرکوز ہے، اس تنظیم کا نام معاصر معیاروں کی وضاحت کے لئے ایک ایڈ ہاک کمیٹی (Ad Hoc Committee on the Elaboration of Complementary Standards) ہے جو ڈربن اعلانیہ اور پلیٹفارم برائے ایکشن کی سفارشات کے نتیجہ میں وجود میں آئی تھی (نسل پرستی کے خلاف 2001 کی عالمی کانفرنس کا حتمی دستاویز)۔ 2002 میں، اس ایڈ ہاک کمیٹی کی تخلیق کی تیاریوں سے پہلے، انسانی حقوق کمیشن نے ایک قرارداد پاس کی اور نسل پرستی، نسلی امتیاز، غیرملکیوں سے نفرت اور اس سے جڑی عرم رواداری اور اسکے سبھی پہلوؤں کے خلاف بین الاقوامی قوانین اور وسائل کو مضبوط کرنے انکی تجدید کرتے رہنے کے لئے توصیفی بین الاقوامی معیار قائم کرنے کے مقصد سے ایک بین حکومتی ورکنگ گروپ قائم کرنے پر زور دیا گیا تھا۔ اس ورکنگ گروپ نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کیا نسل

پرستی کے خلاف بین الاقوامی قوانین میں کسی طرح کے خلا ہیں، دو مطالعوں کو منظوری دی – ان میں سے ایک مطالعہ نسلی امتیاز کے خاتمہ کے لئے بنائی گئی کمیٹی (CERD) کے ذریعہ کیا گیا، یہ وہ تنظیم ہے جو سبھی طرح کے نسلی امتیاز کے خاتمہ کے لئے ہوئے بین الاقوامی عہد (ICERD) کے نفاذ کے اور پر نظر رکھتی ہے، جبکہ دوسرا مطالعہ انسانی حقوق کے ماہرین کے ایک گروپ کے ذریعہ کیا گیا تھا۔ ان دونوں ہی مطالعوں میں نسل پرستی کے خلاف بین الاقوامی قوانین میں کسی طرح کے خلا نہیں پائے گئے، حالانکہ دونوں ہی مطالعوں میں یہ ضرور کہا گیا کہ موجودہ معاہدوں کو زیادہ بہتر طریقہ سے نافذ کرنے کی ضرورت ہے، ساتھ ہی تعلیم نظام کو تقویت دینے اور نظر رکھنے کے نظام میں مزید سدھار پیدا کرنے پر بھی زور دیا گیا۔ دریں اثنا، 2007 میں، انسانی حقوق کونسل نے اپنی قرارداد نمبر 3/103 کے ذریعہ ایک ایڈ ہاک کمیٹی قائم کی، جس کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ معاصر معیاروں کی وضاحت کرے ، یہ معیار چاہے کسی کنوینشن کی شکل میں ہوں یا سبھی قسم کے نسلی امتیاز کے خاتمہ کے لئے بین الاقوامی کنوینشن کے ساتھ ایک اور اضافی پروٹوکول کی صورت میں ہوں، تاکہ انکے ذریعہ سبھی طرح کے خلا کو پر کیا جاسکے اور ساتھ ہی ایسے نئے اصولی معیار بھی فراہم کئے جاسکیں جنکا مقصد نفرت کی ترغیب سمیت سبھی طرح کی معاصر نسل پرستی کا خاتمہ ہو۔

ایڈ ہاک کمیٹی کی اکتوبر 2009 کی میٹنگ کے دوران، او آئی سی کی طرف سے پاکستان نے ایک تجویز پیش کی، جس کے ذریعہ مذہب کی تذلیل پر پابندی لگانے کے لئے ICERD کے ساتھ ایک اور اختیاری پروٹوکول کا اضافہ کرنے کی مانگ کی گئی تھی۔ افریقی گروپ کی طرف سے نائجیریا نے بھی اسی طرح کی تجویز پیش کی۔ یورپی یونین کے ممبر ممالک اور امریکہ، کناڈا سمیت سبھی مسلّمہ جمہوریتوں نے اس کی مخالف کی اور یہ دلیل دی کہ نسلی یا مذہبی منافرت کی ترغیب کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے بین الاقوامی قانون کافی ہے، اسلئے تعلیم اور رواداری کے فروغ سمیت توجّہ ان موجودہ بین الاقوامی قانون کو بہتر طور پر نافذ کرنے پر مرکوز ہونی چاہئے۔

**نتیجہ**

مذہبی توہین کے دیسی اور ملکی قانون کے نفاذ سے پیدا ہونے والے طرح طرح کے استحصالات اور انکی شدّت سے بین الاقوامی سطح پر اسی طرح کے قانون کے امکانات کے بارے میں شدید شبہات کو بڑھاوا ملنا چاہئے۔ اس طرح کا قانون جہاں ایک طرف اسی فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے خلاف ہوگا جسکو وہ بظاہر تحفّظ دینا چاہتا ہے تو دوسری طرف، اس سے خامیوں سے پر اس کے ہم منصب ملکی اور دیسی قانونوں کو جائز ٹھہرائے جانے کا ایک جواز مل جائگا۔ اس سے بھی بدتر صورتحال یہ ہوگی کہ، اس کی وجہ سے انسانی حقوق کے بین الاقوامی فریم ورک میں ایک ایسا تصوّر داخل ہوجائگا جو انسانی حقوق کو لازمی طور پر اوپر نیچے پلٹ کر رکھ دیگا، جس سے مردوں اور عورتوں کی آزادی محدود ہوجائگی اور مذہبی قدامت پرستی اور اسکا لحاذ قانون کی حکمرانی کی جگہ لے لینگے اور صرف اس بات کا خیال رکھا جائگا کہ کسی کے مذہبی جذبات شخصی طور پر مجروح تو نہیں ہورہے ہیں۔ اس طرح کی اندرونی ٹکراؤ سے بین الاقوامی سطح پر انسانی حقوق بحیثیت مجموعی مفلوج ہوکر رہ جائنگے اور دینا بھر میں قانونی کاروائی کے شکار لوگوں کے لئے انصاف اور بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں رہ جائگا۔

---

[1] Agnes Callamard, "Freedom of Speech and Offence: Why Blasphemy Laws Are Not the Appropriate Response," *Equal Voice* (Magazine of the European Monitoring Centre on Racism and Xenophobia, EUMC), no. 18 (June 2006), available at http://www.article19.org/pdfs/publications/blasphemy-hate-speech-article.pdf.

# الجیریا

## تعارف

الجیریا کے آئین[i] میں اظہار رائے کی آزادی، مذہب کی آزادی، اور قانون کی نظر میں برابری کی ضمانت تو دی گئی ہے، لیکن ان پر سخت قیود بھی عائد ہوتی ہیں۔ یہاں کے تعذیری ضابطہ اور دوسرے قوانین میں ایسی قیود شامل ہیں جنکے تحت فوج اور سرکاری افسران کی تنقید یا انکی توہین کرنا ممنوع ہے، خبروں کی نوعیت اور خبروں کے طریقۂ کار کے بارے میں میڈیا پر بھی پابندیاں ہیں۔ انسانی حقوق کا دفاع کرنے والوں پر حفاظتی-معاملات اور 1990 کی خانہ جنگی کے دوران غائب ہوجانے والے بہت سے لوگوں سے متعلّق انکے کاموں کی وجہ سے انکے خلاف قانونی کاروائیاں کی گئیں ہیں۔ الجیریا کے تعذیری قانون کے تحت مذہب کے خلاف کسی بھی طرح کا توہین آمیز بیان یا کسی دوسری شکل میں مذہب کی توہین کرنا ایک جرم ہے، اس میں مسلمانوں کا مذہب تبدیل کرکر انھیں کسی دوسرے مذہب میں داخل کرنے کی کوشش کرنا بھی شامل ہے۔

تعذیری ضابطہ کی دفعہ 144 بس کے تحت اسلام یا پیغمبر محمّد کی توہین پر پابندی ہے اور مذہبی توہین کے زیادہ تر معاملات اسی دفعہ کے تحت لائے جاتے ہیں، یہ معاملات عام طور پر ان مسلمانوں کے خلاف لائے جاتے ہیں جو اسلام پر عمل نہیں کرتے یا ان لوگوں کے خلاف لائے جاتے ہیں جو حکومت کے ذریعہ دی گئی اسلامی تعبیر سے اتّفاق کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ میڈیا کو قابو میں رکھنے والا، 1990 کا معلوماتی ضابطہ، دفعہ 26 کے تحت مذہبی توہین کو ممنوع قرار دیتا ہے، جس کے تحت ایسی کسی بھی اشاعت کی ممانعت ہے جو "اسلامی اخلاقیات، قومی اقدار، اور انسانی حقوق کے منافی ہوں"، اسی ضابطہ کی دفعہ 77 کے تحت اسلام اور دوسرے "آسمانی مذاہب" جیسے عیسائیت اور یہودیت کی توہین کرنا ممنوع ہے۔[ii] ان سبھی اقدامات نے عیسائیوں، مسلمانوں اور غیر مسلموں سبھی کی اپنے بنیادی انسانی حقوق سے یکساں طور پر محفوظ ہونے کی صلاحیت کو محدود کردیا ہے۔

مذہبی لحاظ سے الجیریا کی آبادی بہت حد تک یکساں ہے، جس میں اس ملک کی 36 ملین کی آبادی میں سے 99 فیصد لوگ سنّی مسلمان ہیں۔ بقیہ آبادی میں عیسائی اور یہودی آتے ہیں[iii]۔ تاہم حالیہ برسوں میں ملک کے اندر انجیلی فرقہ کے عیسائیوں کی تعداد میں مبیّنہ طور پر اضافہ ہوا ہے[iv] اور اسکے نتیجہ میں عیسائیوں کے مذہبی معاملات کی انجام دہی پر زیادہ سے زیادہ پابندیاں عائد ہوئی ہیں، یہ پابندیاں خاص طور پر 2006 کے آرڈیننس 06-03 کے وضع ہونے اور اسکو عمل میں لانے کے بعد ہوئی ہیں۔ اس آرڈیننس کے تحت غیر مسلم مذہبی تنظیموں پر بہت سے شرائط عائد ہوتی ہیں، انکے لئے اپنی عبادت گاہوں کا اندراج کرانا لازمی ہے اور عبادات کو صرف اندارج کی گئی جگہوں تک ہی محدود رکھنا ہے۔ اس قانون کے تحت دوسرے عقائد کے لوگوں کا مسلمانوں کے بیچ اپنے مذہب کی تبلیغ کرنا یا ایسا کوئی بھی مواد فراہم کرنا جسکا مقصد "مسلمانوں کے عقیدے کو متزلزل" کرنا ہو، ایک جرم ہے۔

# پس منظر

مذہبی آزادی کی موجودہ صورتحال کی تیاری میں الجیریا کی تاریخ اور نیشنل لبریشن فرنٹ (ایف ایل این) اور اسلام پسندوں کے بیچ اقتدار کی جدّوجہد نے ایک بہت ہی اہم رول ادا کیا ہے۔ 1962 میں فرانس سے آزادی حاصل کرنے سے ٹھیک پہلے، اور اسکے بعد کی دہائی میں استعمال ہونے والی سیاسی تقریروں اور بیانات میں الجیریا کی قوم پرستی کو مسلم پہچان سے جوڑا گیا[v] اور سیاسی میدان میں اس سے اسلام کو ایک دیرپا اور اہم اثر حاصل ہوا۔

آزادی کی پہلی تین دہائیوں تک، الجیریا کی حکومت بہت حد تک سکیولر رہی۔ آئین کی دفعہ 2 میں اسلام کو ریاست کا مذہب[vi] بتایا گیا ہے اور دفعہ 171 کے تحت اسلامی قوانین[vii] پر رائے دینے کے لئے ایک اعلی مذہبی کونسل قائم کی گئی ہے، لیکن لیکن 1960 اور 1970 کے دوران صدر ہوری بومدین[viii] کی قیادت میں حکومت کے اندر سکیولر اثر کافی مضبوط تھا۔ حکمراں ایف ایل این غالب سیاسی پارٹی تھی اور کسی بھی طرح کی سیاسی مخالفت آئینی طور پر ممنوع تھی، یہاں تک کہ 1989 میں سیاسی اصلاحات کی آواز میں ہونے والے احتجاج اپنے عروج پر پہنچ گئے[ix]۔ جس کے بعد پابندی ہٹالی گئی اور بہت سی نئی سیاسی پارٹیوں کی تشکیل ہوئی، ان میں اسلامک سالویشن فرنٹ (ایف آئی ایس) بہت تیزی کے ساتھ سب سے مقبول ترین سیاسی پارٹی بن کر ابھری۔ 1990 میں، میونسپل اور

صوبائی انتخابات میں، ایف آئی ایس کو اکثریت سے سیٹیں حاصل ہوئیں، اور 1992 کے پارلیمانی انتخابات میں اسکا جیتنا بالکل طے تھا جب فوج نے اقتدار پر قبضہ کرلیا اور پارلیمنٹ اور ساتھ ہی ایف آئی ایس کو بھی تحلیل کردیا گیا[x]۔ ملک پر حکمرانی کرنے کے لئے فوجی کمانڈروں نے ایک اعلی ریاستی کونسل قائم کی۔ اس اقدام سے باغی اسلامی گروپوں اور حکومت کے بیچ ایک دہائی تک جاری رہنے والی خانہ جنگی کی شروعات ہوئی جس سے آبادی کے اوپر ایک بہت بڑے پیمانہ پر تباہی خیز اثرات مرتّب ہوئے[xi]۔ 1992 اور 1999 کے بیچ، جو اس خانہ جنگی کے سب سے بدترین سال تھے، الجیریا پر دہشت گردانہ حملوں، بمباریوں اور بلاامتیاز تشدّد کی یلغار رہی۔ سرکاری اہلکاروں کا اندازہ ہے کہ اس مدّت کے دوران 150،000 الجیریائی موت کا شکار ہوئے[xii]۔

1995 میں انتخابات منعقد ہوئے، لیکن ایف آئي ایس کو اس میں شرکت سے باہر رکھا گیا۔ لیامین زیرول، جو 1994 میں اعلی ریاستی کونسل کے سربراہ چنے گئے تھے، صدارت کا عہدہ جیت گئے۔ 1999 میں زیرول نے استعفی دیدیا اور ایک اور صدارتی انتخاب کا اعلان کردیا۔ دوسرے امّیدواروں کے اپنا نام واپس لے لینے کے بعد، فوج کی حمایت سے کھڑے ہونے والے امّیدوار عبدالعزیز بوتفلیقہ بلا مقابلہ چن لئے گئے، 2004 میں انھوں نے صدارتی مدّت دوسری مرتبہ بھی جیت لی[xiii]۔ 2008 میں بوتفلیقہ نے آئین سے صدارتی مدّت کی پابندی ہٹانے کے لئے پارلیمنٹ پر کامیابی کے ساتھ دباؤ ڈالا اور اسکے بعد اپریل 2009 میں وہ تیسری مدّت کے لئے بھی صدر منتخب کرلئے گئے۔

بوتفلیقہ کے زیرصدارت الجیریا میں دہشت گردانہ تشدّد میں کمی آئی ہے، اور ملک کے زیادہ تر حصّوں میں حفاظتی صورتحال مستحکم رہی ہے، اگرچہ وقتا فوقتا حملے ابھی بھی ہوتے رہتے ہیں۔ حالانکہ حکومت نے ملک پر دوبارہ اپنا کنٹرول حاصل کرلیا ہے، لیکن خانہ جنگی کے بعد کے حالات کے نتیجہ میں اسلامی رجحانات اور عمومی مذہبی کٹّرپن میں اضافہ ہوا ہے، نتیجتا حالیہ برسوں کے دوران اسکی وجہ سے مذہبی اقلیتوں اور اسلام پر عمل نہ کرنے والے مسلمانوں کی پکڑدھکڑ کو حوصلہ ملا[xiv]۔ بوتفلیقہ سیاسی اسباب کی وجہ سے اسلام پسندوں کو بھڑکانے اور انھیں بڑھاوا دینے کے لئے بھی تنقید کا نشانہ بنے ہیں۔ اس اہم طبقہ کو خوش کرنے اور اس سے مصالحت کرنے کی انکی کوششیں 2006 کے اس چارٹر میں دیکھی جاسکتی ہیں جسکے ذریعہ انھوں نے خانہ جنگی کے دوران تشدّد کا ارتکاب کرنے والے بہت سے لوگوں کو معافی کی ضمانت دی، اسکے علاوہ انھوں نے پچھلے پانچ سالوں کے دوران ایسے نئے قانون متارف کرائے جن میں مذہبی اقلّیتوں کو نشانہ بنایا گیا ہے اور تعذیری قانون کی دفعہ 144 دوسری ترمیم کے تحت حال ہی میں اخلاقی نگرانی "moral policing" کو نافذ کیا[xv]۔ یہ اقدامات الجیریائی معاشرہ کے مغربی اطوار استعمل کرنے کے عمل کو روکنے کا کام دیتے ہیں تو کچھ دوسرے لوگوں کے خیال میں یہ نوآبادیاتی دور کے فوری بعد پیدا ہونے والے اس طرز عمل کو ظاہر کرتے ہیں جکسے تحت ہر نئی چیز سے خود کو روک کر رکھا جاتا تھا[xvi] اسلام پسندوں کو دی گئی سیاسی مراعات اور سیاست کے اندر مذہب کے عمومی استحصال سے مذہب کی آزادی اور اظہار رائے کی آزادی پر مجموعی طور پر منفی اثر مرتّب ہوئے ہیں۔ حالانکہ اس ملک کے اندر کی صورتحال اس سلسلہ میں ان دوسرے ممالک کے مقابلہ کے کہیں کم شدّت رکھتی ہے جہاں مذہبی توہین کے قانون عمل میں ہیں، لیکن الیجیر کے اندر مذہبی جرائم کی وجہ سے قانونی کاروائیوں میں ہونے والا حالیہ اضافہ تشویش کی ایک وجہ ہے۔

## مذہبی توہین کے قوانین

الجیریا کی مذہبی توہین اور مذہبی توہین سے متعلّق دوسری قیود بہت سے قوانین کے اندر پائی جاتی ہیں، حالانکہ مذہبی توہین مانے جانے والے زیادہ پر معاملات میں شکنجہ کسنے کے لئے تعذیری قانون کی دفعہ 144 ترمیم 2 کا سب سے زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے تحت نبی یا اللّٰلہ کے کسی بھی رسول کی توہین کرنے یا لکھ کر، خاکہ سازی کے ذریعہ، کسی اعلانیہ یا کسی بھی دوسرے ذریعہ سے اسلامی عقائد اور تعلیمات کو بدنام کرنے پر کم سے کم پانچ سال قید کی سزا اور 50،000 سے 100،000 دینار (US$680 سے US$1,360 تک) تک کا جرمانہ لگایا جاسکتا ہے[xvii]"۔ اس قانون پر اکثر اس وجہ سے تنقید ہوئی ہے کہ یہ واضح نہیں ہے جسکی وجہ سے پولیس اور عدلیہ کے افسران کو اپنی مرضی سے اس قانون کی تعبیر کرنے کی چھوٹ ہے[xviii]۔

## بین الاقوای قوانین کے ساتھ عدم مطابقت

مذہبی توہین اور شتم سے متعلّق الجیریائی قوانین انسانی حقوق کے بین الاقوامی معیاروں سے مطابقت نہیں رکھتے۔ تعذیری قانون کی دفعہ 144 ترمیم 2 اور معلوماتی ضابطہ کی دفعہ 26 اور 77 پولیس افسران اور ججوں کو یہ اختیار دیتی ہیں کہ وہ سماج کے اوپر اپنے خود کے مذہبی نقطہ نظر کو لاگو کریں، اور اسلامی طرز عمل کی کم

سے کم کسی ایک صورت کو قانون کی طاقت دیں[xix]۔ ایسے معاملات بھی ہوئے ہیں جن میں حکومت کے ذریعہ منظور شدہ عقائد کے نظام سے اتّفاق نہ کرنے پر مسلمانوں کو بھی گرفتار کیا گیا ہے، مثلا جیسے رمضان کے مہینہ کے دوران روزے نہ رکھنا۔ اس طرح کے واقعات نسبتا کم ہی ہیں لیکن حالیہ برسوں میں انکی تعداد میں اضافہ ہوا ہے، اور انکا موجود رہنا مذہبی آزادی اور عدم امتیاز کے لئے ایک اچّھی علامت نہیں ہے۔

انسانی حقوق کے کئی اہم معاہدوں میں الجیریا بھی ایک فریق ہے، جن میں شہری و سیاسی حقوق کا بین الاقوامی عہد (ICCPR)، اذیّت کے خلاف یو این کنوینشن، عورتوں کے خلاف سبھی طرح کے امتیاز کے خاتمہ کے لئے یو این کنیونشن (CEDAW)، نسلی امتیاز کے خاتمہ کے لئے بین الاقوامی عہد (ICERD)، اور بچّوں کے حقوق سے متعلّق عہد (CRC) [xx] شامل ہیں۔ اسکے علاوہ، الجیریا کے پاس اقوام متّحدہ کی انسانی حقوق کمیٹی کی سیٹ بھی ہے، جسکے تحت سبھی ممبران کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ انسانی حقوق کا تحفّظ کرنے اور انھیں برقرار رکھنے کے لئے اپنے عہد کی پابندی کا وعدہ کریں۔ الجیریا کے مذہبی توہین اور شتم سے متعلّق قوانین سے جن حقوق کی خلاف ورزی ہوتی ہے ان میں سے اکثر انسانی حقوق کے عالمی اعلانیہ اور خود الجیریائی آئین میں بھی موجود ہیں۔

## انسانی حقوق سے استفادہ پر انکا اثر

### اظہار رائے کی آزادی

اگرچہ الجیریا کے مذہبی توہین قانون کے تحت لائے جانے والے سبھی معاملات رائے اور اظہار کی آزادی کی خلاف ورزی کی طرف لے جاتے ہیں، لیکن ان حقوق کو سب سے زیادہ نقصان ان قوانین سے پہنچتا ہے جنکا نشانہ اخباری میڈیا پر ہوتا ہے۔ ہفت روزہ *پینوراما* کے ڈائریکٹر کمال بوساد، اور ہفت روزہ *السفیر* اور اسکے مذہبی ذیلی شمارہ الّرسالہ کے ایڈیٹر برکین بودربالا کو تعذیری ضابطہ کی دفعہ 144 ترمیم 2 کے تحت فروری 2006 میں گرفتار کیا گیا تھا۔ ان دونوں جریدوں کے ذریعہ پیغمبر محمّد کے متنازعہ کارٹون کو شائع کرنے کے بعد وزارت برائے کمیونیکیشن نے انکے خلاف شکایت درج کی تھی[xxi]۔ حکومت نے *پینوراما* اور *السفیر* کو بند کردیا تھا[xxii]، لیکن دونوں صحافیوں کو اگلے مہینہ ہی رہا کردیا گیا تھا[xxiii]۔

یو۔ایس اسٹیٹ ڈیپارٹمینٹ کے مطابق، 2006 میں متنازعہ کارٹون کی اشاعت کے بعد میڈیا میں بہت سے دوسرے لوگوں کے عہدوں کو گھٹا دیا گیا تھا، انکو دوسری ذمہ داریاں تفویض کی گئیں یا پھر انکو اسکی وجہ سے ملازمت سے ہی نکال دیا گیا تھا۔ مثلا، کینال الجیریا ٹیلیویزن کے جنرل مینیجر لطفی شریط کا عہدہ گھٹا دیا گیا تھا، متعلّقہ واقعہ کو بتانے والے ایک بیان گو (narrator) کو اسکی ملازمت سے برطرف کردیا گیا، اور ٹیلیویزن چینل ثالثہ کے ڈائریکٹر ہوری خطیر کو بھی انکی ملازمت سے برطرف کردیا گیا تھا[xxiv]۔

### مذہب کی آزادی

مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کی مذہبی آزادی پر الجیریا کے مذہبی توہین قوانین کے یکساں طور پر منفی اثرات مرتّب ہوئے ہیں۔ حالیہ برسوں کے دوران رمضان کے مہینہ میں روزے نہ رکھنے کے لئے بہت سے لوگوں کو گرفتار کیا گیا، حالانکہ روزہ اسلامی قانون کے تحت ہی ایک فریضہ ہے، جبکہ الجیریائی قانون کے تحت ظاہری طور پر ایسا کرنا ضروری نہیں ہے۔ 2008 میں، بسکرا قصبہ میں چھ لوگوں کو صرف اسی مفروضہ جرم کے لئے گرفتار کیا گیا تھا۔ ستمبر 2008 میں تعذیری ضابطہ کی دفعہ 144 ترمیم 2 کے تحت انھیں مجرم پایا گیا، اور ان میں سے ہر ایک کو چار سال قید اور 100،000 دینار جرمانہ کی سزا دی گئی[xxv]۔ انھوں نے اس فیصلہ کے خلاف اپیل کی، اور اسی سال اکتوبر میں ایک اعلی عدالت نے اس فیصلہ کو الٹ دیا اور سبھی چھ استغاثہ کو بری کردیا۔

یہ کیس بعض الجیریائی ارباب اقتدار کے ذریعہ دفعہ 144 ترمیم 2 کی ایک خطرناک اور بھاری ترجمانی کے رجحان کو ظاہر کرتا ہے۔ جیسا کہ مشاہدین میں سے ایک کا کہنا تھا، کہ " اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑانے کے نام پر ہی لوگوں کو جرم میں ماخوذ کیا گیا، جب کہ کوئی ایسی شہادت موجود نہیں تھی کہ انھوں نے مذاق اڑایا تھا[xxvi]۔ ایک الجیریائی ادراریہ نگار کی دلیل تھی کہ "اس طرح کی مثال خطرناک ہے" اس سے دوسری خلاف ورزیوں کے دروازے کھلتے ہیں۔ اس بات کا تصوّر کیا جاسکتا ہے کہ کل کو کوئی جج جمعہ کی نماز کے دوران گلیوں سے گرفتار کئے گئے لوگوں کو صرف اسلئے جرم میں ماخوذ قرار دیدے کہ نماز کے دوران وہ مسجد میں موجود نہیں

تھے"[xxvii]۔ حال کے ہی ایک دوسرے تازہ ترین واقعہ میں، دو مسلمانوں، ضمیلہ صالحی اور انکے ایک بھائی کو 2009 میں الجیرس میں مذہبی توہین قانون کے تحت اور رمضان کے روزے کے دوران دن کے اوقات میں کھانے کے لئے گرفتار کیا گیا تھا۔ ان دونوں کو ہی چند دنوں کے اندر رہا کردیا گیا، اور انکے خلاف لگے الزامات ہٹالئے گئے تھے، نیچے اسے مزید تفصیل سے بتایا گیا ہے۔

## بھید بھاؤ سے آزادی

الجیریا کے مذہبی توہین اور شتم سے متعلّق قوانین اپنے مشمولات اور اپنے اثرات دونوں کے لحاذ سے امتیاز پر مبنی ہیں۔ مثال کے طور پر، دفعہ 144 ترمیم 2 میں صرف اسلامی مذہبی شخصیات کو ہی توہین سے تحفّظ فراہم کیا گیا ہے۔ اس طرح کے تحفّظات دوسرے مذاہب کو فراہم نہیں کئے گئے ہیں۔ اس قانون کا استعمال عام طور پر عقائد کی مخالفت اور مسلمانوں کے درمیان اسلام پر عمل نہ کئے جانے کی صورت میں کیا جاتا ہے، لیکن اسکا استعمال عیسائیوں کے خلاف بھی کیا گیا ہے۔ الجیریا کے عیسائی سماجی سطح پر امیتاز کا شکار ہوتے ہیں، اور 2003 میں مذہب یا عقیدے کی آزادای کے حق کے بارے میں اقوام متّحدہ کی ایک خصوصی رپورٹ میں یہ کہا کہا گیا تھا کہ، "یہ سوچ ایک عام رجحان ہے کہ سبھی الجیریائی مسلمان ہیں اور سبھی عیسائی غیرملکی ہیں جو الجیریا میں رہ رہے ہیں۔"[xxviii]۔ 2006 میں بنایا گیا قانون جسکے تحت غیر مسلموں کی عبادت کو ضابطہ میں لایا گیا ہے، آرڈیننس نمبر 06-03 اور اسکے بعد 2008 سے اسکے نافذ ہونے کے بعد سے مذہبی تقسیم اور شدّت اختیار کرگئی ہے۔

الجیریا کے اندر قانونی کاروائیوں کا سب سے زیادہ سامنا کرنے والے عیسائی راشد صغیر پر دفعہ 144 ترمیم 2 اور 2006 کے آرڈیننس[xxix] کے تحت تین مرتبہ مذہبی جرائم کے الزامات عائد کئے گئے اور ان پر مقدمہ چلایا گیا۔ آرڈیننس 06-03 کے تحت دوسرے عیسائیوں کو بھی اسی طرح نشانہ بنایا گیا ہے۔

## بنا قانونی جواز گرفتاری اور قید سے آزادی

حالانکہ بنا قانونی جواز گرفتاری اور قید میں رکھے جانے کی آئین نے ممانعت کی ہے[xxx]، لیکن ملزموں کو غیر قانونی مدّت تک قید میں رکھے جانے کی اکثر رپورٹیں سامنے آتی ہیں[xxxi] جن میں سے کچھ معاملات مذہبی توہین کے بھی ہوتے ہیں۔

رمضان کے روزوں کی خلاف ورزی کرنے کے جرم میں ضمیلہ صالحی اور انکے بھائی کو 2009 میں گرفتار کئے جانے کے بعد مختصر مدّت کے لئے الحرّاش جیل میں قید رکھا گیا تھا[xxxii]۔ سادے کپڑوں میں ملبوس پولیس والے جب انکی طرف بڑھے اور انھیں گرفتار کیا اس وقت وہ مبیّنہ طور پر اپنی ذاتی کار میں تھے[xxxiii]۔ انکے والدین نے الجیریا کی ایک معتبر غیر سرکاری تنظیم (NGO) الجیرین لیگ فار د ڈیفینس آف ہیومن رائٹس (LADDH) سے رابطہ کیا، لیکن اس سے پہلے کہ کسی طرح کی قانونی درخواست دائر کی جاتی ان دونوں کو غیر متوقّع طور پر رہا کردیا گیا۔ بظاہر یہ کیس ہٹالیا گیا اور ایک اعلی افسر کے احکامات پر پولیس فائلوں سے اسکو فورا ہی حذف کردیا گیا[xxxiv]۔ حالانکہ دونوں ہی قیدیوں کو باضابطہ گرفتار کیا گیا تھا اور جیل بھیجے جانے سے پہلے ان پر الزامات عائد کئے گئے تھے، رہائی کے لئے انھیں کسی بھی طرح کی ضابطہ کی کاروائی سے نہیں گزرنا پڑا[xxxv]۔

ایک دوسرے معاملہ میں ستمبر 2008 میں رمضان کے دوران سگریٹ نوشی کرنے پر ملزمین ٹی مصطفی، ایم فرید، ٹی حسین اور ایس سعید کو گرفتار کیا گیا اور ان پر مقدمہ چلایا گیا۔ دفعہ 144 ترمیم 2 کے تحت انھیں مجرم پایا گیا اور انھیں تین سال قید اور 100،000 دینار جرمانہ کی سزا ہوئي[xxxvi]۔ نومبر 2008 میں ایک اپیل عدالت نے اس فیصلہ کو پلٹ دیا، عدالت نے سعید کو رہا کردیا اور اور باقی تینوں کی سزا کو گھٹا کر 2 ماہ یا انکے ذریعہ جیل میں پوری کی گئی مدّت تک محدود کردیا[xxxvii] کیونکہ اپنے مقدمہ کی کاروائی کے دوران ان لوگوں کو الحراش جیل میں 60 دنوں تک قید میں رکھا گیا تھا[xxxviii]۔ انھیں جس جرم کے لئے گرفتار کیا گیا اور قید میں رکھا گیا تھا وہ بنا دلیل کوئي جائز جرم نہیں تھا، اور بنا جواز قید میں رکھنے کی ممانعت کی ممکنہ خلاف ورزی کی طرف اشارہ دیتا ہے۔ مجرموں کی نمائندگی کرنے والے ایک وکیل نے سوال اٹھایا تھا کہ "ایک سگریٹ پینے سے اسلام کی اہمیت کیسے کم ہوسکتی ہے"[xxxix]۔ ایک دوسرے مشاہد نے اس کیس کو موجودہ دور کا جادوئی شکار قرار دیا[xl]۔

## مناسب طریقئہ کار Due Process کا حق

الجیریا کے مذہبی توہین اور شتم قانون کے تحت لائے گئے معاملات میں کچھ ایسی مثالیں بھی سامنے آئی ہیں جن میں منصفانہ مقدمہ اور مناسب قانونی طریقئہ کار کے حقوق کی خلاف ورزیاں ظاہر ہوئی ہیں۔ ملزموں کو مبیّنہ طور پر بنا کسی شہادت کے فوری مقدمات چلا کر مجرم ثابت کردیا گیا اور انھیں صرف اپیل کرنے پر رہا کیا گیا۔ مثال کے طور پر، رمضان کے دوران تاش کھیلنے اور کھانے کے لئے گرفتار کئے گئے 6 افراد کے کیس میں[xli] اپیل سننے والے جج نے یہ دلیل دی کہ انھیں ابتداء میں ہی مجرم ثابت کردئے جانے سے مذہب یا عقیدے کی آئینی ضمانت کی خلاف ورزی ہوئی ہے[xlii]، اور پریس میں اس مقدمہ کو "جلدبازی میں کیا گیا اور اجتماعی" قراردیا گیا ایک ایسا مقدمہ جس میں سرے سے کسی طرح کا کوئی ثبوت ہی نہیں تھا۔[xliii] انسانی حقوق کے ایک ماہر کا کہنا تھا کہ "[مقدمہ کے بعد] دس دنوں سے بھی کم کے اندر، اتنی جلدی اپیل کی تاریخ طے کردینے کا فیصلہ یہ ظاہر کرتا ہے، کہ عدالت نے اپنی غلطی تسلیم کرلی ہے"۔[xliv]

مناسب قانونی طریقہ کار کی خلاف ورزی ضمیلہ صالحی اور انکے بھائی کے معاملہ میں بھی دیکھی گئی تھی، جنھیں انکی گرفتاری کے بعد مبیّنہ طور پر پولیس کے ذریعہ خوف زدہ کیا گیا تھا اور ڈرایا دھمکایا گیا تھا[xlv]۔ میڈیا سے بات کرتے ہوئے، صالحی نے بتایا، "انھوں نے میرے بھائی سے بہت ہی ڈرانے اور دھمکانے والے انداز میں پوچھا کہ اس نے روزہ کیوں نہیں رکھا"[xlvi]۔ پوچھ تاچھ کے دوران، صالحہ نے عربی میں لکھے ایک بیان پر دستخط بھی کئے، جبکہ وہ عربی زبان پڑھنا نہیں جانتی ہیں، جس میں لکھا ہوا تھا کہ انھوں نے دن کی روشنی میں ایک عوامی چوراہے پر خوردونوشت کا استعمال کیا، جبکہ حقیقتا وہ اپنی ذاتی کار کے اندر تھیں[xlvii]۔

مذہبی توہین اور دوسرے مذہبی الزامات کے لئے غائبانہ مقدمات (trials in absentia) کے استعمال سے منصفانہ مقدمہ کے حق کی خلاف ورزی کو بھی بڑھاوا مل سکتا ہے، خاص طور پر وہ حق جو ICCPR کی دفعہ 14.3 (d) کے تحت ہے۔ الجیریائی قانون کے تحت استغاثہ کو غائبانہ مقدمات کے فیصلوں کے بارے میں اطّلا دی جاسکتی ہے اور اگر 10 دنوں کے اندر اندر اس فیصلہ کو چیلنج نہ کیا جائے یا اسکی "مخالفت" نہ کی جائے تو یہ فیصلہ حتمی ہوجاتا ہے[xlviii]۔ اقوام متّحدہ کی انسانی حقوق کی کمیٹی نے یہ واضح کردیا ہے کہ بین الاقوامی قانون کے تحت غائبانہ مقدمات چلانے کی اجازت ہے لیکن ایسا صرف استثنائی صورتوں میں ہی کیا جانا چاہئے اسے روایت نہ بنایا جائے، اور یہ مقدمات صرف مخصوص شرائط کے تحت ہی چلائے جائینگے[xlix]۔ مثلا جیسے عدالت کو چاہئے کہ وہ مقدمہ کی تاریخ اور جگہ کے بارے میں استغاثہ کو اطّلاع دینے کے لئے معقول کوشش کرے اور اس میں شریک ہونے کی اس سے درخواست کرے[l]۔

راشد صغیر، یوسف الرّحمن، اور حامد رمضانی پر تعذیری ضابطہ کی دفعہ 144، ترمیم 2 کے تحت جنوری 2008 میں غائبانہ مقدمہ چلایا گیا تھا اور انھیں تین سال قید اور 50،000 دینار کا جرمانہ کیا گیا تھا[li]۔ ان پر ایک عیسائی نومسلم خمومہ لعید کے ذریعہ اسلام اور پیغمبر محمّد کی توہین کرنے کا الزام لگایا گیا تھا، یہ نو مسلم ان سے مبیّنہ طور پر اسلئے خلش رکھتا تھا کیونکہ انھوں نے شدّت پسند اسلامی گروپوں سے تعلّق رکھنے کی وجہ سے اس سے بات چیت ختم کردی تھی[lii]۔ استغاثہ کے فریقوں نے 10 روز کے اندر اندر اس فیصلہ کو چیلنج کیا، اور اکتوبر 2008 میں اس کیس کی پھر سے سنوائی ہوئی اور سبھی تینوں افراد کو بری کردیا گیا[liii]۔ صغیر کے مطابق، دونوں ہی مقدمات میں انھیں یا استغاثہ کے دوسرے فریقوں میں سے کسی کو بھی عدالت کی طرف سے کبھی کوئی سمن موصول نہیں ہوئے اور نہ ہی انھیں اس بات کا کوئی علم تھا کہ انکے خلاف کوئی عدالتی کاروائي ہوئی ہے جب تک کہ انھیں عدالتی فیصلہ کے بارے میں مطّلع نہ کردیا گیا۔

## نتیجہ

تعذیری ضابطہ کی دفعہ 144 ترمیم 2 نے اظہار کی آزادی پر خاص طور پر منفی اثرات ڈالے ہیں، اور بعض معاملات میں استغاثہ کو بنا کسی جواز کے گرفتاری اور غیر منصفانہ مقدمات کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ تاہم، ان قانونوں کی وجہ سے انسانی حقوق کی جو سب سے زیادہ محیط خلاف ورزیاں واقع ہوئی ہیں وہ مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کے لئے مذہب یا عقیدے کی آزادی کی خلاف ورزی ہے۔ تاہم الجیریا میں ابھی بھی ان دوسرے ممالک کے مقابلہ میں جنکا اس رپورٹ میں جائزہ لیا گیا ہے، مذہبی توہین کے بہت کم معاملات میں قانونی کاروائی کی جاتی ہے، اور قانونی نظام کے اندر موجود مذہبی توہین کی اکثر دفعات کو بہت سرگرمی سے لاگو نہیں کیا جاتا۔ لیکن عیسائیوں اور ان مسلمانوں کو قانونی طور پر خوفزدہ کرنے کے معاملہ میں حالیہ اضافہ، جنھیں نیک نہیں سمجھا جاتا، ایک تشویشناک رجحان ہے جسکا مقصد مسلمانوں کے بیچ عقائد کے اختلاف کو خاموش کرنا اور عیسائیوں اور غیر مسلموں کو ڈرانا دھمکانا اور انھیں خوفزدہ کرنا ہے۔

[i] Constitution of Algeria, Article 36: Freedom of religion and freedom of expression are inviolable; Article 29: Citizens are equal before the law, without any possible discrimination on the basis of birth, race, sex, opinion or any other condition or social or personal circumstance

[ii] Journalists, editors, and other members of the media have been charged with criminal defamation or libel of government officials and institutions, in violation of international standards for press freedom, but there do not appear to be prosecutions for blasphemy under Article 26 or Article 77 of the Information Code

[iii] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Algeria," in *International Religious Freedom Report 2009* (Washington, DC: U.S. Department of State, October 2009), http://www.state.gov/g/drl/rls/irf/2009/127344.htm

[iv] Ibid.; "Hard Times for Evangelicals in Algeria," France 24, March 27, 2008, http://www.france24.com/en/20080326-hard-times-evangelicals-algeria-algeria

[v] UN Economic and Social Council, Commission on Human Rights, 59th Session, *Report by Mr. Abdelfattah Amor, Special Rapporteur on Freedom of Religion or Belief, Submitted Pursuant to Commission on Human Rights Resolution 2002/40,* January 9, 2003, (E/CN.4/2003/66/Add.1), paragraph 10, http://www.unhchr.ch/huridocda/huridoca.nsf/2848af408d01ec0ac1256609004e770b/8eff226e6cb5860ac1256cf000345e5b?OpenDocument&Highlight=2,E/CN.4/2003/66/Add.1

[vii] Constitution of Algeria, Article 171; Tad Stahnke and Robert C. Blitt, "The Religion-State Relationship and the Right to Freedom of Religion or Belief: A Comparative Textual Analysis of the Constitutions of Predominantly Muslim Countries," *Georgetown Journal of International Law* 36 (2005), 6.-

[viii] Alfred de Montesquiou, "As Algeria Grows More Islamic, Nightlife Suffers," Associated Press, August 8, 2009, available at http://abcnews.go.com/International/wireStory?id=8283951; Commission on Human Rights, *Report of the Special Rapporteur on Freedom of Religion or Belief.*

[ix] U.S. Department of State, "Background Note: Algeria," August 2, 2010, http://www.state.gov/r/pa/ei/bgn/8005.htm.

[x] Some analysts attributed the FIS's electoral success to voters' rejection of the FLN following three decades of failed economic policies, as opposed to widespread support for the creation of a theocratic state. See Gwynne Dyer, "Islamic Fundamentalists' Election in Algeria Cause for Worry; A Victorious Muslim Tide?" *Hamilton Spectator* (Ontario, Canada), January 6, 1992; "Algeria Country Profile," British Broadcasting Corporation (BBC), February 25, 2010, http://news.bbc.co.uk/1/hi/world/middle_east/country_profiles/790556.stm; Chafika Kahina Bouagache, "The Algerian Law on Associations Within Its Historical Context," *International Journal of Not-for-Profit Law* 9 (2007), http://www.icnl.org/knowledge/ijnl/vol9iss2/special_3.htm.

[xi] U.S. Department of State, "Background Note: Algeria."

[xii] Ibid.; "Algeria Country Profile," BBC.

[xiii] U.S. Department of State, "Background Note: Algeria"; "Algeria Country Profile," BBC.

[xiv] Signs of increased Islamization are plentiful, and many Algerian commentators have written about the country's shift toward religious conservatism, evidenced by the artificial amplification of the Muslim call to prayer ordered by Bouteflika in 2005 (though this had been expressly banned by the High Council of State in 1994); an increase in the number of

women wearing the *hijab*, or headscarf; construction of new mosques, and in particular the state-funded construction of the third largest mosque in the world; and the reported closure of more than 40 bars and nightclubs around Algiers between 2008 and 2009. See Chawki Freiha, "Signe supplémentaire de l'Islamisation en Algérie: la 'saudisation' des moeurs" [A Further Sign of Islamization in Algeria: The 'Saudization' of Morals], MediArabe, June 6, 2007, http://www.mediarabe.info/spip.php?article787; Olivier Guitta, "Al Qaeda Making Giant Strides in Algeria," *Washington Examiner*, June 25, 2009, http://www.washingtonexaminer.com/opinion/columns/OpEd-Contributor/Olivier-Guitta-Al-Qaeda-making-giant-strides-in-Algeria-49083036.html; Agence France-Presse, "Algeria To Build World's Third Largest Mosque," Al-Arabiya, October 28, 2009, http://www.alarabiya.net/articles/2009/10/28/89488.html; Montesquiou, "As Algeria Grows More Islamic, Nightlife Suffers."

[xv] Ordinance No. 06-03 of 2006, which regulates the practice of non-Muslim religions and has been used largely to limit freedom of religion for Christians, was not enforced until February 2008. Some have attributed this timing to the Bouteflika's need to rally support among Islamist constituencies for the removal of presidential term limits, which was achieved in November 2008. See "Undue Attention in Algeria: An Islamic Nation Decides To Enforce Its Worship Restrictions After All," Compass Direct News, August 11, 2008, http://www.christianitytoday.com/ct/2008/september/3.16.html.

[xvi] Confidential conversation with Algerian lawyer A, July 25, 2010.

[xvii] Article 144 bis 2: "Est puni d'un emprisonnement de trios (3) à cinq (5) ans et d'une amende de 50.000 DA à 100.000 DA, ou de l'une de ces peines seulement, quiconque offense le prophète (paix et salut soient sur lui) et les envoyés de Dieu ou dénigre le dogme ou les préceptes de l'Islam, que ce soit par voie d'écrit, de dessin, de déclaration ou tout autre moyen." Algerian Penal Code of 1979 (as amended by Law No. 01-09 of June 26, 2001), http://www.droit.mjustice.dz/legisl_fr_de_06_au_juil_08/code_penal_avec_mod_06.pdf.

[xviii] Confidential conversation with Algerian lawyer A, July 25, 2010.

[xix] Damaris Kremida and Michael Larson, "Algerian Christians Acquitted in Blasphemy Case," Compass Direct News, October 30, 2008, available at http://www.libertereligieuse.com/voir_news.php?id=239.

[xx] UN Human Rights Council, *Compilation Prepared by the Office of the High Commissioner for Human Rights, in Accordance with Paragraph 15(b) of the Annex to Human Rights Council Resolution 5/1: ALGERIA*, March 26, 2008, (A/HRC/WG.6/1/DZA/2), http://ap.ohchr.org/documents/alldocs.aspx?doc_id=13960.

[xxi] International Federation of Journalists (IFJ), *Breaking the Chains: Arab World and Iran Press Freedom Report* (Brussels: IFJ, May 2007), available at http://www.protectionline.org/IMG/.../Breaking_the_Chains_report_FinalENG.doc.

[xxii] Human Rights Watch, "Cartoon Controversy: Drop Criminal Charges for Publication," news release, February 15, 2006, http://www.hrw.org/en/news/2006/02/15/cartoon-controversy-drop-criminal-charges-publication.

[xxiii] Human Rights Watch, "Cartoon Controversy: Drop Criminal Charges for Publication," news release, February 15, 2006, http://www.hrw.org/en/news/2006/02/15/cartoon-controversy-drop-criminal-charges-publication.

[xxiv] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Algeria," in *2006 Country Reports on Human Rights Practices* (Washington, DC: U.S. Department of State, March 2007), http://www.state.gov/g/drl/rls/hrrpt/2006/78849.htm.

[xxv] "Algérie: 4 ans ferme pour ne pas avoir respecté le Ramadan" [Algeria: 4 Years in Prison for Failing to Respect Ramadan], *Le Figaro*, October 7, 2007,

http://www.lefigaro.fr/international/2008/10/07/01003-20081007ARTFIG00743-algerie-ans-ferme-pour-ne-pas-avoir-respecte-le-ramadan-.php.

[xxvi] Quoting Boudjemaâ Ghechir, president of the Algerian League for the Defense of Human Rights (Ligue Algérienne pour la Défense des Droits de l'Homme, or LADDH), in "Biskra: Six personnes condamnées pour non-respect du Ramadhan" [Six People Sentenced for Disrespect of Ramadan], *El Watan*, October 6, 2008.

[xxvii] Quoting Boudjemaâ Ghechir, president of the Algerian League for the Defense of Human Rights (Ligue Algérienne pour la Défense des Droits de l'Homme, or LADDH), in "Biskra: Six personnes condamnées pour non-respect du Ramadhan" [Six People Sentenced for Disrespect of Ramadan], *El Watan*, October 6, 2008.

[xxviii] Commission on Human Rights, *Report by Special Rapporteur on Freedom of Religion or Belief*, paragraph 72.

[xxix] Constitution of Algeria, Article 47.

[xxx] Constitution of Algeria, Article 47.

[xxxi] Constitution of Algeria, Article 47.

[xxxii] Constitution of Algeria, Article 47.

[xxxiii] Constitution of Algeria, Article 47.

[xxxiv] Constitution of Algeria, Article 47.

[xxxv] Constitution of Algeria, Article 47.

[xxxvi] Constitution of Algeria, Article 47.

[xxxvii] Constitution of Algeria, Article 47.

[xxxviii] Constitution of Algeria, Article 47.

[xxxix] Constitution of Algeria, Article 47.

[xl] Benphodil, "Les actes d'intolérance se multiplient."

[xli] Moussaoui Hafedh and Nouri Nesrouche, "Condamnés par le tribunal de Biskra pour non-respect du Ramadhan: Les prévenus relaxés par la cour d'appel" [Convicted by the Court of Biskra for Disrespect of Ramadan: Defendants Acquitted by Court of Appeal], *El Watan*, October 8, 2008, http://www.wluml.org/fr/node/190.

[xlii] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Algeria," in *International Religious Freedom Report 2009*.

[xliii] Hafedh and Nesrouche, "Condamnés par le tribunal de Biskra pour non-respect du Ramadhan."

[xliv] Ibid. [Original French: "Je crois que le fait de fixer l'audience en appel dans un délai très court, moins de dix jours, implique que la justice reconnaît son tort."]

[xlv] Police at first reportedly tried to accuse the cousin of drinking alcohol in public, then accused the pair of being lovers. See "Deux jeunes incarcérés puis remis en liberté," *El Watan*.

[xlvi] Ibid. [Original French: "Ils ont interrogé mon cousin de façon très musclée sur le fait de ne pas jeûner."]

[xlvii] Ibid.

[xlviii] Confidential conversation with Algerian lawyer B, July 23, 2010.

[xlix] Human Rights Committee, Ninetieth Session, *General Comment 32, 2007*, (UN Doc: CCPR/C/GC/32), http://daccess-dds-ny.un.org/doc/UNDOC/GEN/G07/437/71/PDF/G0743771.pdf?OpenElement.

[l] UN Human Rights Committee, *Views of the Human Rights Committee under Article 5, Paragraph 4, of the Optional Protocol to the International Covenant on Civil and Political Rights*, March 25, 1983 (CCPR/C/18/D/16/1977), http://www.estadodederechocdh.uchile.cl/media/documentacion/archivos/MonguyaDPCCPR.pdf.

[li] Confidential conversation with Algerian lawyer B, July 23, 2010.
[lii] Ibid.
[liii] Kremida and Larson, "Algerian Christians Acquitted in Blasphemy Case"; Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Algeria," in *International Religious Freedom Report 2009*.

# مصر

## تعارف

مصر کی حکومت اپنے شہریوں کی تقریر، اظہار رائے اور نظریہ کی ازادی پر غیرمناسب طور پر سخت اور کچلنے والی پابندیاں عائد کرنے کی وجہ سے ایک لمبے عرصہ سے تنقید کا نشانہ رہی ہے۔ باوجود اسکے کہ مصر کے آئین میں تقریر کی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے مصر کے تعذیری ضابطہ (EPC) کی رو سے کسی بھی طرح کی مذہبی توہین یا شتم کا ارتکاب کرنا، صدر کی توہین کرنا، ایسی خبریں، اعدادوشمار یا معلومات پھیلانا جس سے دوسرے ممالک میں مصر کی ساکھ کو نقصان پہنچ سکتا ہے اور یا آئین کی تنقید کرنا، مجرمانہ عمل کے دائرہ میں آتے ہیں۔ اسی طرح۔ صحافیوں اور ناشرین کے کام پر بھی سخت طرح کی پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔ حالانکہ مصر کے اندر ایسے بہت سے قانون موجود ہیں جو آزادئ اظہار پر قیود لگاتے ہیں، لیکن اس باب میں خاص طور پر مذہبی توہین کے بارے میں بات کی جائگی یا پھر ان قوانین کے بارے میں بات کی جائگی جن کے تحت افراد پر بشمول ارتداد، مذہبی جرائم کا الزام لگایا گیا ہے۔

مصر کا مذہبی توہین قانون EPC کے آرٹیکل 98(f) میں موجود ہے، جبکہ بہت سے ایسے دوسرے آرٹیکل بھی موجود ہیں جو مذہبی توہین کی مختلف شکلوں کو مجرمانہ قرار دیتے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ فکرمندی کی بات عدلیہ کے نظام کے ذریعہ حسبہ کا اس قانون میں داخل کیا جانا ہے، حسبہ ایک اسلامی اصول ہے جسکے تحت ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے خلاف عدالتی کاروائي کرسکتا ہے اگر اسے لگتا ہے کہ اس شخص نے اسلام کی خلاف ورزی کی ہے۔ اس طرح کے معاملات کی حالانکہ مصر کے قانون میں کوئی بنیاد نہیں ہے لیکن عدالتوں کے فیصلوں سے ایسی نظیریں قائم ہوئی ہیں جکنی وجہ سے حسبہ کے معاملے عدالتوں میں دائر کئے جاتے ہیں۔

## پس منظر

1922 میں مصر کی آزادی سے لیکر شہنشاہیت کا خاتمہ کرنے والی 1952 کی فوجی بغاوت تک، بہت سی سیاسی پارٹیوں کی تشکیل ہوئی، جن میں سے ایک اخوان المسلمین بھی ہے، جو 1921 میں اپنے قیام کے وقت سے ہی مصر کی سیاست میں تناؤ کا ایک بہت بڑا ذریعہ رہی ہے۔ لیفٹینینٹ کرنل جمال عبد النّاصر نے 1952 میں اپنی قیادت میں ہونے والی فوجی بغاوت کے بعد 1970 میں اپنی موت تک اس ملک پر حکمرانی کی۔ 1954 میں اخوان المسلمین کے ایک فرد نے انکا قتل کرنے کی کوشش کی جسکے بعد انھوں نے پورے ملک میں اس تنظیم کی پکڑدھکڑ شروع کرادی اور اسکے ہزاروں ممبروں کو جیلوں میں ڈال دیا گیا، اسکے بعد سے ہی مصر کے نام نہاد انتہاپسندوں کے خلاف ظلم کی ایک لمبی مہم کی شروعات ہوئی[1]۔

مصر کے موجودہ سربراہ ریاست، صدر حسنی مبارک اسلام پسندوں کے ذریعہ 1981 میں اپنے پیش رو انور السّادات کے قتل کے بعد سے ہی اقتدار میں ہیں۔ 1990 میں اور 2000 کی شروعات میں اسلام پسندوں کے حملے اکثرو پیشتر ہونے لگے، اور اسکے جواب میں اسلام پسندوں کے خلاف عمومی طور پر بڑے پیمانہ پر ایک بار پھر سے سخت پکڑ دھکڑ شروع ہوئی۔ ہزاروں لوگوں کو بنا کسی قانونی جواز کے گرفتار کرکر قید میں ڈال دیا گیا، اور ملک کی غیر معمولی یا فوجی عدالتوں کا خوب کھل کر غلط استعمال کیا گیا[2]۔ آج – جنگجو یا بصورت دیگر – دونوں طرح کے اسلام پسندوں کو مسلسل نشانہ بنایا جارہا ہے اور مصری افسران کسی بھی طرح کی آزادانہ سیاسی سرگرمی پر کڑی نظر رکھ رہے ہیں اور اسے ختم کررہے ہیں۔ 1960 میں اسلام پسندوں کو جس مخصوص امتیاز کا سامنا کرنا پڑا تھا وہ آج کے معاصر مصر میں کچھ حد تک ابھی بھی جاری ہے۔ مثال کے طور پر ،ہیومن رائٹس واچ کی رپورٹ میں یہ کہا گیا ہے کہ حکومت اسلام پسندوں کو زیادہ مدّت تک پکڑ کر قید میں رکھتی ہے اور انکے خلاف زیادہ سخت سزاؤں کا استعمال کرتی ہے [3]۔

اخوان المسلمون پر 1954 سے پابندی عائد ہے اور اسکے لیڈروں کو وقتا فوقتا گرفتار کیا جاتا رہتا ہے۔ تاہم غیر سرکاری طور پر اس تنظیم کو بحیثیت مجموعی 1970 سے برداشت کیا جارہا ہے[4]۔ 2005 کے پارلیمانی انتخابات میں انھیں قابل ذکر حمایت حاصل ہوئی اور 444 میں سے انھیں 88 سیٹیں حاصل ہوئی تھیں جس سے وہ حکمراں نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی[5] کے مقابلہ میں سب سے بڑا بلاک بن کر ابھری[6]۔ اخوان المسلمون کے بہت سے امّیدواروں نے اپنی مہم میں تنظیم کا نعرہ "اسلام ہی حل ہے" استعمال کیا، اور یہ واضح کردیا کہ انکی وابستگی کس سے ہے[7]۔

کچھ لوگوں نے اس وجہ سے یہاں تک کہہ دیا کہ مصر کا سیاسی منظرنامہ اندرونی طور پر مذہبی ہے۔ تبصرہ نگاروں نے اخوان المسلمون کے حق میں بڑھتی ہوئی حمایت کو حسنی مبارک کے ذریعہ سبھی طرح کی سیاسی حزب اختلاف تحریکوں کو کچل دینے سے منسوب کیا ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے ایک خلا پیدا ہوا جسے مذہبی ادارے پورا کررہے ہیں:

> مصری حکمران طبقہ جیسے جیسے اقتدار پر اپنی گرفت مضبوط کرتا جارہا ہے، ویسے ویسے یہ اسلامی تنظیموں کے لئے ایک نیا مقام اور نئے سامعین بھی پیدا کرتا جارہا ہے جہاں وہ اپنے خود کے مذہبی ایجنڈا کو بڑھاوا دے سکیں۔ تناقض کی بات یہ ہے کہ اپنے عوام کو سیاسی جگہ دینے سے انکار کرکر مصری حکومت عوامی دائرہ اختیار کے اندر اسلامی تنظیموں کے اختیار کو اور زیادہ تقویت دے رہی ہے، اور اسکے نتیجہ میں یہ اپنے کنٹرول کا ایک بڑا حصّہ انکے حوالے کررہی ہے[8]۔

کچھ تجزیہ نگاروں نے یہ نوٹ کیا ہے کہ اسلامی شریعت سے متعلق معاملات کو دیکھتے وقت عدلیہ اور عاملہ کے بیچ ایک دکھائی دینے والا تناؤ موجود ہوتا ہے[9]۔ اس طرح کے قریب قریب ہر ایک معاملہ میں عدالتوں نے قرآن اور شریعت (اسلامی قانون) کی ترجمانی کرتے وقت قدامت پرست طریقہ اپنایا۔ اس طرح کے عقائد کو لوگوں پر نافذ کرنے میں مبارک کی دلچسپی بہت کم دکھائی دیتی ہے، حالانکہ وہ مذہبی اداروں کو ایسا کرتے رہنے کی اجازت بھی دیتے ہیں، جیسا کہ الازہر یونورسٹی کو حاصل احتسابی کردار (censorship role) سے ظاہر ہوتا ہے، جسکے بارے میں نیچے ذکر کیا گیا ہے۔ ماہرین نے اس طرف بھی توجّہ دلائی ہے کہ پچھلی دو دہائیوں میں حسبہ سے متعلق معاملات کا ایک تاننا بندھ گیا اور یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ کس طرح عدلیہ اور سماج دونوں کے اوپر قدامت پرست مذہبی اداروں کا اثر بڑھتا چلا جارہا ہے[10]۔

اس سے پہلے کہ مصر کے مذہبی توہن کے قانون اور انسانی حقوق پر انکے اثرات کا جائزہ لیا جائے یہ جان لینا بہت ہی ضروری ہے کہ مصر کے آئین میں ایسی گنجائش موجود ہے جس کے ذریعہ دوسری آزادیوں کے علاوہ مذہب اور اظہار کی آزادی کے مسئلہ سے نپٹا جائے۔ آرٹیکل 46 "عقیدے کی آزادی اور مذہبی حقوق کو عمل میں لانے کی آزادی" کی ضمانت دیتا ہے"۔ آرٹیکل 47 میں نظریہ کی آزادی کو تحفّظ دیا گیا ہے، اور اسی طرح آرٹیکل 48 میں پریس، پرنٹنگ، اشاعت اور عوامی میڈیا کو آزادی دی گئی ہے، اس آرٹیکل میں اخبارات پر پابندی لگانے یا انتظامی طریقوں سے انکو برخواست یا معطّل کرنے کی ممانعت ہے"[11]۔ اسکے علاوہ آرٹیکل 40 میں آئین نے کسی بھی طرح کے امتیاز سے آزادی کی ضمانت دی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ: قانون کی نظر میں سبھی شہری برابر ہیں۔ اور اپنی جنس، نسل، زبان، مذہب یا عقیدے کی وجہ سے بنا کسی بھید بھاؤ کے انکو مساوی عوامی حقوق اور ذمّہ داریاں حاصل ہیں۔[12]"

تاہم آئین کی یہ سبھی دفعات دفعہ 2 کے ساتھ ملا کر پڑھی جائنگی، جس میں کہا گیا ہے کہ "ریاست کا مذہب اسلام ہے"----اور قانون سازی کا اصل ذریعہ اسلامی اصول قوانین (شریعت) ہیں۔"[13]۔ شریعت پر اتنا زیادہ زور دیا جانا مصر کے غیر مسلموں کے لئے مسائل پیدا کرتا ہے، اور اسکی وجہ سے عدم رواداری کا ماحول بھی پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایک تبصرہ نگار کا کہنا ہے، آرٹیکل 2 کی وجہ سے سماج کے اندر طاقت کے رشتہ کو بنانے اور اسے برقرار رکھنے میں بہت سی اہم ثقافتی پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں، کیونکہ اسکی وجہ سے مختلف پس منظروں سے تعلّق رکھنے والے گروپوں کے لئے مساویات حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔"[14]۔ مزیدبرآں، وہ مسلمان جو اپنا مذہب تبدیل کرکر کسی دوسرے مذہب میں داخل ہونا چاہتے ہیں یا جو اسلام پر سوال کھڑے کرتے ہیں، ایسے مسلمانوں پر مرتد ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے اور انھیں بھید بھاؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

شریعت کے کردار کو سرکاری روپ دئے جانے کا مطلب ہے مذہب توہین اور شتم کے سبھی معاملات میں کسی بھی انسان پر مرتد ہونے کا الزام لگایا جاسکتا ہے – اور بعض اوقات اسکا جرم ثابت کرکر اسے مجرم قرار دیا جاسکتا ہے –

جس کے نتیجہ میں مزید امتیاز اور بھیدبھاؤ پیدا ہوسکتا ہے۔ شرعی قانون کے تحت ارتداد کے وسیع تر نتائج پیدا ہوتے ہیں اور اسکی وجہ سے وراثت، شادی، اور سرپرستی تبدیل ہوجاتی ہے، اور بعض معاملات میں اسکی وجہ سے جبری طور پر طلاق بھی کرادی جاتی ہے۔ حالانکہ اس مسئلہ پر کوئی رسمی قانون موجود نہیں ہے لیکن اسکے باوجود ارتداد کے سوال پر مصری عدالتوں نے نئے قانونی اصول وضع کئے ہیں[15]۔

مصر کے اندر نظریہ اور اظہار کی آزادی پر بنائے گئے قوانین کو مصر کا ایمرجینسی قانون اور مشکل و پیچیدہ بنادیتا ہے، یہ قانون سرکاری افسران کو وسیع تر اختیارات تفویض کرتا ہے۔ 1958 کا قانون نمبر 162 پہلی مرتبہ 1967 میں استعمال میں لایا گیا تھا اور 1981 سے یہ اب تک بنا کسی رکاوٹ کے لاگو ہے[16]۔ اس میں تازہ ترین تجدید 2010 میں کی گئی تھی اور کچھ مثبت ترمیمات کا اس میں اضافہ کیا گیا، مثلا جیسے سینسرشپ کے قانون کو ختم کردیا گیا۔ لیکن انسانی حقوق کے گروپوں اور یونائٹیڈ اسٹیٹس سمیت بہت سی غیر ملکی حکومتوں نے اس تجدید پر کڑی تنقید کی تھی[17]۔ ایمرجینسی قانون میں اور دوسری چیزوں کے علاوہ یہ گنجائش رکھی گئی ہے کہ وزیر داخلہ کے حکم پر کسی بھی شخص بنا کسی الزام یا مقدمہ کے گرفتار کرکر 45 دنوں تک حراست میں رکھا جسکتا ہے، اور 45 دنوں کی اس مدّت کی تجدید غیر معیّنہ مدّت تک کی جاسکتی ہے۔ مذہبی توہین یا شتم کے الزامات کے تحت گرفتار کئے گئے لوگوں کو اسی قانون کے تحت قید میں رکھا گیا ہے۔ اسکے علاوہ یہ قانون شہریوں پر فوجی عدالتوں یا مخصوص ایمرجینسی عدالتوں میں مقدمہ چلانے کی بھی اجازت دیتا ہے جکسے خلاف کسی طرح کی اپیل کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ مذہبی توہین اور شتم کے قانون کے نفاذ سے پیدا ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں ایمرجینسی قانون کی وجہ سے اور زیادہ شدید روپ اختیار کرلیتی ہیں۔

## مذہبی توہین کے قانون

مذہبی توہین سے متعلّق مصر کا اصل قانون، EPC کے آرٹیکل 98 (f) تحت کسی بھی آسمانی مذہب کی توہین یا اسکو برا کہنے کو، قومی اتّحاد اور سماجی ہم آہنگی کو بگاڑنے کو یا اشتعال انگیزی پیدا کرنے کے مقصد کے ساتھ۔۔۔انتھا پسندانہ نظریات کی حمایت یا انھیں بڑھاوا دینے کے لئے مذہب کے استعمال کو ایک مجرمانہ عمل قرار دیتا ہے"[18]۔ EPC کی دوسری دفعات میں مذہبی توہین کی مختلف صورتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر، آرٹیکل 160 کے تحت مذہبی عمارتوں، مقامات، علامات، عیسائی قبرستانوں، مسلمانوں کے قبرستانوں کو برباد کرنے، توڑ پھوڑ کرنے انکی بے حرمتی کرنے یا مذہبی رسومات میں خلل ڈالنے پر سزا کا ذکر کیا گیا ہے[19]۔ آرٹیکل 161 کے تحت حکومت کے ذریعہ منظور شدہ کسی بھی آسمانی مذہب (جیسے اسلام، یہودیت اور عیسائیت وغیرہ) کے خلاف جان بوجھ کر توڑ مروڑ کر پیش کئے گئے مذہبی مواد کی اشاعت اور لوگوں کے بیچ اسے تقسیم کرنے پر ممانعت ہے، اسی آرٹیکل کے تحت، عوام کے بیچ مذہبی رسومات کا مذاق اڑانا یا ان پر ہنسنا بھی ایک قانونی جرم ہے[20]۔ آرٹیکل 176 کے تحت لوگوں کو ورغلانے یا کسی مذہبی فرقہ کی توہین کرنے یا اسکے خلاف نفرت پھیلانے پر سزا کی گنجائش ہے[21]. اور آرٹیکل 178 کے تحت "عوامی اخلاقیات" کے خلاف کسی بھی طرح کی دستاویز کو اپنے پاس رکھنے، اسے تقسیم کرنے یا اسے تیار کرنے کے لئے دو سال تک قید کی سزا رکھی گئی ہے، حالانکہ "عوامی اخلاقیات" کی اصطلاح کی واضح طور پر تعریف نہیں کی گئی ہے[22]۔

## بین الاقوامی قانون کے ساتھ عدم مطابقت

مصر کے مذہبی توہین اور شتم سے متعلّق قوانین انساسی حقوق کے بین الاقوامی معیاروں سے مطابقت نہیں رکھتے۔ آزادئی اظہار اور مذہب کی آزادی پر ان قوانین سے شدید اور بلا جواز تحدیدات عائد ہوتی ہیں اور دوسرے انسانی حقوق سے استفادہ کرنے پر انن کافی منفی اثرات پیدا ہوتے ہیں، جیسا کہ نیچے بیان کیا گیا ہے۔

انسانی حقوق کے کئی اہم معاہدوں میں مصر کی حکومت بھی ایک فریق ہے، جن میں شہری و سیاسی حقوق کا بین الاقوامی عہد (ICCPR)، معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق پر بین الاقوامی عہد (ICESCR)، سبھی طرح کے نسلی امتیاز کے خاتمہ کے لئے بین الاقوامی عہد (ICERD) اور عورتوں کے خلاف سبھی طرح کے امتیاز کے خاتمہ کے لئے کنیونشن (CEDAW) شامل ہیں۔ آئین کے آرٹیکل 151 کے مطابق، سبھی بین الاقوامی معاہدوں کو اپنی تکمیل، منظوری، اور ثابت شدہ طریقہ کے مطابق اپنی اشاعت کے بعد نفاذ کی قانونی طاقت حاصل ہوگی[23]۔ مزید برآں مصر کے مذہبی

توہین اور شتم سے متعلّق قوانین کی وجہ سے جن بہت سے حقوق کی خلاف ورزی ہوتی ہے ان سبھی حقوق کو واضح طور پر خود آئین میں تحفّظ فراہم کیا گیا ہے اور وہ انسانی حقوق کے بین الاقوامی اعلانیہ میں درج ہیں۔بین الاقوامی قانون کے تحت اس ملک کے فرائض سے ان قانونوں کا سطحوں پر ٹکراؤ ہوتا ہے، جن میں ان کا نفاذ اور انھیں نفوذ میں لانے کے لئے استعمال ہونے والا طریقہ کار بھی شامل ہیں۔

## غلط استعمال روکنے کے لئے حفاظتی روک کی کمی

آزادئ اظہار جیسے بنیادی انسانی حقوق کو محدود کرنے کے علاوہ، مذہبی توہین اور شتم کے قانون میں ایسی اندرونی حفاظتی روک کی بھی کمی ہے جس کے ذریعہ انکے غلط استعمال کو روکا جاسکے جسکے نتیجہ میں ان حقوق پر مزید تحدیدات عائد ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر انکو بہت ہی مبہم انداز میں لکھا گیا ہے اور اہم اصطلاحات کی وضاحت صاف طور پر نہیں کی گئی ہے۔ ایک اور تصبرہ نگار کے مطابق، مصر کے قانون اپنی نوعیت کے اعتابر سے زیادہ تر "ردّعمل پر مبنی" ہیں یعنی کوئی بھی قانون کسی مخصوص صورتحال سے نپٹنے کے لئے وجود میں آتا ہے۔ قانون سازی کا یہ طریقہ کار قانون کو بہت ہی محدود بنادیتا ہے اور اسے بعد میں اسے اور زیادہ عمومی بنانے کی کوشش میں یہ قانون بہت زیادہ مبہم ہوجاتا ہے[24]۔

EPC کے آرٹیکل 98 (f) میں استعمال کی گئی وسیع اور غیر واضح اصطلاحات نے اس دفعہ کو سیاسی یا ذاتی معاملات برابر کرنے کا ایک فائدہ مند ذریعہ بنا دیا ہے، جسکے ذریعہ حکومت کے ناقدین کو، انسانی حقوق کا دفاع کرنے والوں کو اور حزب اختلاف کی پارٹیوں کو خاموش کیا جاتا ہے اور ہم جنس پرستوں جیسے کمزور نشانہ بن سکنے والے گروپوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، مئی 2001 میں گیے لوگوں کے ایک مقبول ترین نائٹ کلب پر چھاپہ کے بعد مبیّنہ طور پر 50 سے زیادہ ہم جنس پرستوں کو گرفتا کیا گیا تھا۔ ان سبھی لوگوں پر "عادتا تعیش پرستی" کا الزام لگایا گیا تھا اور اس فرقہ کے 2 مفروضہ لیڈروں شریف فرحت اور محمود ڈوکلا پر آرٹیکل 98 (f) کے تحت مذہبی توہین کا الزام لگایا تھا۔ انکو بالآخر مجرم پایا گیا اور انھیں بالترتیب پانچ اور تین سال کی سزا دی گئی[25]۔

ایک اور دوسرے معاملہ میں ایک کینیڈیائی تنظیم مڈل ایسٹ کرسچن ایسو سی ایشن (MECA) کے دو انسانی حقوق کارکنوں – عادل فوزی فلتاس اور پیٹر عزّات کو اگست 2007 میں "ایک آسمانی مذہب کی توہین" کرنے کے شبہ پر صرف اس لئے گرفتار کرلیا گیا کہ انھوں نے اپنے کاموں میں کوپٹک عیسائیوں کے حقوق کا دفاع کیا تھا[26]۔ اپنی گرفتاری سے کچھ روز پہلے ان دونوں افراد نے ایک کوپٹک عیسائی کے گھروالوں کے ساتھ ملاقات کی تھی جسے مبیّنہ طور پر پولیس والوں نے قتل کردیا تھا[27]۔ MECA نے عیسائی نومسلم مصطفی ہیگازی کے متنازعہ معاملہ کی حمایت کا کام بھی کیا تھا اور 2000 میں کاشیش کے ایک شمالی گاؤں میں 21 کاپٹیوں کے قتل کے عوض معاوضہ طلب کرنے کے لئے حال ہی میں حکومت پر مقدمہ بھی چلایا تھا۔ MECA کے ایک نمائندہ نے اس خیال کا اظہار کیا کہ فلتاس اور عزّات کی گرفتاری حکومت کے ذریعہ خوفزدہ کئے جانے کی ہی ایک شکل ہے اور اسکا نشانہ بحیثیت مجموعی پوری تنظیم پر ہے[28]۔ 2007 میں ان دونوں افراد کو بالآخر رہا کردیا گیا اور انکے خلاف کسی طرح کے رسمی الزامات آگے نہیں بڑھائے گئے، لیکن یہ معاملہ واضح کرتا ہے کہ مصر کے مذہبی توہین اور شتم سے متعلّق قانون اور ایمرجینسی قانون کے ذریعہ حکومت کو تفویض کردہ اختیارات ایک ساتھ مل کر لوگوں کے حقوق کو صلب کرنے اور مخصوص افراد اور گروپوں کو نشانہ بنانے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں[29]۔

مذہبی توہین اور شتم سے متعلق قوانین کو اسلام کی مختلف ترجمانی کو روکنے کے لئے بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔ اسلام پر سوال اٹھانے کے نتیجہ میں توہین مذہب کا مقدمہ چلایا جاسکتا ہے اور اسکے نتیجہ میں ارتداد کا الزام عائد ہوسکتا ہے یا ارتداد کے جرم میں ماخوذ کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ بیکٹ فنڈ برائے مذہبی آزادی میں یہ دلیل دی گئی ہے، تعذیری ضابطہ کے آرٹیکل 98 (f)، 160، 161، 176 اور 178 کا استعمال لگاتار ایسے افراد کے خلاف کیا جاتا ہے جو مذہب کے بارے میں برامن بحثوں میں حصّہ لیتے ہیں"[30]۔

## حسبہ کا غلط ا ستعمال

مصر کی عدالت عالیہ کے 1966 کے ایک فیصلہ میں کورٹ آف کیسیشن نے یہ واضح کردیا کہ شریعت کے اندر قانونی نظام کی بنیاد کو دھیان میں رکھتے ہوئے قانونی طریقہ کار کی شکل میں حسبہ کی اجازت دی جاسکتی ہے[31]۔ قانونی نظیریں حسبہ کے تحت دائر کئے جانے والے مقدمات میں عدالتوں کو یہ اختیار دیتی ہیں کہ وہ مذہبی توہین کے قانون کے تحت افراد کو مجرم قرار دیں اور انکو مرتد سمجھیں۔ اسلامی اصول فقہ کے تحت، حسبہ کا اصول ایک مسلمان کو اسکی اجازت دیتا ہے کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کے خلاف مقدمہ قائم کرے اگر اسے لگتا ہے کہ استغاثہ کا طریقہ کار اسلام کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے[32]۔ تاہم یہ تصوّر بہت ہی غیر واضح ہے اور اسکے حساب سے کسی بھی عمل کو اسلام کے خلاف ایک جرم مان کر اس پر مقدمہ قائم کیا جاسکتا ہے۔ بین الاقوامی PEN فاؤنڈیشن کے مطابق، ذاتی اسباب یا بلیک میل کرنے کے مقصد تک سے اس میکانزم کا مبیّنہ طور پر غلط استعمال کیا جاتا ہے۔[33]

1980 اور 1990 کے دوران مصر کے درجنوں ماہرین تعلیم اور مفکّروں پر حسبہ کے تحت قانونی کاروائیاں کی گئیں۔ ان میں سے ایک مشہور معاملہ قاہرہ یونورسٹی میں عربی زبان اور اسلامیات کے پروفیسر نصر ابو زید کا ہے، جنھیں 1995 میں مذہبی توہین قانون کے تحت گرفتار کیا گیا تھا اور ان پر اپنی کچھ تصنیفات میں اسلام کے خلاف توہین آمیز الفاظ استعمال کرنے کا الزام لگایا تھا۔ انکا کہنا ہے کہ وہ یہ مانتے ہیں کہ انکی گرفتاری انکے اور ایک دوسرے پروفیسر کے بیچ سیاسی اختلافات کا نتیجہ تھی اور اس میں ذاتی عناد کا پہلو شامل تھا" [34]۔ بہت سے ذرائع کے مطابق، عربی زبان کے ایک دوسرے پروفیسر اور مذہبی عالم عبدالسبور شاہین کے ساتھ ابو زید کا ایک کافی لمبا اور مسلسل علمی تنازعہ تھا[35]۔ ایک دوسرے مشاہد کا یہ بھی کہنا ہے کہ انکے کیس میں سوائے ذاتی حساب برابر کرنے کے اور کوئی دوسرا مقصد پورا نہیں ہوا[36]۔ ابو زید کو مذہبی توہین کا مجرم پایا گیا اور کورٹ آف کیسیشن نے یہ فیصلہ دیا کہ کسی دستاویزی ثبوت یا جان بوجھ کر کئے گئے ایسے کسی اقدام کی غیر موجودگی کے باوجود جس سے اردتداد کا اعلان ہوتا ہو، انکی لکھی ہوئی تصنیفات خود ارتداد کا ثبوت ہیں[37]۔ چونکہ اسلامی قانون کی موجودہ ترجمانی کے مطابق، ایک مسلم عورت کیسی غیر مسلم مرد سے شادی نہیں کرسکتی، ابوزید کو ملک چھوڑ کر نیدرلینڈ بھاگنا پڑا کہ انھیں زبردستی انکی بیوی سے طلاق دلاکر علاحدہ نہ کروادیا جائے[38]۔

مصر کے وکلاء، دانشوروں اور میڈیا کے کچھ حصّہ نے دانشوروں اور مذہبی مخالفت رکھنے والوں کے خلاف قانونی کاروائی کے لئے حسبہ کے بے انتہا استعمال کے خلاف اعتراضات اٹھائے، اور 1996 میں اس کے استعمال کو محدود کرنے کے لئے مصر کی پارلیمینٹ نے دو قانون پاس کئے۔ پہلے قانون کے تحت حسبہ کا معاملہ عدالت میں اس وقت تک نہیں لے جایا جائگا جب تک کہ پرازکیوٹر کی نظر میں پہلے یہ معاملہ حسبہ کے تحت عدالت میں لے جائے جانے کے لئے مناسب نہ ہو۔ دوسرے قانون کے تحت، شکایت کنندہ کے لئے یہ لازمی ہوگا کہ اس معاملہ میں اسکی بھی "ذاتی دلچسپی" ہو۔ تاہم عملی طور پر ان حفاظتی روکوں کو ہمیشہ لاگو نہیں کیا جاتا۔ عربک نیٹورک فار ہیومن رائٹس انفارمیشن (ANHRI) کے مطابق، عدالتوں نے حسبہ کے بہت سے معاملات کو سنوائی کے لئے منظوری دی باوجود اس کے کہ پرازکیوٹروں نے اسکی مناسب چھان بین نہیں کی تھی[39]۔

مصر میں نسائیت کی علمبردار اور مصنّفہ نویل السادوی کے معاملہ میں 2001 میں یہ بات خاص طور پر دیکھی گئی تھی۔ جنھیں حج کی اصل اور شریعت کے وراثت کے اصولوں کے بارے میں تبصرہ کرنے پر، جسکے تحت مردوں کو عورتوں کا دوگنا حصّہ دیا جاتا ہے، اسلام کے خلاف مذہبی توہین کا الزام لگایا گیا تھا[40]۔ قاہرہ کے ایک وکیل نبیل الوحش نے سادوی کے خلاف حسبہ کی شکایت درج کی، لیکن اس معاملہ کو پرازکیوٹر جنرل کے دفتر میں پیش کرنے کے بجائے وہ سیدھے دیوانی معاملات کی عدالت میں پہنچے[41]۔ یہ امّید کی جارہی تھی کہ سادوی کے خلاف الزامات کو پہلی ہی سنوائی میں برخاست کردیا جائگا، لیکن انھیں پھر سے دوبارہ عدالت میں آنے کے لئے کہا گیا اور وحّاش کو یہ موقع دیا گیا کہ وہ اپنی شکایت کی سنوائی کرواسکیں[42]۔ کئی ہفتوں بعد، عدالت نے مبیّنہ طور پر پرازکیوٹر جنرل کی سفارشات پر ان الزامات کو خارج کردیا[43]۔ حالانکہ پرازکیوشن نے اس کیس کو مزید آگے نہیں بڑھایا لیکن یہ حقیقت کہ اس کیس کو قانون کے بنیادی طریقہ کار کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے فورا ہی خارج نہیں کیا گیا، یہ ظاہر کرتی ہے کہ حسبہ کے معاملات کا استعمال آزادئ اظہار اور نظریہ پر پابندی لگانے کے لئے مسلسل کیا جارہا ہے۔

## انسانی حقوق سے استفادہ پر ان قوانین کا اثر

### اظہار کی آزادی

مذہبی توہین اور شتم پر مصر کی پابندی کی وجہ سے اظہار کی آزادی پر شدید اور ناجائز پابندیاں عائد ہوئی ہیں۔ یہ قانون ملک میں اشاعت سے پہلے چھان بین کرنے والے ایک وسیع تر میکینزم کے ذریعہ لاگو کیا جاتا ہے[44]۔ ایسے بہت سے ادارے ہیں جنکا کام اشاعت سے پہلے کسی بھی طرح کے مواد کا جائزہ لینا ہے جن میں سے کچھ عاملہ کے سطح کے ہیں۔ تاہم مسلمانوں کے سبھی طرح کے مذہبی مواد کی چھان پھٹک الازہر یونورسٹی کی ایک اسلامی تحقیق کونسل کے ذریعہ کی جاتی ہے، یہ ملک کی سب سے پرانی یونورسٹی ہے اور سنّی مسلمانوں کا ایک بہت ہی بااختیار ادارہ ہے جو شریعت کی اپنی قدیم اور روایتی ترجمانی کے لئے جانا جاتا ہے۔ 1985 کے قانون نمبر 102 نے الازہر یونورسٹی کو یہ اختیار دیا کہ وہ ملک کے قرآن اور حدیث (نبی کی تعلیمات) کی اشاعت کو ضابطہ کے تحت لائے۔ تجزیہ نگاروں کے مطابق، "اس کے اختیار دھیرے دھیرے بڑھنے لگا اور آج یہ ادارہ نہ صرف ان کتابوں پر پابندی لگانے میں شامل ہے جنکا تعلّق براہ راست طور پر قرآن اور *حدیث* سے ہوتا ہے، بلکہ بہت سی ایسی دوسری کتابوں پر بھی پابندی لگانے میں شامل ہے جنکا تعلّق مذہب سے اتّفاقی طور پر ہوتا ہے[45]"۔ 1994 میں حکومت نے یہ واضح کردیا کہ اسلامی معاملات میں الازہر ہی وہ مجاز ادارہ ہوگا جس سے وزارت ثقافت رجوع کریگی، اور یہ کہ مذہب کے بارے میں بحث کرنے والی فلموں، کتابوں اور ٹیپوں کے لئے لائسینس اسی ادارے کے ذریعہ جاری کئے جائنگے[46]"۔ مصر میں ممنوعہ قرار دی گئی کتابوں کی فہرست بہت ہی طویل ہے اور اس میں روزانہ نئے نئے ٹائٹلوں کا مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔

ایسے بے شمار واقعات ہوئے ہیں جب مذہبی اسباب کی بنا پر میگزینوں اور اخبارات پر سینسرشپ لگائی گئی ہے۔ 2006 میں یورپ کے اہم اخبارات *لی فیگارو* اور *فرینکفرٹر ایلجیمین زیٹونک* کے ایڈیشنوں پر صرف اسلئے پابندی عائد کردی گئی کیونکہ ان میں ایسے مضامین تھے جو "اسلام کے بارے میں توہین آمیز" لگتے تھے[47]۔ مصر کی میگزین *عبادہ* کا پبلیشنگ لائسینس 2009 میں ایک ایسی نظم کی وجہ سے منسوخ کردیا گیا جو 2007 میں شائع کی گئی تھی اور جسے مذہب کے بارے میں توہین آمیز خیال کیا گیا تھا۔ [48] حالانکہ بعد میں اپیل کرنے پر اس فیصلہ کو بدل دیا گیا تھا۔

[پل باکس] اس وقت چل رہے ایک تازہ معاملہ میں مصر کے ایک مسلمان مصنّف یوسف زیدان پر اپنی کتاب *عزازیل* میں عیسائیت کے خلاف توہین کا الزام لگایا گیا ہے۔ کاپٹک گروپوں انے EPC کی دفعہ 98 (f) کے تحت شکایت درج کی اور یہ دلیل دی کہ اس کتاب میں عیسائیت اور اس مذہب کی کچھ اہم شخصیات کی توہین کی گئی ہے، پراسکیوٹر

جنرل کا دفتر اس قت اس دعوی کی چھان بین کررہا ہے[49]۔ یہ کیس آگے کس طرح بڑھتا ہے، اسکی بہت اہمیت ہوگی، کیونکہ یہ پہلا معاملہ ہے جہاں عیسائیت کے دفاع میں آرٹیکل 98 (f) کا ا ستعمال کیا گیا ہے۔ حکومت نے اسلام سے متعلق اشاعتوں کی چھان بین کا کام اگرچہ الازہر یونورسٹی کو تفویض کیا ہے، کاپٹک آرتھوڈوکس چرچ غیر سرکاری طور پر یہی کام عسیائیت سے متعلق کتابوں کے معاملہ میں کرتا ہے۔ چرچ نے اگرچہ *عزازیل* کی چھان بین نہیں کی تھی کیونکہ یہ مذہبی موضوع نہ ہوکر ایک مقبول ادبی موضوع تھا[50]۔

کتابوں اور مجلّوں کے علاوہ انٹرنیٹ کے اوپر بھی اظہار بیان پر پابندی لگانے کے لئے مذہبی توہین اور شتم کے قوانین کا غلط استعمال کیا گیا ہے۔ الازہر کی قیادت کے بارے میں سخت تنقیدی باتیں لکھنے کے لئے بلاگر کریم عامر کو 2006 میں گرفتار کیا گیا اور 2007 میں انھیں چار سال قید کی سزا دی گئی تھی۔ بلاجواز قانونی گرفتاری سے متعلق اقوام متّحدہ کے ورکنگ گروپ نے یہ پایا کہ انکے خلاف لگائے گئے کیس سے ICCPR کی دفعہ 19 اور انسانی حقوق کے عالمی اعلانیہ کے تحت اظہار کی آزادی کے انکے بنیادی حق کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ ورکنگ گروپ نے یہ نتیجہ نکالا کہ "مذہب کی برائی سے لوگوں کو تکلیف پہنچ سکتی ہے اور انکے احساسات مجروح ہوسکتے ہیں، لیکن اسکے نتیجہ میں مذہب کی آزادی کے انکے حقوق کی براہ راست کوئی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ بین الاقوامی قانون ایسے نظریات یا عقائد پر پابندی کی اجازت نہیں دیتا جو آبادی کی اکثریت یا حکومت کے ذریعہ تجویز کردہ مذہبی عقائد سے الگ ہوں۔[51]

## مذہب کی آزادی

آرٹیکل 98 (f) اس لحاذ سے امتیاز پر مبنی ہے کہ اس میں صرف تین "آسمانی مذاہب" یعنی اسلام، یہودیت، اور عیسائیت کے خلاف ہی مذہبی توہین کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ غیر تسلیم شدہ مذہبی اقلیتی گروپ جیسے بہائي اور احمدیہ جو اسلام کے ہی منحرف فرقہ ہیں، اس قانون کے تحت کوئی تحفّظ حاصل نہیں کرتے اور اس قانون سے غیر متناسب طور پر متاثر ہوتے ہیں۔[52]

عیسائیوں اور یہودیوں کے برخلاف بہائی مذہب اور احمدی اپنے مذہب پر عمل کرنے کے لئے قانونی طور پر آزاد نہیں ہیں۔ درحقیقت، بہائی مذہب پر عمل کو مذہبی توہین خیال کیا جاتا ہے۔ 1969 کے قانون نمبر 263 کے تحت یہ مذہب مجرمانہ ہے، اس قانون کے تحت بہائیوں کے اداروں اور انکی فرقہ وارانہ سرگرمیوں پر پابندی عائد ہوتی ہے اور بہائی کسی بھی طرح کی قانونی حیثیت سے محروم ہیں[53]۔ حکومت نے یہ دلیل دی ہے کہ 'عوامی نظم' کو برقرار رکھنے کے لئے یہ قانون اختیار کیا گیا ہے[54]. اور مصر کی اعلی ترین انتظامی عدالت سمیت سبھی عدالتوں نے اس موقف کی تصدیق کی ہے[55]۔ بہائیوں کی قومی روحانی اسمبلی کے مطابق، مصر کے اندر بہائی مذہب کے پیروکاروں کو گرفتاری، قید اور جیل میں ڈال دئے جانے کے بہت سے واقعات کا سامنا کرنا پڑا ہے جس میں سب سے تازہ ترین واقعہ 2001 کا تھا۔ پولیس کے ذریعہ بہائیوں کی لگاتار نگرانی کی جاتی ہے۔ انکے گھروں کی وقتا فوقتا تلاشی لی جاتی ہے اور بہائی مواد کو ضبط کرنے کے بعد ضائع کردیا جاتا ہے[56]۔

مصر کے مذہبی توہین کے قانون کے تحت بہت سے ایسے دوسرے لوگوں کے خلاف بھی قانونی کاروائی کی جاتی ہے جن کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ سنّی اسلام کی حکومت کے ذریعہ تسلیم شدہ شکل سے منحرف ہوگئے ہیں، جیسا کہ عبدل سبور الکاشف اور محمّد رضوان کے معاملہ میں ہوا تھا۔ الکاشف ایک اسلامی فرقہ کے لیڈر تھے اور

انھوں نے خدا کو دیکھنے کا دعوی کیا تھا؛ رضوان انکے پیروکاروں میں سے ایک تھا۔ انھیں 2006 میں ایک عوامی چوراہے پر لوگوں کے بیچ تبلیغ کرنے اور مسلمانوں سے دن میں پانچ وقت کی نماز روکنے کی مانگ کرنے کے بعد مذہبی توہین قانون کے تحت گرفتار کیا گیا تھا[57]۔ کاشف کو مبیّنہ طور پر خدا کو دیکھنے کا دعوی کرنے کی وجہ سے 11 سال جیل کی سزا دی گئی تھر اور رضوان کو دوزخ اور جنّت کے وجود کا انکار کرنے کے لئے 3 سال کی سزا ہوئی؛ ان دونوں پر آرٹیکل 98(f) کے تحت الزامات عائد کئے گئے تھے۔ ایک اپیل عدالت نے بعد میں کاشف کی سزا کو گھٹا کر چھ سال کردیا تھا لیکن رضوان کی سزا کی مدّت کو برقرار رکھا تھا[58]۔

حسبہ کے مصری اصول قانون مذہب یا عقیدے کی آزادی پر شدید پابندی عائد کرتے ہیں، کیونکہ کسی بھی طرح کے مذہبی عقائد کے اختلاف کو نشانہ بنانے کے لئے یا اسلام کی سرکاری ترجمانی سے انحراف کے خلاف اس پروسیجر کو غلط طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مذہب کی آزادی اور اظہار کی آزادی کے اصول دونوں ہی مذہبی معاملات پر نظریات کے اختلاف کی گنجائش پیدا کرتے ہیں، اور نصر ابو زید اور دوسرے مصری مصنّفوں و ماہرین تعلیم کو جس خوف اور قانونی دہشت کا سامنا کرنا پڑا ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مصر کے اندرونی حالات کس حد تک ان

اصولوں سے ٹکراتے ہیں۔

## بھید بھاؤ اور امتیاز سے آزادی

مصر کے قانون اور مذہبی طریقۂ کار نے، اپنا مذہب تبدیل کرنے کے مسلمانوں کے حق کو منفی طور پر متاثر کیا ہے، جبکہ یہ حق جملہ مذہبی آزادی کا ایک بنیادی جزء ہے[59]۔ یہ پابندیاں بھی مذہبی بھید بھاؤ کے مترادف ہیں، کیونکہ کس طرح کی پابندیاں اور قیود غیر-مسلموں پر عائد نہیں ہوتیں۔ قاہرہ کی ایک اہم انتظامی عدالت نے اپنے فیصلہ میں اس بات کی تصدیق کی تھی کہ ارتداد اسلام کے بنیادی اصولوں کی خلاف ورزی ہے، اسلئے اسلام سے تبدیلئ مذہب کرکے کسی دوسرے مذہب میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جاسکتی[60]۔ اس فیصلہ میں یہ بھی کہا گیا کہ اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی پر کچھ تحدیدات بھی عائد ہوتی ہیں، جیسے عوامی نظم کی برقراری، عوامی اخلاقیات، اور اسلام کے بنیادی اصولوں اور دفعات کا اتّباع[61]۔ عدالت نے آگے اسکی مزید وضاحت میں یہ بھی کہا کہ، "عوامی نظم" سے اسلام کا سرکاری مذہب، اور مصر کی مسلم آبادی کی اکثریت مراد ہے، اور مصری قانون اصولی ماخذ اسلامی قانون ہی ہے[62]۔ دریں اثناء، وہ عیسائی جو اپنا مذہب تبدیل کرکر اسلام میں داخل ہونا چاہتے ہیں انھیں ایسا کرنے میں کسی طرح کے چیلینجیس کا سامنا نہیں کرنا پڑتا[63]۔

حالیہ برسوں میں ایسے بہت سے قابل ذکر واقعات ہوئے ہیں جن میں ایسے مسلمانوں کے خلاف بھید بھاؤ کا مظاہرہ سامنے آیا جو اپنے آپکو کسی دوسرے مذہب سے جوڑ کر اپنی پہچان بنانا چاہتے تھے۔ 2005 میں، اپنا مذہب تبدیل کرکر عیسائی بنے بہاؤالعقّاد کو "آسمانی مذہب کی توہین کرنے" کے شبہ پر ایمرجینسی قانون کے تحت گرفتار کرکر قید کردیا گیا تھا[64]۔ 2007 میں بالآخر رہا کردئے جانے سے پہلے انھیں 2 سال سے زیادہ عرصہ تک بنا کسی الزام اور مقدمہ کے جیل میں رکھا گیا تھا۔ 2007[65]. میں ہی ایک دوسرے معاملہ میں، اپنا مذہب تبدیل کرکر عیسائی بنے محمّد ہیگازی نے عدالت کے سامنے ایک درخواست دی کہ حکومت کی طرف سے جاری کئے گئے پہچان کارڈ میں انھیں انکا مذہب اسلام سے عیسائیت میں تبدیل کرنے کی اجازت دی جائے۔ وہ مبیّنہ طور پر پہلے عیسائی تھے جنھوں نے اپنی تبدیلئ مذہب کی سرکاری منظوری حاصل کرنے کی کوشش کی تھی[66]۔ اپریل 2010 میں انکی قانونی درخواستوں کو ردّ کردئے جانے کے خلاف عدالت میں درخواست دینے اور عدالتوں کے ذریعہ التوا میں رکھے جانے کے دو سال بعد (اس مدّت کے دوران انھیں موت کی دھمکیاں بھی ملتی رہیں اور اپنا مذہب تبدیل کردینے کی وجہ سے بھید بھاؤ کا سامنا بھی کرنا

پڑا) ہیگازی کو معاملہ کو ایک بار پھر سے اس وقت تک کے لئے التوا میں ڈال دیا گیا جب تک کہ آئین کی دفعہ 47 سے متعلق ایک معاملہ کا فیصلہ آئینی عدالت سے نہیں آجاتا، جس میں مذہب کی آزادی فراہم کی گئی ہے[67]۔

## بنااا جواز گرفتاری اور قید سے آزادی

بناجواز گرفتاری اور قید کے مسئلہ کو مصر کے ایمرجینسی قانون اور مذہبی توہین کو روکنے کے لئے استعمال کی گئی اسکی زبان نے اور بھی زیادہ پیچیدہ بنادیا ہے۔ 2006 میں اس قانون میں ترمیم کی گئی اور بنا کسی الزام یا مقدمہ کے قید میں رکھے جانے کی مدّت کو محدود کرکر چھ ماہ کردیا گیا[68]۔ تاہم بہت سی غیرسرکاری تنظیموں (NGOs) کا کہنا ہے کہ یہ پابندی صرف اصولی طور پر موجود ہے، کیونکہ عملی طور پر، لوگوں کو بنا کسی الزام اور مقدمہ کے سالوں تک اور بعض معاملات میں تو دہائیوں سے مسلسل قید میں رکھا جارہا ہے۔ یو۔ایس ڈیپارٹمینٹ آف اسٹیٹ نے "ایمجرجینسی قانون کے تحت ہزاروں افراد کی بڑے پیمانہ پر گرفتاری" کو نٹ کیا ہے[69]۔ مصر کی حکومت کا کہنا ہے کہ ایمرجینسی قانون کے تحت گرفتار کرنے اور قید کرنے کے اختیارات پر عدالتی نظرثانی کی جاسکتی ہے، جس سے انکے غلط استعمال کو روکنے میں مدد ملتی ہے۔ تاہم حکومت عام طور پر، ایمرجینسی قانون کے تحت قید کئے گئے لوگوں کو رہا کرنے کے عدالتی احکامات کو خارج کردیتی ہے اور وزارت داخلہ کو قانون کے تحت اپنے اختیار سے قید کی تجدید کرنے کا اختیار حاصل ہے[70]۔

کاپٹک عیسائی فرقہ سے تعلق رکھنے والے بلاگر ہانی نظیر کا معاملہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ایمرجینسی قانون کے تحت گرفتاری اور مذہبی توہین کے قانون کے استعمال کو ایک ساتھ استعمال کرنے پر انہیں کس طرح غلط طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ نظیر نے اپنے بلاگ پر مبیّنہ طور پر ایک لنک پوسٹ کیا تھا جس میں ایک ایسی کتاب کو کور دکھایا گیا تھا جسکو اسلام کے بارے میں توہین آمیز خیال کیا گیا تھا[71]۔ اکتوبر 2008 کو انھیں ایمرجینسی قانون کے تحت گرفتار کیا گیا اور تب سے وہ برج العرب جیل میں قید ہیں۔[72]۔ نظیر کے ANHRI وکیل نے نظیر کی رہائی کے لئے عدالت سے پانچ مرتبہ احکامات حاصل کئے، لیکن جولائی 2010 سے پہلے انھیں رہا نہیں کیا گیا۔[73]۔ تاہم جب بھی انکی رہائی کے لئے احکامات جاری ہوئے سکیورٹی فورسیز نے ان احکامات کے خلاف اپیل کی اور وزارت داخلہ سے انکی گرفتاری کے لئے نئے احکامات حاصل کرلئے۔ ایک NGO کی طرف سے یہ رپورٹ موصول ہوئی ہے کہ، اپنی رہائی کے تازہ ترین احکامات حاصل کرنے کے بعد نظیر کو مختصر مدّت کے لئے ایک پولیس اسٹیشن لے جایا گیا اور کچھ دیر بعد گرفتاری کے نئے احکامات کے بعد انھیں برج العرب جیل منتقل کردیا گیا[74]۔

یہ باب بھی قابل ذکر ہے کہ، نظیر کے اوپر مذہبی توہین یا اسلام کی اہانت کرنے کے الزامات رسمی طور پر عائد نہیں کئے گئے ہیں، بلکہ انھیں صرف ایسا کرنے کے الزامات کے تحت ہی گرفتار کیا گیا تھا[75]۔ مصری حکّام کا دعوی ہے کہ انکی گرفتاری ایک احتیاطی قدم کے طور پر کی گئی ہے کیونکہ انکے بلاگ کی وجہ سے قبنہ کے مسلمانوں میں شدید احتجاج ہے اور اس سے انکی جان کو خطرہ ہے[76]۔

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، بلاگر کریم امیر کے معاملہ میں دفاع پر "اسلام کے خلاف نفرت کی ترغیب دینے"، "مذہب کی توہین کرنے"، الازہر یونورسٹی اور اسکی اسلامی تحقیق کونسل کی تنقید کرنے، یہ وہ تنظیم ہے جسکی ذمّہ داری یہ یقینی بنانا ہے کہ مصر کے اندر ہونے والی سبھی اشاعتیں شریعت کے اصولوں کے مطابق ہیں، اور "صدر کی توہین کرنے" کے الزامات لگائے گئے تھے[77]۔ 2009 میں، بلاجواز گرفتاری پر بنائے گئے اقوام متّحدہ کے ایک ورکنگ

گروپ نے پایا کہ انکی گرفتاری سے انسانی حقوق کے بین الاقوامی اعلانیہ (آرٹیکل 9 اور10)[78] اور ICCPR (آرٹیکل 10 اور 14) دونوں میں مذکور قید اور مقدمہ چلائے جانے سے متعلق دفعات کی خلاف ورزی کی گئی ہے[79]۔

اور زیادہ حال ہی میں، 15 مارچ، 2010 کو احمدیہ مذہب کے پانچ پیروکاروں کو ایمرجینسی قانون کے تحت بنا کسی الزام یا مقدمہ کے گرفتاری کے بعد 80 سے زیادہ روز تک مبیّنہ طور پر صرف اسلئے قید میں رکھا گیا تھا "کہ انکا تعلّق احمدی فرقہ سے تھا"۔ شخصی حقوق کی مصری کوشش (EIPR) کے مطابق، بالآخر ان پر EPC کے آرٹیکل 98 (f) کے تحت مذہب اسلام کی توہین کا الزام عائد کردیا گیا"[80]۔ 31 مئی کو ایمرجینسی قانون کے تحت انکی گرفتاری کے احکامات کی مدّت پوری ہوجانے کے بعد، انھیں مزید چار روز تک، ریاستی سکیورٹی پراسکیوٹر کے ذریعہ جاری کئے گئے حکم پر، قید میں رکھا گیا۔ 4 جون کو ایک فوری عدالت کے فیصلہ کے بعد ان میں سے تین لوگوں کو رہا کردیا گیا، اور 8 جون کو باقی بچے ہوئے چھ لوگوں کو بھی ریاستی سکیورٹی پراسکیوٹر کے حکم پر رہا کردیا گیا، اور یہ ایک "انتہائی حیرت انگیز قدم" تھا۔

## قانونی نمائندگی تک رسائی

ہانی نظیر اور کریم امیر کے ان مشہور ترین معاملوں سے یہ بھی سامنے آیا ہے کہ قید میں رہتے ہوئے قانونی صلاح مشورہ تک رسائی حاصل کرنے کے انکے حقوق کی بھی خلاف ورزی کی گئی[81]۔ ان دونوں افراد کی قانونی نمائندگی ANHRI کے وکلاء کررہے تھے اور ان دونوں کے اٹارنیوں کو جیل[82] میں اپنے مؤکلوں سے ملاقات کرنے کا حق نہیں دیا گیا۔ حالانکہ دونوں ہی وکیلوں نے اپنے مؤکلوں سے جیل میں ملاقات کرنے کے لئے پبلک پراسکیوٹر اور قیدیوں کے معاملات کے دفتر (Detainee Affairs Office) سے پرمٹ حاصل کئے تھے، لیکن جیل حکّام نے 2009 میں انھیں کم سے کم تین مرتبہ جیل میں داخلہ دینے سے انکار کردیا تھا[83]۔ ان انکاروں کے لئے کوئی وجوہات نہیں بتائی گئیں۔ ANHRI نے پراسکیوٹر آفس کو ایک رسمی شکایت پیش کی، لیکن ان کی تحقیقات کرنے کے مقصد سے بظاہر کوغی کاروائی نہیں کی گئی تھی[84]۔

## مناسب قانونی طریقۂ کار کا حق

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، مصر کے ایمرجینسی قانون کے تحت گرفتار کئے گئے مذہبی توہین کے مشتبہ ملزمین کو فوجی عدالتوں میں بھیجا جاسکتا ہے[85]۔ ایمرجینسی قانون حکومت کو ایسی مخصوص عدالتیں قائم کرنے کا بھی اختیار دیتا ہے جنکے فیصلوں کے خلاف اپیل کرنے کا کسی طرح کا کوئی اختیار نہیں ہوگا، جو منصفانہ مقدمہ، مناسب قانونی طریقۂ کار اور عدلیہ کی آزادی کے بین الاقوامی معیارات کو پورا نہیں کرتے[86] ایک اور تبصرہ نگار کے مطابق، "وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ، یہ واضح ہوگیا ہے کہ فوجی [مخصو عدالتیں] خود مختار ادارے نہیں ہیں کیونکہ وہ عاملہ کے دائرہ اختیار میں آتے ہیں۔ ایسا دکھائی دیتا ہ کوئي بھی ایسا نظام جہاں عدلیہ کی آزادی ایک مذاق ہے – ایک ایسا اصول جو صرف کاغذوں میں ہے – ایسے نظاموں میں ایسا کوئی میکینزم موجود نہیں ہوتا جسکے ذریعہ سے انسانی حقوق کو حاصل کیا جاسکے[87]۔

اسکے علاوہ، قیدیوں کو رہا کرنے کے لئے جاری کئے گئے مخصوص عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیل کرنے اور اپنے ہی اختیار سے گرفتاری کے نئے احکامات جاری کرنے کا وزارت داخلہ کا طریقۂ کار عدلیہ کے ذریعہ نظرثانی کے موجودہ نظام کی اہمیت کے بارے میں ہی شبہات کھڑے کرتا ہے[88]۔ جیسا کہ ہیومن رائٹس واچ کے ایک افسر نے کا

کہنا تھا، عدالتوں کے فیصلوں کا سکیورٹی افسران کے ذریعہ ردّ کردیاجانا یا انھیں ایک طرف ڈال دینا یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ قانون کے دائرہ سے باہر کام کرتے ہیں اور درحقیقت یہ وہی کرتے ہیں جو وہ چاہتے ہیں۔"[89]

حسبہ کا نظام مناسب طریقۂ کار (Due process) اور منصفانہ مقدمہ کے ان لوگوں کے قانونی حقوق کو متاثر کرتا ہے جن پر مذہبی توہین یا شتم کا الزام لگایا جاتا ہے۔ مصنّفوں اور کارکنوں کے خلاف حسبہ کے سیکڑوں معاملات درج کئے گئے ہیں، اور اسکے لئے اکثر مذہبی توہین یا ارتداد کو بہانے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے[90] اور حکّام جھوٹی اور غیرقانونی شکایتوں کو عدالت تک جانے سے روکنے یا ان پر روک لگانے میں ناکام رہے ہیں، جیسا کہ قانونی طور پر ضروری ہے۔ ANHRI کا کہنا یہ ہے کہ مصنّفوں اور رپورٹروں کے خلاف حسبہ کے بے شمار معاملات کے بارے میں حکومت کے کمزور موقف حسبہ کے معاملات اور زیادہ مضبوط ہوئے ہیں اور انکی پہنچ اب انسانی حقوق کے کارکنوں اور شہری سماج کے حامیوں تک ہوگئی ہے۔"[91]

## اذیت، ظالمانہ، غیر انسانی یا توہین آمیز سلوک سے آزادی اور زندگی و تحفّظ کا شخصی حق

اذیت، اور دوسرے ظالمانہ، غیر انسانی، یا توہین آمیز سلوک یا سزاؤں کے مصر کے خراب ریکارڈ کی کافی کڑی جانچ پڑتال کی گئی ہے اور بے شمار رپورٹوں میں انھیں دستاویزی شکل دی گئی ہے۔ مصر کے ذریعہ مجرموں کو مسلسل ایذا دینے اور برا سلوک کرنے پر،خاص طور پر انتظامی قید اور جیلوں میں رکھے جانے کے دوران، تشویش کا اظہار کیا گیا ہے، یہ تشویش بہت سی تنظیموں کے ذریعہ ظاہر کی گئی ہے جن میں حس ذیل شامل ہیں، اقوام متّحدہ کے بہت سے ماہرین اور معاہداتی تنظیمیں، دہشت گردی سے مقابلہ کے دوران انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے تحفّظ اور انکے فروغ کے لئے معمور مخصوص نمائندے، اور انسانی حقوق کمیٹی[92]۔

ہیومن رائٹس واچ کا کہنا ہے کہ مصر میں اذیت ہر طرف ایک وبا کی طرح پھیلی ہوئی ہے اور اسکا الزام ہے کہ اذیت کے خلاف کی جانے والی شکایتوں کی چھان بین یا تو کی ہی نہیں جاتی یا بہت ہی غیر مناسب طریقہ سے کی جاتی ہے، جب کہ اس سلسلہ میں قانونی کاروائی تو شاید ہی کبھی کی جاتی ہے[93]۔ اگر اذیت کے معاملہ واقع ہوبھی جاتے ہیں تو اس‌یت اور برے سلوک کے لئے دی جانے والی سزائیں بہت ہی ہلکی ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے اذیت دینے والوں کو قانونی سزا سے محفوظ رہنے کا ماحول فروغ پاتا ہے[94]۔ مذہبی توہین اور شتم کے الزامات کی بنیاد پر پکڑے گئے بہت سے افراد کو اہانت آمیز سلوک کا شکار بنایا گیا ہے۔

بنا قانونی جواز کے گرفتاری کے معاملہ پر اقوام متّحدہ کے ایک ورکنگ گروپ اور ANHRI کے مطابق، برج العرب جیل میں اپنی قید کے دوران امیر کو لگاتار استحصال کا نشانہ بنایا گیا تھا[95]۔ اس سلسلہ میں ایک مرتبہ امیر کے وکیل کے ذریعہ شکایت درج کئے جانے کے بعد بھی کم سے کم 11 دن تک متعلّقہ واقعہ کے بارے میں کوئی شکایت شروع نہیں کی گئی تھی[96]۔ ہیومن رائٹس اسٹڈیز کے قاہرہ انسٹی ٹیوٹ نے بھی اپنی رپورٹ میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ اپنی قید کے دوران امیر کو کس طرح کے "قید کے غیرانسانی ماحول" میں رکھا گیا تھا۔ مثال کے طور پر گروپ نے یہ بھی کہا کہ 2007 میں دو ماہ تک انھیں قید تنہائی میں رکھا گیا تھا اور انھیں مستقل کھانا بھی نہیں دیا گیا[97]۔

برج العرب جیل میں نظیر نے محافظوں کے ذریعہ پٹائی کئے جانے کی رپورٹ کی تھی[98]۔ ANHRI کا کہنا تھا کہ اپنی قید کے دوران جیل کے افسران نے نظیر پر اپنا مذہب تبدیل کرنے کے لئے بھی دباؤ ڈالا تھا، جسے خود ایک ظالمانہ، غیر انسانی اور توہین آمیز سلوک قرارد دیا جاسکتا ہے[99]۔ اس تنظیم کے مطابق، ان خلاف ورزیوں کے بارے میں شکایت درج کی گئی تھیں لیکن ان پر کوئی کاروائی نہیں ہوئی۔[100]۔

اذیت پہنچائے جانے کے الزامات احمدی فرقہ سے تعلّق رکھنے والے ان نو افراد کے معاملہ میں بھی سامنے آئیں تھیں جنھیں "اسلام کے ساتھ توہین کا مظاہرہ کرنے" پر گرفتار کیا گیا تھا۔ اسٹیٹ سکیورٹی پرازکیوٹر کے ذریعہ ان نو قیدیوں سے پوچھ گچھ کے دوران EIPR کے وکلاء وہاں موجود تھے جب ان میں سے بہت سے قیدیوں نے یہ الزام لگایا کہ پولیس نے انھیں اذیت دی تھی اور انھیں مجبور کیا تھا کہ وہ "اپنے خلاف لگائے گئے الزامات کا اقرار کریں"۔[101]۔ EIPR نے مبّینہ طور پر ان الزامات کی چھان بین کرائے جانے کی مانگ کی تھی۔[102]۔

ارتداد اور توہین مذہب مصری معاشرہ میں آج بھی ایک کلنک کی طرح ہیں، اور حکومت کے ذریعہ انھیں مجرمانہ قرار دئے جانے سے مذہبی بنیاد پرستوں کے ذریعہ قانون سے الگ تکلیف پہنچانے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ بنیاد پرست اسلامی گروپ اسلام کی کسی بھی مفروضہ غیر روایتی ترجمانی کے خلاف احتجاج کے لئے لوگوں کی غصّائی بھیڑ کے جمع کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں، اور ان مہموں کے ذریعہ ایسے افراد کو نشانہ بنائے جانے کا خطرہ پیدا ہوجاتا ہے جن پر اسلام کی خلاف ورزی کرنے یا اسلامی اصولوں کے بارے میں محض سوال کھڑے کرنے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ کچھ معاملوں میں توہین مذہب اور ارتداد کے ملزمین پر جسمانی حملے بھی کئے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر، مصری ناولسٹ اور نوبل انعام یافتہ نجیب محفوظ کی اسلام پرستوں نے خوب مذمّت کی اور اپنی کتاب *Children of Gaballawi* میں ان پر سکیولرزم کو بڑھاوا دینے کا الزام لگایا۔ حالانکہ انھیں کسی طرح کی قانونی کاروائی کا سامنا نہیں کرنا پڑا، لیکن اسلام پسندوں نے انکے خلاف ایک مہم چھیڑ دی، اور بالآخر مصر کے اندر انکی کتاب پر پابندی لگوانے میں کامیاب ہوگئے، اس سے انکے تحفّظ اور سکیورٹی کے لئے شدید خطرہ پیدا ہوگیا۔ اکتوبر 1994 میں، گلی میں چہل قدمی کرتے وقت، ایک اسلام پسند نے محفوظ کی گردن میں چھری ماردی تھی۔ اس حملہ میں حالانکہ وہ بچ گئے، لیکن اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اسلام کی توہین کے ملزموں کو کس طرح کے خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ہانی نظیر کے معاملہ میں، انفورسمینٹ افسران اسلام کی مبیّنہ توہین کے سلسلہ میں جب انھیں گرفتار کرنے میں ناکام رہے تب انھوں نے انکے تین بھائیوں کو تین دن تک حراست میں رکھا اور انکی بہنوں کو بھی گرفتار کرنے کی دھمکی دی۔ تب ندیم نے خود کو حاظر کیا اور اپنے بھائیوں کی رہائی حاصل کی[103]۔ اس طرح سے حوفزدہ و ہراساں کئے جانے سے کسی بھی فرد کے شخصی تحفّظ کے حقوق کی خلاف ورزی کی ہے۔

بہت سے افراد جن پر مذہبی توہین اور شتم یا دوسری طرح کی مذہبی اہانتوں کا الزام لگایا جاتا ہے انھیں بھی اس طرح کی موت کی دھمکیاں ملی ہیں۔ یہ بات ان لوگوں کے بارے میں بھی صحیح ہے جن پر ارتداد کا الزام لگایا جاتا ہے۔ مصطفی ہیگازی نے جب اپنا مذہب اسلام سے بدل کر عیسائیت کرنے کے لئے سرکاری رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کی تو انھیں بھی موت کی دھمکیاں ملیں جس سے انھیں اپنے آپکو مخفی رکھنا پڑا[104]۔ الازھر یونورسٹی کے دو مذہبی عالموں نے عوام کے سامنے ایک بیان جاری کیا اور اس میں انھوں نے اسلامی قانون کے مطابق، ہیگازی کے قتل کو صرف اسلئے جائز قرار دیا کہ انھوں نے اپنا مذہب تبدیل کرلیا تھا[105]۔

## نتیجہ

مصر کے مذہبی توہین اور شتم کے قانون، خاص طور پر جب انکے ساتھ ایمرجینسی قانون کے تحت تفویض کئے گئے وسیع تر اختیارات اور حسبہ کی شکایات کے غیر ملتوّن نظام کو بھی جوڑ دیا جائے، ایسے ملزموں کے لئے حگّام اور لوگوں کے ذریعہ انکے انسانی حقوق کی حلاف ورزی کئے جانے اور انکا استحصال کئے جانے کے شدید خطرات پیدا کردیتے ہیں۔ ان قانونوں کا شکار بننے والوں میں صحافی، ماہرین تعلیم، بلاگرس، مذہبی اقلیتیں، سیاسی مخالفین، اور ذاتی جھگڑوں میں گرفتار افراد سبھی شامل ہیں۔ جیسا کہ اس باب میں مثال کے لئے پیش کئے گئے کیسوں سے واضح ہوتا ہے، غیر مبہم الفاظ میں بیان کی گئی اور من مانے طریقہ سے نافذ کی جانے والی قیود قانون کی حکمرانی اور شہری آزادی کے ان حقوق سے مطابقت نہیں رکھتیں جنھیں برقرار رکھنے اور جنکا تحفّظ کرنے کے لئے مصر کی حکومت قانوی طور پر پابندی عہد ہے۔

---

[1] U.S. Department of State, "Background Note: Egypt," March 5, 2010, http://www.state.gov/r/pa/ei/bgn/5309.htm.

[2] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Egypt," in *2008 Country Reports on Human Rights Practices* (Washington, DC: U.S. Department of State, February 2009), http://www.state.gov/g/drl/rls/hrrpt/2008/nea/119114.htm.

[3] Human Rights Watch, *Reading Between the "Red Lines": The Repression of Academic Freedom in Egyptian Universities* (New York: Human Rights Watch, 2005), 71, http://www.hrw.org/reports/2005/egypt0605/.

[4] The U.S. Department of State reports that "members are known publicly and openly speak their views, although they do not explicitly identify themselves as members of the organization." See U.S. Department of State, "Background Note: Egypt."

[5] Daniel Williams, "Banned Islamic Movement Now the Main Opposition in Egypt," *Washington Post*, December 10, 2005, http://www.washingtonpost.com/wp-dyn/content/article/2005/12/09/AR2005120901818.html; "Gamal Mubarak's Ambitions Suffer Setback After Egypt Vote," Agence France-Presse, December 10, 2005.

[6] Daniel Williams, "Banned Islamic Movement Now the Main Opposition in Egypt," *Washington Post*, December 10, 2005, http://www.washingtonpost.com/wp-dyn/content/article/2005/12/09/AR2005120901818.html; "Gamal Mubarak's Ambitions Suffer Setback After Egypt Vote," Agence France-Presse, December 10, 2005.

[7] According to the Council on Foreign Relations, the 2005 elections featured a more open political atmosphere, largely as the result of international and domestic pressure. However, the openness came to an end on voting day, when the crackdown on the Muslim Brotherhood resumed. Reportedly more than 1,000 members were arrested between the first and last round of elections. See Sharon Otterman, "Muslim Brotherhood and Egypt's Parliamentary Elections," Council on Foreign Relations, December 1, 2005, http://www.cfr.org/publication/9319/muslim_brotherhood_and_egypts_parliamentary_elections.html; Amr Hamzawy and Nathan J. Brown, *The Egyptian Muslim*

*Brotherhood: Islamist Participation in a Closing Political Environment* (Washington, DC: Carnegie Endowment for International Peace, March 2010), 5–6, http://carnegieendowment.org/files/muslim_bros_participation.pdf; "Guide to Egypt's Elections," British Broadcasting Corporation (BBC), November 8, 2005, http://news.bbc.co.uk/1/hi/world/middle_east/4417150.stm.

[8] Bassma Kodmani, *The Dangers of Political Exclusion: Egypt's Islamist Problem* (Washington, DC: Carnegie Endowment for International Peace, October 2005), 4, http://www.carnegieendowment.org/files/cp63.kodmani.final.pdf.

[9] Maurits Berger, "Apostasy and Public Policy in Contemporary Egypt: An Evaluation of Recent Cases from Egypt's Highest Courts," *Human Rights Quarterly* 25, no. 3 (2003): 732.

[10] Ibid.; Brian Whitaker, "Egyptian Law Gives Fanatics Free Rein," *Guardian*, April 28, 2010, http://www.guardian.co.uk/commentisfree/2010/apr/28/egypt-thousand-one-nights-ban.

[11] Article 47: "Freedom of opinion shall be guaranteed. Every individual shall have the right to express his opinion and to publicize it verbally, in writing, by photography or by other means of expression within the limits of the law. Self criticism and constructive criticism shall guarantee the safety of the national structure"; Article 48: "Liberty of the press, printing, publication and mass media shall be guaranteed. Censorship on newspapers shall be forbidden as well as notifying, suspending or cancelling them by administrative methods. In a state of emergency or in time of war, a limited censorship maybe imposed on the newspapers, publications and mass media in matters related to public safety or for purposes of national security in accordance with the law." Constitution of Egypt, September 1971 (as amended in 1980, 2005, and 2007).

[12] Ibid., Article 40.

[13] A 1980 amendment changed the wording of Article 2 to read "the principle source" rather than "a principle source," strengthening the primacy of Shari'a in Egypt's legal system. See Christian Solidarity Worldwide, *Religious Freedom Profile: Egypt* (Surrey, UK: Christian Solidarity Worldwide, July 2008), 4, http://www.online2.church123.com/attach.asp?clientURN=christiansolidarityworldwide2&attachFileName=4bee0597855e8e691dced4295b358aa6.attach&attachOriginalFileName=CSW_Briefing_Egypt_July_2008.pdf.

[14] Yustina Saleh, "Law, the Rule of Law, and Religious Minorities in Egypt," *Middle East Review of International Affairs* 8, no. 4 (2004), http://meria.idc.ac.il/journal/2004/issue4/jv8no4a7.html.

[15] Berger, "Apostasy and Public Policy in Contemporary Egypt," 732.

[16] Law No. 162 has undergone several amendments, which Mubarak has claimed limit its potential for abuse or misuse, but the changes have been criticized as "cosmetic and superficial." Mubarak has also repeatedly expressed his commitment to repealing the emergency law, but it remains in force. See Human Rights Watch, "Egypt: Extending State of Emergency Violates Rights," news release, May 27, 2008, http://www.hrw.org/en/news/2008/05/27/egypt-extending-state-emergency-violates-rights; Freedom House, "Egyptian Government Continues to Use Emergency Law to Crack

Down on Freedom of Speech," news release, March 5, 2010, http://www.freedomhouse.org/template.cfm?page=70&release=1147.
[17] Yolande Knell, "Egypt Opposition to Emergency Law," BBC, May 12, 2010, http://news.bbc.co.uk/1/hi/world/middle_east/8675301.stm.
[18] Egyptian Penal Code (Law No. 58 of 1937), Article 98(f).
[19] Ibid., Article 160; see Becket Fund for Religious Liberty, *United Nations Human Rights Council Universal Periodic Review: Egypt* (Washington, DC: Becket Fund for Religious Liberty, September 2009), 4, http://lib.ohchr.org/HRBodies/UPR/Documents/Session7/EG/BF_UPR_EGY_S07_2010_TheBecketFundforReligiousLiberty.pdf.
[20] Egyptian Penal Code, Article 161.
[21] Ibid., Article 176.
[22] Ibid., Article 178.
[23] Article 151, Constitution of Egypt, September 1971 (as amended in 1980, 2005 and 2007).
[24] Yustina Saleh, "Law, the Rule of Law, and Religious Minorities in Egypt."
[25] Human Rights Watch, *In a Time of Torture: The Assault on Justice in Egypt's Crackdown on Homosexual Conduct* (New York: Human Rights Watch, 2004), 43, http://www.hrw.org/reports/2004/egypt0304/.
[26] Jonathan Spollen, "MECA Director Rejects Claims of Insulting Prophet Mohamed," *Daily News* (Egypt), August 11, 2007, http://www.dailystaregypt.com/article.aspx?ArticleID=8731.
[27] Ibid.; Tracy Huffman, "Egypt Arrests Christian Duo: Toronto-Based Religious Rights Organization Says Its Members Are Being Targeted by Cairo Police," *Toronto Star*, August 11, 2007.
[28] Paul Marshall, "Muzzling in the Name of Islam," *Washington Post*, September 29, 2007.
[29] Christian Solidarity Worldwide, *Religious Freedom Profile: Egypt*.
[30] Becket Fund for Religious Liberty, *United Nations Human Rights Council Universal Periodic Review: Egypt*, 4.
[31] Baber Johansen, "Apostasy as Objective and Depersonalized Fact: Two Recent Egyptian Court Judgments," *Social Research* 70, no. 3 (2003), http://findarticles.com/p/articles/mi_m2267/is_3_70/ai_110737774/pg_6/?tag=content;col1.
[32] Ahmed Mansour, "Hisba: A Historical Overview," Ahl AlQuran International Quranic Center, http://www.ahl-alquran.com/English/show_article.php?main_id=125.
[33] Trevor Mostyn, *Defamation in Egypt Today* (London: International PEN Foundation, March 2007), 6, http://www.internationalpen.org.uk/files/dmfile/defamationegypt.pdf.
[34] Berger, "Apostasy and Public Policy in Contemporary Egypt," 729, footnote 33.
[35] Ibid., 734; see also Mary Anne Weaver, "Revolution by Stealth," *New Yorker*, June 8, 1998, http://archives.newyorker.com/?i=1998-06-08#folio=038.
[36] Berger, "Apostasy and Public Policy in Contemporary Egypt," 728.
[37] Ibid., 734; see also Weaver, "Revolution by Stealth."
[38] Weaver, "Revolution by Stealth."

[39] Arabic Network for Human Rights Information (ANHRI), "Hesba Cases Cast Away the Civil State Principles and Citizenship Rights, Egyptian Government Has to STOP Compromising," news release, January 10, 2009, http://www.anhri.net/en/reports/2009/pr1001.shtml.
[40] For more detailed information on this case, see Nawal el-Saadawi's website at http://www.nawalsaadawi.net/.
[41] Khaled Dawoud, "Did *Hisba* Ever Go Away?" *Al-Ahram Weekly*, June 21–27, 2001, http://weekly.ahram.org.eg/2001/539/eg7.htm; Kristen A. Stilt, "Islamic Law and the Making and Remaking of the Iraqi Legal System," *George Washington International Law Review* 36 (2004).
[42] Nadia Abou el-Magd, "The Price of Freedom," *Al-Ahram Weekly*, May 31–June 6, 2001, http://weekly.ahram.org.eg/2001/536/rg7.htm; Stilt, "Islamic Law and the Making and Remaking of the Iraqi Legal System."
[43] Stilt, "Islamic Law and the Making and Remaking of the Iraqi Legal System"; "Egypt Apostasy Trial Adjourned," BBC, July 9, 2001, http://news.bbc.co.uk/1/hi/world/middle_east/1430497.stm.
[44] Arch Puddington and others, eds., "Egypt," in *Freedom in the World 2010* (New York: Freedom House; Lanham, MD: Rowman & Littlefield, 2010), http://freedomhouse.org/template.cfm?page=363&year=2010.

[45] Abdullah Saeed and Hassan Saeed, *Freedom of Religion, Apostasy and Islam* (Aldershot, UK: Ashgate, 2005), 105.
[46] Ibid., 197 (Chapter 7, footnote 19); see also Richard Engel, "Book Ban Exposes Azhar Censorship," *Middle East Times*, August 31, 2007.
[47] Reuters, "Two European Papers Face Egypt Ban," Al-Jazeera, September 24, 2006, http://english.aljazeera.net/archive/2006/09/200841014910365505.html.
[48] ANHRI, "'Ibda'e' Magazine License Cancelled; Issue of 'Share'e alsahafaa' Newspaper Confiscated," International Freedom of Expression eXchange (IFEX), April 15, 2009, http://www.ifex.org/egypt/2009/04/15/ibda_e_magazine_licence_cancelled/.
[49] Yasmine Saleh, "Egypt Christians Want Action on 'Insulting' Novel," Reuters, May 5, 2010, http://www.reuters.com/article/idUSTRE6444CQ20100505; Index on Censorship, "Egyptian Author Faces Jail for Insulting Copts," May 17, 2010, http://www.indexoncensorship.org/2010/05/egyptian-author-copts-insult/.
[50] Yasmine Saleh, "Egypt Christians Want Action on 'Insulting' Novel."
[51] UN Working Group on Arbitrary Detention, Opinion No. 35/2008 (Egypt), November 20, 2008, available at http://www.amnesty.org/sites/impact.amnesty.org/files/OPINION-No-35-2008.pdf.
[52] Becket Fund for Religious Liberty, *United Nations Human Rights Council Universal Periodic Review: Egypt*, 2.
[53] Baha'i International Community, *Situation of the Baha'i Community of Egypt* (New York: Baha'i International Community, August 2005), 9–10, http://info.bahai.org/pdf/Egypt_Situation_Aug_2005.pdf; Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Egypt," in *International Religious Freedom Report 2009* (Washington, DC: U.S. Department of State, October 2009), http://www.state.gov/g/drl/rls/irf/2009/127346.htm.

[54] Berger, "Apostasy and Public Policy in Contemporary Egypt," 725; Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Egypt," in *International Religious Freedom Report 2008* (Washington, DC: U.S. Department of State, September 2008), http://www.state.gov/g/drl/rls/irf/2008/108481.htm.
[55] Berger, "Apostasy and Public Policy in Contemporary Egypt," 725; Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Egypt," in *International Religious Freedom Report 2008* (Washington, DC: U.S. Department of State, September 2008), http://www.state.gov/g/drl/rls/irf/2008/108481.htm.
[56] U.S. House Committee on International Relations, *The Plight of Religious Minorities*: *Can Religious Pluralism Survive? Hearing Before the Subcommittee on Africa, Global Human Rights and International Operations*, 109th Cong. 2nd sess., June 30, 2006, 127–140, http://commdocs.house.gov/committees/intlrel/hfa28430.000/hfa28430_0f.htm; Baha'i International Community, *Individual UPR Contribution: Egypt* (New York: Baha'i International Community, February 2010), http://lib.ohchr.org/HRBodies/UPR/Documents/Session7/EG/BIC_UPR_EGY_S07_2010_BahaiInternationalCommunity.pdf.
[57] "Two Egyptians Face Blasphemy Trial for Setting Up Islamic Cult," Associated Press, May 10, 2006.
[58] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Egypt," in *International Religious Freedom Report 2007* (Washington, DC: U.S. Department of State, September 2007), http://www.state.gov/g/drl/rls/irf/2007/90209.htm.
[59] Article 18 of the Universal Declaration of Human Rights: "Everyone has the right to freedom of thought, conscience and religion; *this right includes freedom to change his religion or belief*, and freedom, either alone or in community with others and in public or private, to manifest his religion or belief in teaching, practice, worship and observance." [Emphasis added.]
[60] Becket Fund for Religious Liberty, *United Nations Human Rights Council Universal Periodic Review: Egypt*, 3.
[61] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, *International Religious Freedom Report 2008*.
[62] Ibid.
[63] "Egypt: Christian Convert from Islam Jailed," Compass Direct News, October 18, 2006, http://archive.compassdirect.org/en/display.php?page=news%E2%8C%A9=en&length=long&idelement=4596&backpage=archives&critere=el-akkad&countryname=Egypt&rowcur=0; "Egyptian Convert from Islam Devastated by 'Delay Tactic,'" Compass Direct News, May 17, 2010, http://www.compassdirect.org/english/country/egypt/19474/.
[64] "Egypt: Christian Convert from Islam Jailed," Compass Direct News.
[65] Egyptian Initiative for Personal Rights (EIPR) and Human Rights Watch, *Prohibited Identities: State Interference with Religious Freedom* (Cairo: EIPR; New York: Human Rights Watch, November 2007), 19 (footnote 18), http://eipr.org/en/report/2009/12/06/261/265.
[66] "Egyptian Convert from Islam Devastated by 'Delay Tactic,'" Compass Direct News.
[67] Ibid.

[68] Christian Solidarity Worldwide, *Religious Freedom Profile: Egypt*, 10; Becket Fund for Religious Liberty, *United Nations Human Rights Council Universal Periodic Review: Egypt*, 4. According to Human Rights Watch, "under the emergency law, the interior minister may order a person's detention without charge for 45 days, and indefinitely renew the order. After 30 days, a detainee can appeal before the state security court. The court can confirm the detention or order the person's release. The Interior Ministry may appeal a release order, but the court makes a final decision." See Human Rights Watch, "Egypt: Free Blogger Held Under Emergency Law," news release, April 23, 2010, http://www.hrw.org/en/news/2010/04/23/egypt-free-blogger-held-under-emergency-law.
[69] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Egypt," in *2008 Country Reports on Human Rights Practices*.
[70] Human Rights Watch, "Egypt: Government Renews State of Emergency," news release, May 11, 2010, http://www.hrw.org/en/news/2010/05/11/egypt-government-renews-state-emergency.
[71] ANHRI, "Divvying Up Roles: State Security Officers Arrest Secularist Christian Blogger for Six Months;
Church Orders Family to Keep Silent," news release, April 26, 2009, http://www.anhri.net/en/reports/2009/pr0426.shtml; Human Rights Watch, "Egypt: Free Blogger Held Under Emergency Law."
[72] Amnesty International, "Egypt: Interior Minister Must Immediately Release Egyptian Blogger Hani Nazeer," news release, January 13, 2010, http://www.amnesty.org/en/library/asset/MDE12/002/2010/en/1d46b574-0b6b-4a41-82de-760093ba42fe/mde120022010en.html.
[73] Ibid.; ANHRI, *Freedom of Expression in Egypt 2009* (Cairo: ANHRI, March 2010), http://www.anhri.net/en/?p=486; ANHRI, "Hani Nazeer FREE at last!," news release, August 28, 2010, www.anhri.net/en/?p=961.
[74] Human Rights Watch, "Egypt: Free Blogger Held Under Emergency Law."
[75] ANHRI, "Ministry of Interior Declines on the Fourth Court Decision to Release Blogger and Prisoner of Conscience Hani Nazeer," news release, December 16, 2009, http://www.anhri.net/en/reports/2009/pr1216.shtml.
[76] Human Rights Watch, "Egypt: Free Blogger Held Under Emergency Law."
[77] Amnesty International, "UN Experts Condemn Detention of Egyptian Blogger," news release, March 23, 2009, http://www.amnesty.org/en/news-and-updates/un-experts-condemn-detention-egyptian-blogger-20090323; Courtney C. Radsch, "Core to Commonplace: The Evolution of Egypt's Blogosphere," *Arab Media & Society* 6 (Fall 2008), http://www.arabmediasociety.com/?article=692.
[78] Universal Declaration of Human Rights, Article 9: "No one shall be subjected to arbitrary arrest, detention or exile"; Article 10: "Everyone is entitled in full equality to a fair and public hearing by an independent and impartial tribunal, in the determination of his rights and obligations and of any criminal charge against him."
[79] Amnesty International, "UN Experts Condemn Detention of Egyptian Blogger"; Article 19, "Article 19 Applauds UN Experts' Decision on Arbitrary Detention of Egyptian Blogger Kareem Amer," news release, March 24, 2009,

http://www.article19.org/pdfs/press/article-19-applauds-un-experts-decision-on-arbitrary-detention-of-egyptian-b.pdf.
[80] EIPR, "After 80 Days of Detention: State Security Prosecutor Releases All Ahmadi Detainees," news release, June 8, 2010, http://eipr.org/en/pressrelease/2010/06/08/903; "Egypt Ahmadis Detained Under Emergency Law," Agence France-Presse, May 14, 2010.
[81] ANHRI, *Freedom of Expression in Egypt 2009*.
[82] ANHRI, *Freedom of Expression in Egypt 2009*.
[83] Ibid.; ANHRI, "For the Second Time, Security Cancels ANHRI Lawyers Visit to the Blogger Hany Nazeer Despite Having a Permit. ANHRI Refuses State Security Bullying at Borg al-Arab 'Estate' and Requests the Prosecution to Disclose the Investigation Results Towards These Practices, If Any," news release, August 5, 2009, http://www.anhri.net/en/reports/2009/pr0805-2.shtml.
[84] Ibid.
[85] The military courts have been used to try bloggers, political dissidents, and members of the Muslim Brotherhood. See ANHRI, "Blogger Tried in Military Court," IFEX, March 2, 2010, http://www.ifex.org/egypt/2010/03/02/mostafa_military_court/; Cairo Institute for Human Rights Studies, "Geneva: Human Rights in Egypt—Counter Terrorism Law and the Price of 'Stability,'" news release, March 3, 2010, http://www.cihrs.org/English/NewsSystem/Articles/2576.aspx; Carnegie Endowment for International Peace, "Egypt," in *Arab Political Systems: Baseline Information and Reforms* (Washington, DC: Carnegie Endowment for International Peace, March 2008), http://www.carnegieendowment.org/publications/index.cfm?fa=view&id=16918.
[86] Heba Saleh, "Mubarak Opts to Extend Emergency Law," *Financial Times*, May 12, 2010, http://www.ft.com/cms/s/0/ea9b21e4-5d5d-11df-8373-00144feab49a.html; Yolande Knell, "Egypt Opposition to Emergency Law."
[87] Yustina Saleh, "Law, the Rule of Law, and Religious Minorities in Egypt."
[88] Amnesty International, "Egypt: Interior Minister Must Immediately Release Egyptian Blogger Hani Nazeer."
[89] Human Rights Watch, "Egypt: Free Blogger Held Under Emergency Law."
[90] ANHRI, "Hesba Cases Cast Away the Civil State Principles and Citizenship Rights."
[91] Ibid.
[92] See UN General Assembly, Human Rights Council, 13th Session, *Report of the Special Rapporteur on the Promotion and Protection of Human Rights and Fundamental Freedoms While Countering Terrorism, Martin Scheinin: Mission to Egypt*, October 14, 2009 (A/HRC/13/37/Add.2), 12, http://www2.ohchr.org/english/bodies/hrcouncil/docs/13session/A-HRC-13-37-Add2.pdf; UN General Assembly, Committee Against Torture, *Conclusions and Recommendations of the Committee Against Torture: Egypt*, December 23, 2002, (CAT/C/CR/29/4), http://tb.ohchr.org/default.aspx?Symbol=CAT/C/CR/29/4; UN General Assembly, Human Rights Committee, *Concluding Observations of the Human Rights Committee: Egypt*, November 28, 2002 (CCPR A/58/40), paragraph 13, http://www.unhchr.ch/tbs/doc.nsf/%28Symbol%29/CCPR.CO.76.EGY.En?Opendocument.
[93] Human Rights Watch, *UPR Submission: Egypt* (New York: Human Rights Watch, September 2009), 2,

http://lib.ohchr.org/HRBodies/UPR/Documents/Session7/EG/HRW_UPR_EGY_S07_2010_HumanRightsWatch.pdf.
[94] Ibid.
[95] ANHRI, "Karim Amer Tortured in Borg Alarab Prison, Demands to the Prosecutor-General to Investigate the Issue," news release, November 12, 2007, http://www.anhri.net/en/reports/2007/pr1112.shtml.
[96] ANHRI, "Justice in Egypt Is Not Alright: 11 Days Passed Without Ordering an Investigation into the Torturing of Karim Amer," news release, November 11, 2007, http://www.anhri.net/en/reports/2007/pr1125.shtml; UN Working Group on Arbitrary Detention, Opinion No. 35/2008.
[97] Cairo Institute for Human Rights Studies, "Postponing the Trial of the First Egyptian Blogger Tried Because of His Writings on the Internet," news release, January 18, 2007, http://www.cihrs.org/English/NewsSystem/Articles/1673.aspx; UN Working Group on Arbitrary Detention, Opinion No. 35/2008.
[98] ANHRI, *Freedom of Expression in Egypt 2009*.
[99] Ibid.; Amnesty International, "Egypt: Interior Minister Must Immediately Release Egyptian Blogger Hani Nazeer."
[100] ANHRI, *Freedom of Expression in Egypt 2009*.
[101] EIPR, "After 80 Days of Detention."
[102] Ibid.
[103] ANHRI, "Ministry of Interior Declines"; Human Rights Watch, "Egypt: Free Blogger Held Under Emergency Law."
[104] Associated Press, "Egyptian Christian Convert Goes into Hiding amid Death Threats," *Kuwait Times*, August 11, 2007, http://www.kuwaittimes.net/read_news.php?newsid=MTAxNzY2OTk2MA==.
[105] "Egyptian Convert from Islam Devastated by 'Delay Tactic,'" Compass Direct News.

# یونان

## تعارف

یونان جو ایک تسلیم شدہ جمہوریت ہے اور طویل-مدّت سے یورپی یونین **(EU)** [1] کا ممبر ہے، اپنے آئین کی دفعہ 14 کے تحت آزادئ اظہار کی ضمانت دیتا ہے[2]۔ لیکن یہ دفعہ اس حق کے اوپر کچھ تحدیدات بھی عائد کرتی ہے۔ مثال کے طور پر، اخبارات اور پرنٹ میڈیا کے اوپر اگر یونان کے صدر کی توہین کرنے، عیسائیت یا کسی دوسرے "مشہور مذہب" کے جذبات مجروح کرنے، یا "عوامی اخلاقیات سے تجاوز کرنے" کا الزام لگایا جاتا ہے تو انہیں قبضہ میں لیا جسکتا ہے"۔ یونان کے تعذیری ضابطہ میں آرٹیکل 198 اور 199 کی دفعہ 7 کے ساتھ مذہبی توہین اور شتم کے لئے بھی بیان شامل کیا گیا ہے۔ ان قوانین کے نفاذ کے نتیجہ میں آزادئ اظہار پر پابندی عائد ہوئی ہے جو بین الاقوامی اور علاقائي معاہدوں میں دی گئی اجازت سے آگے جاتے ہیں جن معاہدوں کا یونان بھی ایک فریق ہے، ان قیود کی وجہ سے فنکاروں اور دوسرے لوگوں کو اپنے آپ پر خود ہی پابندی لگانی پڑی ہے تاکہ وہ قانونی کاروائی سے بچ سکیں۔

جہاں تک مذہب کا تعلّق ہے، ملک کی آبادی نسبتا یکساں ہے، اس میں یونان کے آرتھوڈوکس عیسائی کل آبادی کا 98 فیصد حصّہ تشکیل دیتے ہیں[3]۔ یو۔ایس اسٹیٹ ڈیپارٹمینٹ کے مطابق، مسلم کل آبادی کا **1.3** فی صد ہیں، اور باقی بچی آبادی میں بہت حد تک، یہودی، رومن کیتھولک، اور دوسرے عیسائي فرقے شامل ہیں [4]۔

## پس منظر

عثمانی سلطنت سے نو سالوں تک جنگ لڑنے کے بعد 1830 میں یونان کو آزادی حاصل ہوئی۔ اس ملک کی جدید تاریخ میں خانہ جنگی اور سیاسی بدامنی کے واقعات بھی دکھائي دیتے ہیں، اس میں جنگ عظیم دوم کے بعد پیدا ہونے والی خانہ جنگی بھی شامل ہے۔ تاہم 1974 سے ہی یونان ایک عوامی جمہوریہ ہے اور 1981 میں اس نے یورپین یونین میں شمولیت اختیار کرلی۔ حالیہ دہائیوں کے دوران اس ملک کا سیاسی منظرنامہ نسبتا مستحکم رہا ہے اور یہ ملک یورپین یونین کی ممبرشپ کی شرائط کو لگاتار پورا کرتا چلا آرہا ہے [5]۔

عثمانی اقتدار کے دوران، آرتھوڈوکس چرچ نے یونانی زبان اور ثقافتی پہچان کے تحفّظ کے لئے کام کیا، اور آزادی کی جدّوجہد میں ایک اہم قوّت اور مرکز کی خدمات انجام دیں [6]۔ اس ملک کی سیاسی، ثقافتی اور سماجی تاریخ میں چرچ کے غالب کردار کی وجہ سے یونان کے قانونی نظام میں مذہبی عفیدت کی ایک بہت اعلی سطح پائی جاتی ہے [7]۔ آئین کی دفعہ 3 میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ آرتھوڈوکس چرچ یونان کا "غالب" مذہب رہیگا۔

اپنے اس سرکاری مرتبہ کی وجہ سے، آرتھوڈوکس چرچ کو بہت سی حکومتی مراعات حاصل ہیں جس میں مالی مدد بھی شامل ہے، جو بقیہ دوسرے مذاہب کو حاصل نہیں ہیں [8]۔ مثال کے طور پر، آرتھوڈوکس پادریوں کو حکومت کے ذریعہ تنخواہ دی جاتی ہے، سبھی پبلک اسکولوں میں آرتھوڈوکس کرسچینٹی میں تعلیم دینا لازمی ہے، وہ طلبہ اس سے مستثنی ہیں جو دوسرے مذاہب کے ماننے والے ہیں۔ آرتھوڈوکس چرچ ان ایڈمنسٹریٹو رکاوٹوں سے بھی آزاد ہے جنکا سامنا دوسرے مذاہب کو کرنا پڑتا ہے، مثلا جیسے مذہبی مقامات کی تعمیر یا انکی مرمّت کرنے کے لئے پرمٹ یا منظوری حاصل کرنا [9]۔ چرچ کو حاصل یہ مخصوص رتبہ سیاست، قانون اور سماج کے اندر اسے حاصل ظاہری برتری سے بھی دکھائی دیتا ہے۔ کونسل برائے یورپ کے وینس کمیشن کے ذریعہ کئے گئے ایک سروے کے مطابق، سبھی مختلف سطحوں پر، ریاستی معاملات میں چرچ کی اس بے انتہا مداخلت کو جائز ٹھہرانے کے لئے مشرقی آرتھوڈوکس عیسائیت اور یونانی قومیت کے عروج کے بیچ مظبوط تاریخی رشتوں کو ایک جواز کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے[10]۔ درحقیقت، دانشوروں کا یہاں تک کہنا ہے کہ حالیہ سالوں میں تعذیری ضابطہ کی دفعہ 198 اور 199 کے تحت مذہبی توہین کے لئے کی جانے والی مسلسل قانونی کاروائیوں کو آرتھوڈوکس چرچ کے اثر و نفوذ سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔

## مذہبی توہین کے قانون

مذہبی توہین سے متعلّق یونان کے اصل قوانین تعذیری ضابطہ کی دفعہ 7 کے تحت پائے جاتے ہیں، جنکا عنوان ہے "مذہبی امن کے خلاف جرائم"[11]۔ اس حصّہ میں چار التزامات رکھے گئے ہیں، جس میں سے دو – آرٹیکل 198 اور 199 – خاص طور پر مذہبی توہین اور شتم سے متعلّق ہیں۔ دفعہ 198 کے تحت خدا کے خلاف کسی بھی طرح کی توہین جو لوگوں کے بیچ میں کی گئی ہو اور جسکا مقصد بغض پر مبنی ہو، کے لئے زیادہ سے زیادہ دو سال تک کی جیل ہوگی، اور عوام کے بیچ خدا کی شان میں کسی بھی طرح کی بے حرمتی کے لئے 3 ماہ تک کی قید کی سزا دی جاسکتی ہے[12]۔ آرٹیکل 199 خدا یا "خدا کی شان" کے برخلاف تسلیم شدہ مذاہب پر مرتکز ہے اور اسکے تحت ایسے کسی بھی شخص کے لئے جو آرتھوڈوکس چرچ یا یونان کے اندر قابل برداشت کسی بھی مذہب کی عوام کے بیچ توہین کرتا ہے اور جسکا مقصد بغض پر مبنی ہے، دو سال تک کی سزا تجویز کی جاسکتی ہے[13]۔ ایک دانشور کے مطابق، یونانی قانونیات کے اندر "لوگوں" کے بیچ کہی گئ بات" کی ترجمانی ان الفاظ میں کی گئی ہے، "کوئی بھی ایسا اظہار جسکا ادراک لوگوں کی ایک متعینہ تعداد کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے، قطع نظر اس سے کہ یہ کسی عوامی جگہ پر واقع ہوئی یا کسی نے واقعتا اسکا ادراک کیا تھا"[14]۔

توہین مذہب کے معاملات فوجداری اور دیوانی دونوں طرح کی عدالتوں میں پیش کئے جاسکتے ہیں، اور کچھ معاملات میں دیوانی عدالتوں نے عوام کے سامنے ایسے کاموں کو آنے سے روکنے کے لئے پہلے سے ہی ممانعت کا طریقہ کار استعمال کیا ہے جسکے بارے میں یہ خیال ہوتا ہو کہ اس سے مذہب کی توہین ہوتی ہے۔ اس طرح کے عبوری اقدامات کا استعمال کسی فن پارے کو نمائش میں لگانے یا کسی فلم کو لوگوں کو دکھائے جانے سے روکنے کے لئے بھی کیا گیا ہے، جیسا کہ نیچے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ دفعہ 198 اور 199 کچھ حد تک اس لحاذ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں کہ مؤخّر الذّکر کے لئے شکایت کنندہ کا ہونا لازمی ہے، جبکہ اوّل الذّکر میں حکومت عوامی مفاد کی بنیاد پر بھی قانونی کاروائی شروع کرسکتی ہے، اور یہ قانونی کاروائی خلاف ورز کرنے والے کی غیر موجودگی میں بھی شروع کی جاسکتی ہے۔ اس طریقئہ کار کو اس نظریہ کے تحت جائز ٹھہرایا گیا ہے کہ مذہب یونان کی "ریاست کی بنیاد" ہے اور اسلئے سماج کی فلاح اور بھلائی کے لئے مذہبی احساسات کا تحفّظ لازمی ہے۔ مقدمہ چلانے والے کو کلّی اختیارات حاصل ہوتے ہیں کہ وہ شان خداوندی کے خلاف مبیّنہ توہین کے کسی بھی الزام کی تحقیقات کرے، اور مقدمہ چلانے والے کے فیصلہ کے خلاف اپیل کرنے یا اسکو آگے بڑھنے سے روکنے کے لئے مبینہ طور پر نہ تو کوئی میکینزم موجود ہے اور نہ ہی اسکے اوپر کوئی نظر رکھنے والا ہے[15]۔ دفعہ 198 کے تحت ریاست کے ذریعہ شروع کئے گئے اکثر معاملات یونان کے آرتھوڈوکس گروپوں کی طرف سے پڑنے والے دباؤ کے بعد ہی شروع کئے گئے ہیں۔ ایک مشاہد کے مطابق، یہ تعلّق چرچ اور عدلیہ کے بیچ 'فطری' اتّحاد کے "ماحول" سے پیدا ہوا ہے"[16]۔

ان دفعات کی قانونی شرح کے مطابق، کسی بھی اظہار یا بیان کو "بغض پر مبنی" مانا جائگا اگر اسکے اندر سبّ و شتم کا کوئی بھی ایسا عمل شامل ہو جسکے ذریعہ کسی مذہب کے جذبات مجروح ہوتے ہوں اور جذبات مجروح کرنے والے کو اس سے کوئی تسکین حاصل ہوتی ہے[17]۔ بغض پر مبنی نیت **(malicious intent)** کو قانونی طور پر ثابت کرنا مشکل ہے، لیکن اسکے باوجود ایسے معاملوں میں بھی عدالت کی طرف سے تنبیہی احکامات جاری کئے گئے ہیں جہاں بغض پر مبنی نیت موجود ہی نہیں تھی مثلا جیسے کہ ایک امریکی فلم *دی لاسٹ ٹیمپٹیشن آف کرائسٹ* ***The last Temptation ofchrist*** کے معاملہ میں 1988 کے ایک مقدمہ میں ہوا تھا[18]۔

یونان کی عدلیہ نے اس کیس کے قانون کے بارے میں یہ دلیل دی تھی کہ دفعہ 198 اور 199 کسی مذہب یا مذہبی فلسفہ کا تحفّظ کرنے لئے نہیں بلکہ سماجی و مذہبی ہم آہنگی اور امن قائم کرنے کے مقصد سے وضع کی گئی ہیں۔[19] تاہم، یہ توجیہی بیان "عملی طور پر قانون کے نفاذ سے باہم متصادم ہوتا ہے، کیونکہ اس قانون کو عمل میں لاتے وقت، اس مسئلہ کے اظہار یا اسکے بیان کو ثابت کرنے کے لئے کسی ایسے فریق کا ہونا ضروری نہیں ہے جسکے مذہبی جذبات مجروح ہوئے ہوں۔ جیسا کہ دانشوروں نے اس طرف اشارہ دیا ہے،کہ "ایسا دکھائی دیتا ہے کہ اپنی موجودہ شکل میں آرٹیکل 198 کی قانوی دلچسپی شہری حقوق کی حیثیت سے الوہی تقدّس کے تحفّظ کو قانونی شکل دینا ہے، قطع نظر اس سے کہ کوئی بھی ایسا شخص یا فریق بیچ میں موجود ہے یا نہیں جس کے مذہبی جذبات مجروح ہوئے ہیں"[20]۔

## بین الاقوای قوانین کے ساتھ عدم مطابقت

گریس کے مذہبی توہین اور شتم سے متعلّق قوانین رائے اور اظہار کی آزادی کے بین الاقوامی معیاروں کے کے برخلاف ہیں۔ گریس کی حکومت انسانی حقوق کے بہت سے علاقائی اور بین الاقوامی معاہدوں میں ایک فریق ہے جن میں شہری و سیاسی حقوق کا بین الاقوامی عہد (ICCPR)، عورتوں کے خلاف سبھی طرح کے امتیاز کے خاتمہ کے لئے یو این کنیونشن (CEDAW)، سبھی طرح کے نسلی امتیاز کے خاتمہ کے لئے بین الاقوامی عہد (ICERD)، اور انسانی حقوق اور بنیادی آزادی کے تحفّظ سے متعلّق یورپین کنوینشن (ECHR) شامل ہیں مؤخّر الذّکر قانون کونسل آف یورپ کا ہی ایک وسیلہ ہے جو آرٹیکل 10 کے تحت اظہار کی آزادی دیتا ہے۔ مزید برآں، یورپی یونین میں اپنی ممبرشپ کے لئے یونان کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ قانون کی حکمرانی، انسانی حقوق، اور اقلیتوں کے احترام اور تحفّظ کو برقرار رکھے۔ 2008 میں کئے گئے ایک مطالعہ میں وینس کمیشن نے یہ سفارش کی تھی کہ مذہبی توہین کے جرم کو قانون سے حذف کردیا جائے (جیسا کہ یورپین یونین کی اکثر حکومتوں نے کیا ہے) اور اسے پھر سے متعارف نہ کرایا جائے[21]۔

## انسانی حقوق سے استفادہ پر انکا اثر

### امتیازی سلوک سے آزادی

یونان کے مذہبی توہین سے متعلّق فانون کسی مخصوص مذہب تک محدود نہیں ہیں اور رسمی طور پر یہ آرتھوڈوکس چرچ اور کسی بھی دوسرے "قابل برداشت" مذہب کو دل آزاری سے تحفّظ فراہم کرتے ہیں۔ تاہم، عملا ان قوانین کا استعمال ایسے معاملات میں قانوی کاروائی کے لئے کیا جاتا ہے جنکے بارے میں یہ محسوس کیا جاتا ہو کہ ان سے آرتھوڈوکس چرچ کی مذہبی توہین ہوئی ہے۔ یہ عملی امتیازی سلوک ظاہر کرتا ہے کہ حکومتی ڈھانچہ کے اندر چرچ کو کتنا خاص رتبہ حاصل ہے[22]۔

2008 میں وینش کمیشن سروے کے جواب میں، یونانی معاملات کے ایک ماہر کا کہنا تھا کہ "یونان کے تعذیری قانون کے باب 7 کی انتہائی موجودگی کو ہی تعذیری مشینری کے اندر آرتھوڈوکس مذہب کو شامل کئے جانے کی ایک ٹھوس بنیاد مانا جاسکتا ہے"۔ انھوں نے مزید یہ بھی کہا، "کہ اسلئے اسے محض ایک اتّفاق نہیں سمجھا جانا چاہئے کہ اس ضابطہ کے باب 7 میں موجود جرائم سے متعلّق یونانی کیس لا کا وجود ہی اس وقت بے معنی ہوکر رہ جاتا ہے جب سوال کسی ایسے دوسرے مذہب کے خلاف کئے گئے توہین آمیز عمل کی مذمّت کرنے کا ہو جو، *'یونان کے اندر قابل قبول ہو۔"* [23]۔

### اظہار کی آزادی

یونان کے اندر توہین مذہب سے متعلّق معاملات مبیّنہ طور پر عام ہیں، اور ان میں سے زیادہ تر معاملات ایسے ہوتے ہیں جہاں "شان باری تعالی" یا متعلّقہ مذہبی شخصیات کے خلاف روز مرّہ بولے جانے والے ہتک آمیز الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں[24]۔ اس طرح کے معاملات کو "انتہائی معمولی نوعیت کے معاملات" قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اس طرح کے معاملات میں ایسے حسّاس افراد شامل ہوتے ہیں جو مبّینہ طور کسی اظہار یا بات کو مذہب کے خلاف توہین سمجھ لیتے ہیں اور اس پر ناراض ہوجاتے ہیں، اس طرح کے معاملات میں چونکہ کسی طرح کی بغض پر مبنی نیت نہیں پائی جاتی اسلئے انکو عدالتوں کے ذریعہ پہلی ہی مرتبہ میں برخاست کردیا جاتا ہے۔ تاہم یونان کے مذہبی توہین اور شتم سے متعلّق قوانین کو فنکاروں کے خلاف بہت سے عوامی طور پر مشہور معاملات میں بھی استعمال کیا گیا ہے اور اسکے لئے میڈیا کا بھی سہارا لیا گیا۔ "اس طرح کے اہانت آمیز" کاموں کے لئے استغاثہ فریقوں کو مجرم ثابت کرکر انھیں سزائیں دی گئیں یا دیوانی عدالتوں کے ذریعہ سماجی اور مذہبی سکون کو بچائے رکھنے کا جواز دیکر ان کاموں پر عبوری پابندیاں بھی عائد کردی گئیں[25]۔ جبرا قانونی نفاذ کی ان دونوں ہی شکلوں سے اس ملک میں اظہار کی آزادی پر منفی اثرات مرتّب ہوئے اور بعض معاملات میں قانونی جھگڑوں سے بچنے کے لئے لوگوں نے خود ساختہ-پابندیاں عائد کرلیں۔

یونانی قانون کی تاریخ میں اور زیادہ مشہور کیسوں میں سے ایک کیس امریکی ڈائریکٹر مارٹن اسکارسیس کی فلم *دی لاسٹ ٹیمپٹیشن آف کرائسٹ (The Last Temptation of Christ)* کو 1988 میں عوام کے سامنے دکھائے جانے پر پابندی لگانے کی کامیاب کوشش ہے۔ حالانکہ حکومت کے سینسرشپ بورڈ نے اس فلم کو تقسیم کئے جانے کی منظوری

دیدی تھی، لیکن آرتھوڈوکس عیسائیوں نے اس فلم کے جاری ہونے کے بعد کے دنوں اور ہفتوں میں ایتھینس کے اندر مظاہرے اور احتجاج کرنا شروع کردئے، کچھ جگہوں پر انکے ذریعہ کئے گئے مظاہرے دنگوں میں تبدیل ہوگئے اور انھیں منتشر کرنے کے لئے پولیس کو آنسو گیس کا استعمال کرنا پڑا[26]۔ خبروں کے مطابق، ان مظاہروں کی قیادت عیسائی پادری کررہے تھے جنھوں نے ایمان پسندوں سے سینما ہالوں کے باہر جمع ہوکر احتجاج کرنے کے لئے کہا تھا[27]۔ سینسرشپ بورڈ کی منظوری کے باوجود، آرتھوڈوکس گروپوں نے بالآخر اس فلم پر پابندی لگانے کے لئے قانونی کاروائی شروع کرنے پر حکومت کو مجبور کردیا[28]۔ اس معاملہ میں ایتھنس کی عدالت برائے فرسٹ انسٹینس کا فیصلہ بھی کافی اہم تھا، کیونکہ اس میں کہا گیا تھا کہ مذہبی احساسات کا تحفّظ کرنا لازمی ہے، یہ ایسی اخلاقی سماجی قدریں ہیں---جنکا تحفّظ کرنا ضروری ہے---مذہب خالصتا ایک نجی معاملہ نہیں ہے---بلکہ یہ ریا ست کی بنیاد ہے، اور روحانی تہذیب و تمدّن کا ایک سمتیہ بھی ہے[29]۔

فروری 2000 میں، تھیسالونیکی صوبہ کے اندر ایک مصنّف ممیمس آندرولاکس اور انکے پبلیشر، تھاناسس کستانی اوسس پر انکے ایک ناول *ایم ٹو دی پاور آف این* کی وجہ سے مذہبی توہین کا الزام عائد کیا گیا، جس میں انھوں نے یسوع مسیح کی جنسی خواہشات کا ذکر کیا تھا۔ ان دونوں افراد کے خلاف یہ شکایت ایک بنیاد پرست تاریخ داں، ماریوس پایلاواکس کے ذریعہ دی گئی تھی جس نے مبیّنہ طور پر اس کتاب کو جلانے کا بھی کام انجام دیا[30]۔ مارچ میں، ان دونوں افراد کا جرم رسمی طور پر ثابت کردیا گیا اور تھیسالونیکی کی عدالت برائے فرسٹ انسٹینس نے اس ناول کے تقسیم کئے جانے پر عبوری پابندی عائد کردی جو یونان کے شمالی صوبوں میں لاگو ہوئی اور اس پابندی کو یہ کہہ کر جائز ٹھہرایا گیا کہ اسکا مقصد "تشدّد کو پھیلنے سے روکنا ہے"۔[31] مارچ میں ہونے والی اس سنوائی کے دوران عیسائی بنیاد پرستوں کے ذریعہ ان دونوں استغاثہ فریقوں کو ڈرایا دھمکایا اور خوفزدہ کیا جاتا رہا۔ ایک غیر سرکاری تنظیم (NGO) کے مطابق، "عیسائی مذہبی جنونی اور کالے کپڑے ہوئے مونک 'شاتم' اور "مسیح مخالف" کے نعرے لگاتے ہوئے عدالت کے اندر گھس آئے[32]۔

آپریل میں ہوئی ایک اور سنوائی میں بھی کتاب پر لگی اس عارضی پابندی کو برقرار رکھا گیا، لیکن بلآخر ستمبر 2000 میں اسے اٹھالیا گیا۔ اس کتاب پر مستقل طور پر پابندی لگائے جانے کی درخواست ردّ کردی گئی اور مصنّف و پبلیشر کے خلاف لگائے گئے الزامات ختم کردئے گئے[33]۔ بنیاد پرست گریک آرتھوڈوکس سالویشن فرنٹ کی ایماء پر ایتھنس کی دوسری عدالتوں میں بھی اس کتاب پر پابندی لگائے جانے کے لئے درخواستیں دائر کی گئی تھیں۔[34], لیکن ایتھنس کی عدالت برائے فرسٹ انسٹینس نے ایسا کرنے سے انکار کردیا۔ عدالت نے پایا کہ اس ناول سے کسی طرح کی بغض پر مبنی توہین پیدا نہیں ہوتی کیونکہ اس ناول کا مقصد عیسائیت کی جذبات مجروح کرنے کے بجائے زن بیزاری (عورتوں سے بے رغبتی) کی مذمّت کرنا تھا، اور اس طرح اس سے کسی مذہب پر براہ راست حملہ نہیں ہوتا [35]۔ ایک اور تبصرہ نگار کے مطابق، یونان میں مشرقی آرتھوڈوکس چرچ کی مجلس منتظمہ نے سرکاری طور پر یونان کی حکومت سے آندرولاکس کی کتاب اور 1988 کے کیس میں اسکورسیس کی فلم دونوں پر ہی پابندی لگانے کے لئے کہا تھا۔[36]۔

ایک دوسرے معاملہ میں یونانی مجسّمہ ساز کرسٹوز لوکیمیڈیس نے ایک نمائش کی جسکا عنوان انھوں نے 2003 کا منظرنامہ (Outlook in 2003) رکھا تھا۔ اس شو میں رکھی گئی تصویروں میں سے بیلجیئم کے آرٹسٹ تھیری ڈی کورڈئر کے ڈریعہ بنائی گئی ایک تصویر میں صلیبی نشان کو مردانہ عضوء تناسل[37] کے برابر دکھایا گیا تھا۔ آرتھوڈوکس چرچ اور اسکے کچھ ماننے والوں نے اس فن پارہ کے خلاف عوام کے بیچ جاکر شور شرابہ کرنا شروع کردیا، اور نتیجتا اس تصویر کو اس نمائش سے ہٹالیا گیا[38]. دائیں بازو کے سیاست داں جیورجیوس کاراٹزفیرس نے عدلیہ کو مبیّنہ طور پر ایک رسمی شکایت پیش کی اور یہ الزام لگایا کہ یہ فن پارہ مذہب کی توہین کرنے والا ہے اور تعذیری ضابطہ کے خلاف ہے[39]۔ پراسکیوٹر کے ذریعہ اس شکایت کی تحقیقات کی شروعات ہوئی جس سے یونان کے آرٹسٹ اور دوسرے لوگ حیرت زدہ رہ گئے اور انھوں نے یہ دلیل دی کہ اس طرح کی کسی بھی ممکنہ مجرمانہ خلاف ورزی کے بارے میں تحقیق سے بھی "فنکارانہ آزادئ اظہار کے لئے خطرہ پیدا ہوتا ہے۔[40]۔ 2005 میں، 17-ماہ تک چلی تحقیقات کے بعد، ایک جج نے یہ نتیجہ نکالا کہ درحقیقت آرٹیکل 198 کے تحت قانون کی خلاف ورزی کرنے کے لئے قانونی کاروائی کی بنیادیں موجود ہیں[41]۔ پراسکیوٹر نے یہ دعوی کیا کہ ایک عوامی نمائش کے اندر اس طرح کے گھناؤنے مشمولات والے قابل نفریں کام کو نمائش میں رکھنے سے ہی مشرقی آرتھوڈوکس چرچ کا مذاق اڑانے اور اسے برا کہنے کی مجسّمہ ساز کی بغض پر مبنی خواہش ظاہر ہوجاتی ہے[42]۔ مئی 2006 میں، ایتھینس کی مجسٹریٹ عدالت

نے لوکیمیڈس کو سبھی الزامات سے بری کردیا اور عدالت نے یہ پایا کہ یہاں کسی طرح کا بغض موجود نہیں تھا اور مجسّمہ ساز کا مقصد آرتھوڈوکس کرسچین مذہب کی برائی کرنا یا عوامی طور پر بداخلاقی پھیلانا نہیں تھا[43]۔

ایک اور حالیہ معاملہ میں، آسٹریائی کارٹونسٹ گرہارڈ ہیڈیرر پر انکی مزاحیہ کتاب *دی لائف آف جیسس* کے لئے آرٹیکل 198 کے تحت توہین مذہب کا الزام لگایا گیا، اس کتاب میں یسوع مسیح کو ایک انتہائی-شرابی، میریجوانا پینے والے ہپّی کے روپ میں پیش کیا گیا تھا[44]۔ یہ کتاب اصلا آسٹریا میں شائع کی گئی تھی اور ہیڈیرر یونان میں اسکی اشاعت سے مبیّنہ طور پر اس وقت تک لاعلم تھے جب تک انھیں عدالت کی طرف سے سمنس موصل نہ ہوگئے، لیکن 2005 میں ان پر انکی غیر موجودگی میں ایتھنس کی مجسٹریٹ عدالت کے ذریعہ مقدمہ چلایا گیا۔ انھیں بغض پر مبنی مذہبی توہین کا مجرم پایا گیا اور انھیں چھ ماہ کی معلّق سزا دی گئی، ساتھ ہی عدالت نے کتاب کی تقسیم پر ممانعتی پابندی بھی عائد کردی[45] ۔ چونکہ وہ آسٹریا میں رہتے تھے، اسلئے ہیڈیرر یورپین گرفتاری وارنسٹ سسٹم کے قانونی دائرہ میں آتے تھے، جسکے تحت یورپین یونین کی سبھی ممبر حکومتوں کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ انکی گرفتاری کے لئے جاری کئے گئے یونانی عدالت کے وارنٹ کا احترام کریں۔[46] مارچ 2005 میں، ہیڈیرر خود کو جرم میں ماخوذ کئے جانے کے خلاف اپیل کرنے کے لئے یونان پہنچے، اور اپریل 2006 میں ایتھنس کی اپیل عدالت نے انھیں اس بنیاد پر سبھی الزامات سے بری کردیا کہ اس کتاب کی کوالٹی اسے بغض پر مبنی ہونے کے امکان سے خارج کرتی ہے[47] ۔ ہیڈیرر کے خلاف اس کیس کی یونان کے آرٹسٹوں، مصنّفوں، یورپین غیر سرکاری تنظیموں اور یہاں تک کہ آرگنائزیشن فار سکیورٹی اینڈ کوآپریشن ان یورپ (OSCE) تک نے بہت بھاری تنقید کی۔ ابتدائی عدالتی فیصلہ کے بعد ہی OSCE نے یونان کی حکومت کو ایک خط بھیجا اور یہ دلیل دی کہ اس طرح کے اظہار بیان کو مجرمانہ قرار دینا جس طرح کا اظہار بیان *دی لائف آف جیسس* میں استعمال کیا گیا ہے، پریس کی آزادی کے بین الاقوامی معیاروں کے خلاف ہے۔[48]

## نتیجہ

یونان میں ظاہری شکل یہ ہے کہ افراد کے ذریعہ بغض پر مبنی مذہبی توہین کی "معمولی" شکایتوں کو ابتدائی سنوائی کی عدالتوں کے ذریعہ ہی خارج کردیا جاتا ہے، جبکہ زیادہ مشہور معاملوں میں جنکا تعلّق آرٹ کے کاموں سے ہوتا ہے، عدالت کی طرف سے ممانعت جاری کی جاتی ہے یا جرم تسلیم کرلیا جاتا ہے، لیکن ان فیصلوں کو بھی بعد میں بدل دیا جاتا ہے۔ اس طرح کے سبھی مشہور معاملات زیادہ تر آرتھوڈوکس چرچ اور متعلّقہ بنیاد پرست گروپوں، کے ذریعہ شروع کئے جاتے ہیں، یا انھیں لوگوں کے دباؤ میں آکر حکومت اس طرح کے معاملات کی شروعات کرتی ہے جس سے چرچ کا سیاسی اثر اور اسکا مخصوص مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔ مذہبی توہین کے ان قوانین سے سماج کے کچھ مخصوص عناصر کو یہ موقع ملتا ہے کہ وہ ریاستی سرپرستی کے ساتھ ان لوگوں کو قانونی طور پر ڈرائیں دھمکائیں اور خوفزدہ کریں جن سے انکی کسی طرح کوئی ناراضگی ہو۔ اس طرح کے معاملات میں جو لوگ بری ہوجاتے ہیں، اسکے باوجود بھی مذہبی توہین کے لئے ہونے والی قانونی کاروائیوں سے استغاثہ کے اوپر مالی بوجھ اور دوسرے بوجھ آپڑتے ہیں، وسیع تر فنکار طبقہ اور میڈیا سے اس پر سرد مہر اثرات مرتّب ہوتے ہیں اور معلومات اور مختلف طرح کے نقطۂ نظر تک رسائی حاصل کرنے کے عام آدمی کے بنیادی حق پر پابندی عائد ہوتی ہے۔

[1] One of the criteria for a state to join the EU is "stability of institutions guaranteeing democracy, the rule of law, human rights and respect for and protection of minorities." See EUROPA, "Glossary—Accession Criteria (Copenhagen Criteria)," European Union, http://europa.eu/scadplus/glossary/accession_criteria_copenhague_en.htm.
[2] One of the criteria for a state to join the EU is "stability of institutions guaranteeing democracy, the rule of law, human rights and respect for and protection of minorities." See EUROPA, "Glossary—Accession Criteria (Copenhagen Criteria)," European Union, http://europa.eu/scadplus/glossary/accession_criteria_copenhague_en.htm.
[3] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Greece," in *International Religious Freedom Report 2009* (Washington, DC: U.S. Department of State, October 2009), http://www.state.gov/g/drl/rls/irf/2009/127313.htm.
[4] Ibid.
[5] U.S. Department of State, "Background Note: Greece," April 28, 2010, http://www.state.gov/r/pa/ei/bgn/3395.htm.
[6] Ibid.
[7] European Commission for Democracy Through Law (Venice Commission), *Annexe II: Analysis of the Domestic Law Concerning Blasphemy, Religious Insults and Inciting Religious Hatred in Albania, Austria, Belgium, Denmark, France, Greece, Ireland, the Netherlands, Poland, Romania, Turkey, United Kingdom, on the basis of replies to a questionnaire* (Strasbourg: Council of Europe, October 2008), http://www.venice.coe.int/docs/2008/CDL-AD%282008%29026add2-bil.asp. [Hereafter: Venice Commission Survey]
[8] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Greece," in *International Religious Freedom Report 2009*.
[9] Ibid.
[10] Venice Commission Survey.
[11] Dimitris Sarafianos, "Blasphemy in the Greek Orthodox Legal Tradition," in *Blasphemy, Insult and Hatred: Finding Answers in a Democratic Society* (Strasbourg: Council of Europe, 2010), 105.
[12] Greek Penal Code, Article 198: 1. One who publicly and maliciously and by any means blasphemes God shall be punished by imprisonment for not more than two years. 2. Except for cases under paragraph 1, one who by blasphemy publicly manifests a lack of respect for the divinity shall be punished by imprisonment for not more than three months." See Venice Commission Survey.
[13] Greek Penal Code, Article 199: One who publicly and maliciously and by any means blasphemes the Greek Orthodox Church or any other religion tolerable in Greece shall be punished by imprisonment for not more than two years." See Venice Commission Survey.
[14] Sarafianos, "Blasphemy in the Greek Orthodox Legal Tradition," 108.
[15] Venice Commission Survey.
[16] Venice Commission Survey.
[17] Ibid., 106.
[18] Venice Commission Survey.
[19] Michael Tsapogas, "Blasphemy and Justice in a Greek Orthodox Context," in *Blasphemy, Insult and Hatred*, 114.
[20] Ibid.

[21] Venice Commission, *Report on the Relationship Between Freedom of Expression and Freedom of Religion: The Issue of Regulation and Prosecution of Blasphemy, Religious Insult and Incitement to Religious Hatred* (Strasbourg: Council of Europe, October 2008), http://www.venice.coe.int/docs/2008/CDL-AD%282008%29026-e.asp.
[22] Jeroen Temperman, "Blasphemy, Defamation of Religions and Human Rights Law," *Netherlands Quarterly of Human Rights* 26/4 (2008): 529; Venice Commission Survey.
[23] Venice Commission Survey.
[24] Ibid.
[25] Sarafianos, "Blasphemy in the Greek Orthodox Legal Tradition," 106.
[26] Ralph Joseph, "Crowds Rampage at Screening of 'Last Temptation,'" United Press International, October 13, 1988.
[27] Ibid. According to this report, prior to the demonstrations, "churchmen drove through the city streets with loudspeakers calling on people to rally against the screening" of the film.
[28] Final approval reportedly came from the Press and Information Secretariat. Joseph, "Crowds Rampage at Screening of 'Last Temptation"; see also Eddie Koch, "Religion: Greek Government On the Ropes in Orthodox Church Dispute," Inter Press Service, July 23, 1993.
[29] Athens Court of First Instance, Ruling 17115/1988: Public Law Applications, Vol. 2/1989, 134-5, as cited in Sarafianos, "Blasphemy in the Greek Orthodox Legal Tradition," 115. See also Margaret Moore, "Sex and Violence: European Censorship of American Films," *Entertainment and Sports Lawyer* 11 (1994): 21; John Voland, "Morning Report: Movies," *Los Angeles Times*, November 16, 1988; Nicos C. Alivizatos, "Art and Religious Beliefs: The Limits of Liberalism," in *Blasphemy, Insult and Hatred: Finding Answers in a Democratic Society* (Strasbourg: Council of Europe, 2010), 75.
[30] Brian Murphy, "Battle Over Book in Greece," Associated Press, March 8, 2000.
[31] Helena Smith, "Greeks Accuse Writer of Blasphemy; Book Alluding to Jesus' Sexual Wants Is Banned," *San Diego Union-Tribune*, March 18, 2000.
[32] International Helsinki Federation for Human Rights (IHF), *International Helsinki Federation Annual Report on Human Rights Violations 2001: Greece* (Vienna: IHF, June 2001), 149, available at http://www.unhcr.org/refworld/docid/4692427f0.html.
[33] Ibid.
[34] Ibid.
[35] Sarafianos, "Blasphemy in the Greek Orthodox Legal Tradition," 107.
[36] Tsapogas, "Blasphemy and Justice in a Greek Orthodox Context," 118.
[37] Elinda Labropoulou, "Curator on Trial for 'Obscene' Art," *Independent* (London), June 4, 2005.
[38] Alivizatos, "Art and Religious Beliefs: The Limits of Liberalism," 75.
[39] "Greek Exhibitor of 'Obscene' Art to Face Court," Agence France-Presse, June 2, 2005.
[40] "Trial Delayed of Greek Accused of Exhibiting 'Blasphemous' Painting," Agence France-Presse, June 3, 2005.
[41] Labropoulou, "Curator on Trial for 'Obscene' Art."
[42] Tsapogas, "Blasphemy and Justice in a Greek Orthodox Context," 117.
[43] "Greek Art Curator Cleared of Obscenity over Crucifix Painting," Associated Press, May 10, 2006.
[44] Krysia Diver, "Cartoonist Faces Greek Jail for blasphemy," *Guardian*, March 3, 2005.

[45] Sarafianos, "Blasphemy in the Greek Orthodox Legal Tradition," 107; Eoin O'Carroll, "How European States Export Censorship," in *Reflections*, ed. Eoin O'Carroll (Vienna: Institute for the Human Sciences [IWM], 2006), http://www.iwm.at/index.php?option=com_content&task=view&id=243&Itemid=125; Alivizatos, "Art and Religious Beliefs: The Limits of Liberalism," 75.
[46] The European Arrest Warrant system was established by the EU through a December 2001 framework agreement. It was implemented in 2002 to replace the traditional extradition system. For more information, see Directorate-General for Justice and Home Affairs, "European Arrest Warrant to Replace Extradition," European Commission, September 2002, available at http://www.justice.org.uk/images/pdfs/eurschmidt.pdf.
[47] "Greek Court Acquits Austrian Cartoonist of Blasphemy," Agence France-Presse, April 13, 2005.
[48] Miron Varouhakis, "'Hippy Jesus' Cartoonist Faces Blasphemy Appeal in Greece," Associated Press, April 11, 2005.

# 3انڈونیشیا

## تعارف

ایک سکیولر ریاست ہونے کے ساتھ ساتھ انڈونیشیا نے کثرتیت (pluralism) اور اعتدال پسند اسلام کے لئے اپنی ساکھ بنائی ہے اور ساتھ ہی اظہار رائے کے تحفّظ کے لئے اپنے پڑوسیوں کے مقابلہ کہیں زیادہ کام کیا ہے۔ اپنی مخصوص سیاسی تاریخ اور ریاستی فلسفہ فکر کی وجہ سے یہ ملک جمہویت اور اسلام کے امتزاج کا ایک کامیاب نمونہ بن گیا ہے۔ تاہم یہ اندیشے بھی موجود ہیں کہ انڈونیشیا کی اس کثرتیت میں کمی آرہی ہے۔ ماضی کی دہائی میں مذہبی اقلیتوں پر پرتشدّد حملوں میں اضافہ دیکھا گیا ساتھ ہی حکومت اور عدلیہ کی سطح پر ایسے اقدامات بھی ہوئے جن کے ذریعہ ان گروپوں کی مذہبی آزادی اور اظہار رائے پر پابندی بھی لگائي گئی ہے۔ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ یہ تبدیلی ایک بڑی حد تک انڈونیشا کے تعذیری قانون (Penal Cod) کے آرٹیکل (A) 156 کی مجرمانہ مذہبی توہین (criminal blasphemy provision) کی دفعات کی وجہ سے ہے۔جسکے ساتھ وہ قانون بھی جڑ گیا جس میں حکومت کے ذریعہ تسلیم شدہ مذاہب محدود ہوگئے۔

لیکن اظہار رائے کی آزادی کی حالت میں انڈونیشیا کے اندر کچھ مثبت تبدیلیاں بھی آئی ہیں، اس میں آئنی عدالت کا دسمبر 2007 کا فیصلہ سب سے اہم ہے جس میں یہ کہا گیا کہ تعذیری قانون کے آرٹیکل 154 اور آرٹیکل 155، جس میں حکومت کے خلاف توہین اور اسی طرح کے دوسرے جرائم کو مجرمانہ قراد دیا گیا تھا، اظہار آزادی کی آئنی ضمانت کی خلاف ورزی ہیں1۔ تاہم اسی کے ساتھ ساتھ کچھ ناکامیاں بھی ہوئی ہیں، جن میں سے ایک 2008 میں پاس کیا گیا ایک انتہائی وسیع تعریف رکھنے والا عریانیت مخالف (anti-pornography) قانون اور اپریل 2010 میں آئنی عدالت کے ذریعہ کی گئی وہ نظرثانی ہے جس میں تعذیری قانون کی دفعہ (A) 156 میں دی گئی بلیشفیمی پابندیوں کو برقرار رکھا گیا ہے۔ ان اقدامات سے مذہبی آزادی میں بیجا مداخلت کے حالیہ رجحانات میں اور شدّت آئی اور سماجی طور پر بھید بھاؤ اور مذہبی تفریقات کو گہرا کرنے میں مدد ملی۔

انڈونیشیا کی 240 ملین کی آبادی میں 86 فی صد لوگ مسلمان ہیں، جو اس ملک کو دنیا کی سب سے زیادہ مسلم آبادی والا ملک بناتے ہیں2۔ آبادی کا دوسرا سب سے بڑا مذہبی گروپ پروٹیسٹینٹ عیسائی ہیں جو کل آبادی کا 6 فی صد ہیں۔ رومن کیتھولکوں کا تناسب 3 فی صد ہے اور ہندوؤں کا 2 فی صد3۔ انڈونیشیا کے مسلمانوں کی اکثریت سنّی اسلام پر عمل کرتی ہے جسے یہاں کی حکومت اسلام کی اصل شکل کے طور پر تسلیم کرتی ہے4۔ یو ایس اسٹیٹ ڈیپارٹمینٹ کے مطابق، اس ملک میں قریب تین ملین شیعہ مسلمان ہیں اور 400،000 لوگ آزاد خیال احمدی فرقہ کے ماننے والے ہیں۔ دوسری مذہبی اقلیتوں میں عیسائیوں کے فرقے، بودھ، روایتی دیسی مذاہب کے ماننے والے اور یہودی شامل ہیں5۔

## پس منظر

ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی نے 17ویں صدی میں آج انڈونیشیا کے نام سے جانے والے ملک کو اپنی نوآبادی بنانا شروع کیا، اور دھیرے دھیرے اس وقت کی بہت سی موجودہ سلطنتوں اور دوسرے خطّوں کو متّحد کرکے انھیں ڈچ حکمرانی کے تحت لے لاکر ایک کردیا۔ انڈونیشیا نے 1945 میں اپنی آزادی کا اعلان کیا اور اپنا پہلا آئین اختیار کیا، حالانکہ اس ملک کو ڈچ لوگوں سے رسما اپنی آزادی حاصل کرنے میں قریب 4 سالوں تک مزید لڑائی لڑنی پڑی اور 1949 میں جاکر ایسا کیا جاسکا۔ اسکے بعد آئین پر پھر سے نظرثانی کی گئی اور نظرثانی کے بعد آئین کو پھر سے اختیار کیا گیا، اور اس طرح ملک میں پارلیمانی نظام حکومت قائم ہوا6۔ تاہم ملک کے اندر بھانت بھانت کی سیاسی پارٹیوں کی وجہ سے حکومت کرنے کے لئے مضبوط اتّحادوں کا قیام اور انھیں برقرار رکھنا بہت ہی مشکل تھا۔

اس عدم اتّفاق کی ایک بڑی وجہ انڈونیشیا کے اندر اسلام کے کردار پر چلنے والی بحث تھی۔ ملک کی آزادی کے رہنما اور پہلے صدر، سکارنو نے *پنکاشلا* نام سے ایک قومی نظام فکر پیش کیا جو پانچ بنیادی اصولوں پر مشتمل تھا: خدا پر یقین (وحدانیت)، انسانیت، قومی اتّحاد، اتّفاق رائے سے نمائندہ جمہوریہ، اور سماجی انصاف7۔ قدامت پرست اسلامی گروپوں کا دعوی تھا کہ *پنکاشلا* کا تصوّر مسلمانوں کی ذمّہ داریوں کی وضاحت کرنے میں ناکام رہا تھا اور 1965 میں

سوکارنو کے زیرحکمرانی اختیار کئے گئے مذہبی توہین کے قوانین کا مقصد پنکاشلا کے مذہبی پہلو کے نفاذ میں مدد دینے کے لئے اسے ایک آلہ کار کے طور پر استعمال کرنا تھا۔

1957 میں سوکارنو نے آمرانہ اختیارات حاصل کرلئے اور حکمرانی کا ایک نیا نظام نافذ کیا جسے انھوں نے سوچی سمجھی جمہوریت (guided democracy) کا نام دیا تھا، جس نے پارلیمانی جمہوریت کو ختم کرکر رکھ دیا اور اس کی جگہ ایک ایسا نظام وجود میں آگیا جس میں صدر کے عاملہ اختیارات پر کسی طرح کی کوئی بندش نہیں تھی 9"۔ 1965 میں انڈونیشیائی فوج کے کچھ طاقتور دھڑوں نے، انڈونیشیا کی کمیونسٹ پارٹی (PKI) کے بڑھتے ہوئے اثر سے فکرمند ہوکر، جس سے سکارنو کی قربت کافی بڑھ گئی تھی، ایک ناکام فوجی بغاوت میں انکی حکومت کا تختہ پلٹنے کی کوشش کی10۔ 1966 میں، اپنی حمایت اور اختیار میں کمی آجانے کے بعد، سوکارنو نے اقتدار جنرل سوہارتو کو سونپ دیا، جو بغاوت کی اس کوشش میں شامل نہیں تھے۔ سوہارتو اسکے بعد تین دہائیوں سے زیادہ انڈونیشیا کے صدر رہے۔ انھوں نے افسرشاہی اور فوج کے مفادات پر مبنی حکومت کے حمایت کرنے والی ایک پارٹی،11 گولکار قائم کی اور ایک ایسا حکمراں طبقہ وجود میں لائے جو نئے نظام کے نام سے جانا جاتا تھا، جس کا مقصد انڈونیشیا کی گرتی ہوئی معیشت کو سدھارنا، سیاسی نظام کو پھر سے قائم کرنا اور ترقّی کو بڑھاوا دینا تھا۔ ان میں سے زیادہ تر پالیسیوں کا نفاذ فوج کے ذریعہ کیا گیا جسے سیاسی میدان میں ایک اہم کردار سونپا گیا تھا12۔

پنکاشلا کا نظریہ اگرچہ سوکارنو کے ذہن کی پیداوار تھا لیکن یہ نظام فکر سوہارتو کے دور اقتدار میں انڈونیشیا کی سیاست میں پوری طرح سے رچ بس گیا۔ قومی اتّحاد کی بحث سوہارتو کے نظام حکومت کا ایک اہم عنصر تھا اور انڈونیشیا جیسے ایک انتہائی متنوّع اور مختلف سماج کے اوپر کنٹرول قائم کرنے اورا سے برقرار رکھنے کے لئے اسے ایک اہم ذریعہ قرار دیا گیا ہے 13۔ سوہارتو نے کچھ مخصوص طرز کے مذہبی اظہار اور بیانوں کو دبایا بلکہ انھوں نے کسی بھی مذہبی رنگ والی سیاست کو کچلا، بلکہ درحقیقت انھوں نے ایسی کسی بھی عوامی سیاست کو کچل ڈالا جسکا انتظام ارباب اقتدار کے ہاتھوں میں نہیں تھا14۔ کچھ ماہرین کے مطابق، قومی اتّحاد پر انکے اتنے زیادہ زور دینے سے انڈونیشیا کے اندر ایک "مصنوعی اتّفاق" اور اور "زبردستی کی کثرتیت" نافذ ہوگئی تھی جس نے اب ٹوٹ کر بکھرنا شروع کردیا ہے15۔ جب بعض دوسرے لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ ایک حقیقی معنوں میں اجتماعی اور پر امن انڈونیشیا کی تعمیر میں پنکاشلا نے قابل ذکر تعاون دیا ہے۔ 1998 میں پیدا ہوئے معاشی بحران اور سماجی بے چینی کے درمیان سوہارتوں نے صدارت سے استعفی دیدیا لیکن سیاسی پارٹیوں کے بیچ اس بات پر اتّفاق بنا رہا کہ مذہبی اور نسلی اعتبار سے اس متنوّع ملک کے اندر رواداری اور دوسروں کو قبول کرنے کا یہ سلسلہ جاری رکھنے اور اس پر مزید زور دینے کے لئے حکومت کے پرانے نظام فکر (پنکاشلا) کو برقرار رکھا جائے16۔

1999 میں انڈونیشیا میں پہلے آزادانہ انتخابات ہوئے اور انڈونیشین ڈیموکریٹک پارٹی-اسٹرگل (PDI-P) کے پارلیمینٹ میں سب سے زیادہ سیٹیں حاصل ہوئیں۔ اگلے دس سالوں کے دوران یہ ملک انتہائی ڈرامائی انداز میں جمہوری عمل سے گزرتا رہا، اور پچھلے نظاہم حکومت کے دوران جس مذہبی فکر کی حوصلہ شکنی کی گئی تھی، اس نے کئی دہائیوں کے بعد اپنا سر اٹھایا۔ اسلامی احیاء کی نشانیاں زیادہ سے زیادہ ہر طرف دکھائی دینے لگ گئیں، عورتوں کی ایک بڑی تعداد *حجاب* یا مسلمانوں کا سر ڈھکنے کا دوپٹّہ استعمال کرنے لگ گئیں، زیادہ سے زیادہ اسلامی بینکوں کا قیام وجود میں آنے لگ اور اسلامی سوچ و فکر پر مبنی آرٹ اور افسانہ میں لوگوں کی مقبولیت بڑھنے لگی17۔ تاہم یہ رجحان سیاسی میدان کی طرف زیادہ نہیں بڑھا، جہاں کٹّر پسند اسلامی سیاسی پارٹیوں کی مقبولیت میں مبیّنہ طور پر کمی آرہی ہے۔ جکارتہ کی ایک آزاد اور خود مختار رائے شماری کرانے والی ایجنسی کے ذریعہ 2005 میں کرائے گئے رائے دہندگان کی رائے شماری میں یا ثابت ہوا تھا کہ انڈونیشیا کی سب سے بڑی اسلامی پارٹی، پروسپیرس جسٹس پارٹی (PKS) کی مقبولیت میں "بہت ہی واضح اور لگاتار کمی" واقع ہوئی ہے18۔ 2009 میں سکیولر ڈیموکریٹک پارٹی کو پالیمینٹ کے ایوان زیریں میں سب سے زیادہ سیٹوں پر فتح حاصل ہوئی، اس نے 148 سیٹیں حاصل کی تھیں جو اس سے پچھلے انتخابات میں اسکو حاصل ہونے والی 55 سیٹوں کی تین گنا تھیں۔ گولکار اور PDI-P جو دوسرے اور تیسرے مقام پر تھیں انھیں بھی چاروں اسلامی پارٹیوں کے مقابلہ میں زیادہ سیٹیں حاصل ہوئی تھیں19۔ ان نتائج سے یہ واضح ہوگیا تھا کہ ان تینوں سیاسی پارٹیوں کی حمایت میں بہت زیادہ کمی واقع ہوئی تھی، جبکہ PKS محض اپنی جگہ ہی بچا پائی تھی20۔ PKS کی مقبولیت میں کمی آنے کی ایک مبیّنہ وجہ 2008 میں میں وضع کئے گئے پورنوگرافک مخالف قانون کو اسکے ذریعہ دی جانے والی حمایت ہے21۔

انتخابات میں کچھ حد تک حاشیہ پر پہنچائے جانے کے باوجود بھی، کٹّر پنتھی اسلامی پارٹیوں اور گروپوں کو قابل ذکر اثر اور اختیار حاصل ہے اور وہ ذاتی ملاقاتوں، مظاہروں، دھمکیوں اور بھیڑ کی کاروائیوں کے ذریعہ سرکاری افسران، ججوں اور سیاست دانوں پر دباؤ بناتے ہیں22۔ تقوی اور پرہیزگاری میں اضافہ اور مذہبی اداروں کے طاقتور ہونے کے نتیجہ میں، پورنوگرافی مخالف قانون کو اختیار کرنے کی کوششوں میں مدد ملی اور 2008 میں ایک مشترکہ وزارتی فیصلہ جاری کیا گیا جس نے احمدیوں کی عبادت کی آزادی کو محدود کردیا۔ کچھ تبصرہ نگاروں کا یہ بھی کہنا ہے کہ انڈونیشا کے مذہبی توہین قانون کو برقرار رکھنے کے لئے 2010 میں دیا گیا آئینی عدالت کا فیصلہ بھی اسلام پسندوں کے اثر و نفوذ کی ایک اور علامت ہے23۔

یہاں یہ توجّہ دلا بھی بہت اہم ہے کہ 1998 میں سوہارتو کی حکومت کے خاتمہ اور مقامی خودمختاری پروگرام (decentralization program) کے نفاذ کے بعد، جسکا مقصد مقامی حکومتوں کو زیادہ سے زیادہ اختیارات منتقل کرنا تھا، انڈونیشیا کے کچھ حصّوں نے ایسے فیصلہ صادر کئے جن سے شریعت (اسلامی قانون) کے مختلف پہلوؤں کا نفاذ ہوتا تھا۔ کم سے کم 50 مقامی حکومتوں نے شریعت کے عناصر کو قانون کی شکل دی ہے، جنکا تعلّق خاص طور پر لباس اور ذاتی طرز عمل سے ہے۔ آچے کی صوبائی حکومت اس معاملہ میں اور آگے بڑھ گئی اور اس نے ایک مجرمانہ قانون بنایا جس کے تحت زنا کرنے والوں کو سنگ سار کیا جاسکتا ہے24۔

تاہم، قومی سطح پر، انڈونیشیا کا آئین بنیادی آزادیوں کی ضمانت دیتا ہے۔ اگرچہ آرٹیکل 29 میں یہ بہت واضح طور پر کہا گیا ہے کہ "کہ حکومت ایک اور واحد خدا میں یقین کے عقیدے پر قائم ہوگی"، لیکن اس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ انڈونیشیا کے اندر ہر ایک شخص اپنے مذہب کا انتخاب کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے آزاد ہوگا، اور آرٹیکل 28 کے تحت اور اظہار کی آزادی کی ضمانت حاصل ہوگی۔ آرٹیکل 27 میں انڈونیشیا کے سبھی باشندوں کو مساوات اور بھید بھاؤ سے بچاؤ کا حق دیا گیا ہے25۔

## مذہبی توہین کے قانون

انڈونیشیا کے مذہبی توہین کی مجرمانہ دفعہ تعذیری ضابطہ کا آرٹیکل 156 (A) قانون نمبر 1/PNPS/1965 مبنی ہے جسے 1965 میں ایک صدارتی فیصلہ کے ذریعہ اختیار کیا گیا تھا۔ آرٹیکل 156 (A) کے تحت ایسی کسی بھی شخص کو پانچ سال تک کی قید کی سزا دی جاسکتی ہے جو، "عوام کے بیچ جان بوجھ کر اس طرح کا جذبات کا اظہار کرتا ہے یا کوئی ایسی حرکت سر انجام دیتا ہے: ا) جو اپنی نوعیت کے لحاذ سے بنیادی طور پر انڈونیشیا میں مانے جانے والے کسی بھی مذہب کے ساتھ کسی بھی طرح کی عداوت کا اظہار کرتا ہو، اسکی برائی کرتا ہو یا اس پر کوئی الزام لگاتا ہے؛ یا ب) اسکا مقصد کسی فرد کو ایسے مذہب پر عمل کرنے سے روکنا ہو جو اللّٰہ سبحانہ و تعالی کے یقین پرمبنی ہو26۔ 1965 کے صدارتی فیصلہ کے آرٹیکل 1 میں، "کسی بھی فرد کو عوام کے بیچ جان بوجھ کر کسی ایسے مذہب کی ترجمانی کرنے کے لئے، جسے انڈونیشیا کے عوام مانتے اور اس پر عمل کرتے ہیں، لوگوں کی حمایت حاصل کرنے کے مقصد سے اسکی تبلیغ، اسکی حمایت کرنے سے روکا گیا ہے، یا ایسی کسی بھی طرح کی مذہب پر مبنی سرگرمیوں کی انجام دہی سے روکا گیا ہے جو متعلّقہ مذہب کی مذہبی سرگرمیوں کے مماثل ہوں، اور جہاں اس طرح کی ترجمانی اور سرگرمیاں اس مذہب کی اصل بنیادی تعلیمات سے منحرف ہوں"27۔ اس میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ انڈونیشیا کے 6 تسلیم شدہ مذاہب اسلام، بودھ دھرم، پروٹیسٹینزم، کیتھولیسزم، ہندو دھرم اور کنفیوشنزم ہیں28۔

انڈونیشیا کے بعض لوگوں کا یہ ماننا ہے کہ مذہبی توہین کے قانون، اس دور کے حساب سے مناسب تھے جب انھیں اختیار کیا گیا تھا، لیکن آج کے دور میں انکی مزید ضرورت نہیں ہے29۔ ایک تبصرہ نگار نے جیسا کہ واضح کیا، کہ ان قوانین کو اس وقت منظوری دی گئی تھی جب بہت سے متنازعہ بدعتی فرقے ابھر رہے تھے30۔

اکتوبر 2009 میں غیر سرکاری تنظیموں (NGOs) اور کارکنوں کے ایک اتّحاد ایڈووکیسی ایلائنس فار فریڈم آف ریلیجن 31نے رسما یہ درخواست دی کہ آئینی عدالت قانون نمبر 1/PNPS/1965 اور تعذیری ضابطہ کے آرٹیکل 156 (A) پر نظرثانی کرے۔ ایلائنس نے یہ دلیل دی کہ ان قوانین کو منسوخ کیا جائے کیونکہ یہ قوانین امتیاز پر مبنی ہیں، استحصالی ہیں اور مذہب کی آزادی اور اظہار کی آزادی32 کے آئینی حق کی خلاف ورزی ہیں32۔ کٹّر پنتھی اسلامی تنظیموں جیسے اسلامی ڈیفینڈرس فرنٹ (FPI) نے، جو تشدّد کے بے شمار واقعات میں ملوّث رہی ہے33، سنوائی کے دوران عدالت کے باہر ذبردست مظاہرے کئے اور نظرثانی کی درخواست دینے والوں اور اسکے حمایتیوں34 کو مبیّنہ طور پر

دھمکیاں دیں۔ عدالت کے اندر، انتہاپسندوں نے ان قوانین پر بحث کرنے والوں اور بولنے والوں کو مبیّنہ طور پر دھمکیاں دیں اور انکے بولنے کے دوران شور برپا کیا اور "کافر، کافر"، "معافی مانگو" چلّاتے رہے اور دوسرے مذہبی نعرے لگائے35۔ اسکے علاوہ انڈونیشیا کی دو سب سے بڑی مسلم تنظیموں محمّدیہ اور نزلتہ العلماء، جنھیں اعتدال پسند مانا جاتا ہے، نے بھی عدالتی نظرثانی کے خلاف اپنی مخالفت کا سرکاری طور پر اظہار کیا36۔

مختلف نقطۂ نظر کی ترجمانی کرنے والے 49 ماہرین کی گواہی سننے کے بعد37، عدالت نے اپریل 2010 میں مذہبی توہین کے قانون کو برقرار رکھا۔ جج ماریا فریدا اندراتی نے اس سے اختلاف کیا، اور کہا کہ، یہ قانون ماضی کی پیداوار ہے، اور یہ کہ اس قانون کے نام پر اقلیتی گروپوں کے خلاف ناجائز اور غلط کاروائیاں کی جارہی ہیں38۔ حالانکہ ججوں کی اکثریت کی یہ دلیل تھی کہ مذہبی گروپوں کے بیچ عوامی نظم کو برقرار رکھنے کے لئے یہ قانون ابھی بھی ضروری ہے۔ ان قوانین کی ترجمانی کے سلسلہ میں ججوں نے کچھ وضاحتیں بھی کیں، انھوں نے یہ واضح کیا کہ، اگرچہ قانون نمبر 1/PNPS/1965 کے آرٹیکل 1 میں حکومت کے ذریعہ چھ مذاہب کو تسلیم شدہ مذاہب مانا گیا ہے، لیکن اس میں حکومت کو یہ ہدایت دی گئی کہ وہ دوسرے مذہبی گروپوں کے ممبران کو نہ چھیڑے، جسکا مطلب تھا کہ حکومت انھیں بنا کسی مداخلت کے اپنے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت دے39۔

دنیا بھر میں انسانی حقوق اور آزادئ ظہار کی حمایت کرنے گروپوں نے اس فیصلہ پر افسوس کا اظہار کیا40، اور بہت مہاہدین کا یہ بھی کہنا تھا کہ یہ فیصلہ سیاست سے متاثّر ہے اور اسلام پسندوں سے ٹکراؤ کے خوف سے لیا گیا ہے41۔ انسانی حقوق کے قومی کمیشن کے چئرمین (کومناس ہام) نے اس عدالتی فیصلہ کی مذمّت کی اور عدالت پر یہ الزام لگایا کہ آئینی تحفّظات کو برقرار رکھنے کی اپی ذمّہ داری کو پورا کرنے میں عدالت ناکام رہی تھی42۔

انڈونیشیا کے مذہبی توہین قانون کے عمل درآمد پر بہت سی سرکاری اور نیم سرکاری تنظیمیں نظر رکھتی ہیں، جس میں وزارت برائے مذہبی امور، انڈونیشیا کی علماء کونسل (MUI)، کوآرڈینیٹنگ بورڈ فار مونیٹرنگ مسٹیکل بلیفس ان سوسائٹی (بوکار PAKEM) شامل ہیں جو اٹارنی جنرل کے دفتر کے ماتحت ہے43۔ احمدیوں کے ساتھ حکومت کی رضامندی سے ہونے والے امتیاز اور بھید بھاؤ کے فروغ میں ایم یو آئی نے ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ 2005 میں کونسل نے ایک *فتوی* (مذہبی رائے) جاری کیا جس میں تعذیری ضابطہ کے آرٹیکل 165 (A) حوالہ دیتے ہوئے احمدیوں کو ایک بھٹکا ہوا فرقہ قرار دیا گیا تھا44۔ انتہاپسند اسلامی گروپوں نے احمدیوں کے بارے میں 2008 کا مشترکہ وزارتی فیصلہ جاری کرانے کے مقصد سے حکومت پر دباؤ بنانے کے لئے مبیّنہ طور پر اسی فتوی کا استعمال کیا45 اور MUI کے مقامی لیڈروں نے اس فرقہ پر پابندی لگانے کے لئے مقامی حکومت کو قائل کرنے کے لئے بھی اس فتوی کا استعمال کیا ہے اور اسکا حوالہ دیا ہے46۔ ایم یو آئی کے مقامی یونٹ مذہبی توہین کے خلاف دائر کئے گئے انفرادی معاملوں میں بھی شامل رہے ہیں۔ جنوری 2006 میں ایسے ہی ایک معاملہ میں، سلاواسی جزیرے کے مقامی ہائی اسکول کے ایک ٹیچر سمردی تاپایا کو نماز کے دوران سیٹی بجانے کی وجہ سے گرفتار کرکر جیل بھیج دیا گیا تھا47۔ ایم یو آئی کی مقامی اکائی نے یہ اعلان کیا کہ سیٹی بجانا ایک بدعت ہے اور اسلئے یہ مذہب کے خلاف توہین ہے۔ سمردی کو چھ ماہ قید کی سزا دی گئی48۔

## بین الاقوامی قانون کے ساتھ عدم مطابقت

تعذیری ضابطہ کے آرٹیکل 165 (A) اور 1965 کا وہ صدارتی فیصلہ جس کے ذریعہ اسکا قیام ہوا، دونوں ہی اظہار کی آزادی اور مذہب کی آزادی کے بین الاقوامی انسانی حقوق کے معیاروں سے متضاد ہیں۔ اس قانون کے نفاذ سے انسانی حقوق کے استحصال کے ڈھیر سارے بہت سے دوسرے واقعات پیدا ہوئے ہیں، جس میں مناسب قانونی طریقۂ کار کا حق، بنا کسی قانونی جواز کے گرفتاری سے آزادی کا حق، تحفّظ و رازداری کا حق اور بھید بھاؤ سے آزادی کا حق شامل ہیں۔ ان اقدامات میں یہ بھی واضح نہیں کیا گیا ہے کس چیز کو مذہبی توہین یا "مذہب کی تذلیل" مانا جائگا جس سے اسکے مزید استحصال اور غلط استعمال کے راستے کھلتے ہیں49۔ عملا ان قوانین کا استعمال مذہبی اقلیتوں کو نشانہ بنانے کے لئے کیا جاتا ہے، اور خاص طور پر ان لوگوں کو جو اسلام کی قدامت پرستی سے ہٹی ہوئی شکلوں کو مانتے ہیں یا اسلام کی اس ترجمانی پر عمل کرتے ہیں، جسکو حکومت کی منظوری حاصل نہیں ہے50۔

مزیدبرآں مذہبی توہین کے قانونوں سے عدم رواداری کی فضاء بنانے میں مدد ملتی ہے اور انھیں مذہبی اقلیتوں کے خلاف بھید بھاؤ کو جائز ٹھہرانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ایک اسلامی اسکالر کے مطابق، یہ قوانین پریشانی پیدا

کرنے والے اسلئے ہیں کیونکہ، بنیاد پرست اور لفظی ذہنیت رکھنے والے مسلمان معاملات کو اپنے خود کے ہاتھوں میں لینے کے لئے جواز کے طور پر ان قوانین کا استعمال کرتے ہیں"51- اسلامی انتہاپسند گروپوں نے چرچوں پر، احمدیوں کی مساجد پر، اور شراب بیچنے والے کاروباری اداروں پر اس دعوے کے ساتھ درجنوں پرتشدّد حملے کئے ہیں کہ وہ توہین سے اسلام کا تحفّظ کررہے ہیں52- بعض معاملات میں تو پولیس تک نے یا تو ان حملوں میں مبیّنہ طور پر مدد کی ہے یا پھر بنا کوئی مداخلت کئے خاموش تماشائی بن کر کھڑی ہوگئی ہے53- بنیاد پرست انتہاپسند گروپوں میں ایف پی آئی، حذب التّحریر، اسلامک علماء فورم، اسلام ٹروپ کمانڈ اور ارتداد مخالف تحریک اتّحاد شامل ہیں۔ اس کے علاوہ احمدیوں کے بارے میں 2008 میں جاری کئے گئے مشترکہ وزارتی فیصلہ کو جائز قرار دینے کے لئے بھی ان قوانین کا استعمال کیا گیا تھا جس کے تحت اپنے مذہب پر عمل کرنے کے سلسلہ میں احمدیوں پر شدید تحدیدات عائد کردی گئی تھیں اور انکے لئے اپنے مذہب کی تبلیغ پر پابندی لگادی گئی تھی۔ یہ فیصلہ احمدیوں کے اوپر مکمّل طور پر پابندی عائد کردینے سے بس تھوڑا پہلے ہی رک گیا تھا۔

2006 میں انڈونیشیا نے شہری اور سیاسی حقوق کے بین الاقوامی عہد (ICCPR) کو تسلیم کرلیا۔ اس ملک کی حکومت نے ایک فریق کی حیثیت سے انسانی حقوق کے بہت سے دوسرے معاہدوں پر بھی دستخط کئے ہیں جس میں سبھی طرح کے نسلی امتیاز کے خاتمہ کے لئے بین الاقوامی عہد (ICERD)، عورتوں کے خلاف سبھی طرح کے امتیاز کے خاتمہ کے لئے بین الاقوامی عہد (CEDAW)، اور اذیت اور تکلیف کے خلاف کنوینشن (CAT) شامل ہیں۔ 2006 میں اقوام متّحدہ کی انسانی حقوق کونسل کے لئے انڈونیشا کو ایک سال کی مدّت کے لئے منتخب کیا گیا، اور 2007 میں اسے تین سال کی مدّت کے لئے دوبارہ چن لیا گیا۔ اس کونسل کے ممبر کی حیثیت سے انڈونیشیا سے یہ امید کی جاتی تھی کہ وہ انسانی حقوق کے عالمی اعلانیہ میں درج انسانی حقوق کے اصولوں کا تحفّظ کریگا اور انہیں مضبوطی سے برقرار رکھیگا54، لیکن انڈونیشیا کے مذہبی توہین کے قانون کے نفاذ سے یہ حقوق خطرہ میں پڑ گئے ہیں۔

## انسانی حقوق سے استفادہ پر ان قوانین کا اثر

### بھید بھاؤ سے آزادی

مذہبی توہین کے قوانین میں حالانکہ کسی خاص مذہب کی تخصیص نہیں کی گئی ہے، لیکن عملا انکا استعمال زیادہ تر اسلام کے خلاف کی گئی مذہبی توہین کو نشانہ بنانے کے لئے کیا جاتا ہے۔ مذہبی توہین کے معاملات میں کبھی کبھی ملزمین اور دفاع کرنے والے عیسائی یا دوسرے دیسی مذاہب کے پیروکار بھی ہوتے ہیں55 اور ان قوانین کی وجہ سے پیدا ہونے والے عدم رواداری کے ماحول کی وجہ سے عیسائیوں کے گرجاگھروں پر غیرقانونی حملوں کو حوصلہ ملا ہے، لیکن اکثر مرتبہ مذہبی توہین کے مبیّنہ ملزمین ایسے اقلیتی اسلامی فرقوں کے افراد بھی ہوتے ہیں جنھیں حکومت نے تسلیم نہیں کیا ہے اور اس وجہ سے انھیں اصل راستہ سے بھٹکا ہوا خیال کیا جاتا ہے۔ درحقیقت، مذہبی توہین کے قانون پر آئینی عدالت کے ذریعہ نظرثانی کئے جانے کی درخواست ان غیر سرکاری تنظیموں اور کثرتیت کے حامیوں کی طرف سے کی گئی تھی جنھیں یہ لگا تھا کہ "ان قوانین کا استعمال صرف مخصوص مذہبی گروپوں کے خلاف امتیاز برطے جانے کے لئے ہی کیا جارہا ہے" خاص طور پر وہ اقلیتی گروپ جنھیں انکے مذہب پر عمل کرنے کا انکا حق دینے سے منع کردیا گیا ہے56- جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا تھا، 2005 میں ایم یو آئی نے ایک فتوی جاری کرکر احمدیوں کو ایک منحرف فرقہ قرار دیا اور حکومت سے اس گروپ پر پابندی لگانے کی مانگ کی، اسکے لئے انھوں نے مذہبی توہین کے قانونوں کا حوالہ دیا تھا57- 2007 میں جاری کئے گئے اسی طرح کے ایک دوسرے فتوی میں دوسرے اسلامی فرقوں کو نشانہ بنایا گیا تھا جس میں سے ایک القیادت الاسلامیہ تھا، جسکے بانی اور سربراہ، احمد مشدّق کو اسی اکتوبر میں توہین مذہب کے الزامات کے تحت گرفتار کرکر جیل بھیج دیا گیا تھا58- تاہم سب سے زیادہ شدید اور مستقل بھید بھاؤ کا سامنا آج بھی احمدیوں کو کرنا پڑرہا ہے59-

احمدیوں کو بنیادی طور پر منحرف اس لئے مانا جاتا ہے کیونکہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ پیغمبر محمّد اسلام کے آخری رسول نہیں ہیں60- ایم یو آئی کے فتوے اور احمدیوں پر پابندی لگانے کی انکی مانگ کے علاوہ، حکومت کی متعیّن کردہ باکور PAKEM نے اپریل 2008 میں حکومت پر اس بات کے لئے زور دیا کہ وہ 1965 کے مذہبی توہین قانون کی بنیاد پر اس گروپ کو منتشر کردے61- اسکے علاوہ انتہاپسندوں نے بھی احمدیوں کے خلاف پرتشدّد مہموں میں اضافہ کیا۔ اسکے بعد اسی سال جون میں مشترکہ وزارتی فیصلہ آیا جس میں احمدیوں کو عوامی جگہوں پر عبادت کرنے اور اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے منع کردیا گیا تھا اور خلاف ورزی کرنے والوں کے لئے پانچ سال قید کی سزا تجویز کی گئی تھی63-

انڈونیشیا کے مقامی خودمختاری پروگرام کے تحت بااختیار بنائے جانے پر بہت ساری مقامی حکومتوں نے احمدیوں اور دوسرے فرقوں پر مطلق پابندیاں عائد کیں۔ مثال کے طور پر، اکتوبر 2005 میں، مغربی نوسا تینگارا کی مذہبی امور کی صوبائی حکومت نے مبیّنہ طور پر احمدیوں سمیت 13 منحرف فرقوں پر پابندی عائد کی، جولائی اور ستمبر 2005 میں، مغربی جاوا صوبہ کے بوگور، کوننگان اور سیانجور کی مقامی ریجینسی انتظامیہ نے احمدیوں پر پابندی عائد کی54، اور ستمبر 2008 میں، جنوبی سماترا کی صوبائی حکومت نے ایم یو آئی کی مقامی اکائی کے کہنے پر پابندی عائد کی65۔ مرکزی حکومت جسکے پاس مذہبی معاملات میں مکمّل اختیار ہے، ان پابندیوں کو پلٹنے یا انھیں چیلینج کرنے کے لئے کوئی کوشش نہ کرنے کے لئے اس پر اکثر تنقید کی گئی ہے66۔ حالانکہ یہ پابندیاں ہمیشہ ہی عملا نافد نہیں کی جاتی ہیں لیکن پھر بھی انکی موجودگی سے انڈونیشیا میں احمدی لوگوں کے ذریعہ جھیلے جارہے امتیاز اور بھید بھاؤ کو اور مدد حاصل ہوتی ہے۔

2005 میں ایم یو آئی کی طرف سے انے والے فتوی کے بعد سے احمدیوں کے خلاف ہونے والے حملوں میں مبیّنہ طور پر قابل ذکر اضافہ ہوا ہے اور حملہ کرنے والوں کے خلاف پولیس کی طرف سے کوئی مضبوط کاروائی نہ ہونے کی وجہ سے حملوں کو انجام دینے والے بنا خوف ان حملوں کو انجام دیتے ہیں67۔ مثال کے طور پر، ایشین لیگل ریسورس سینٹر کے مطابق، جون 2007 میں، مغربی جاوا کے تاسکمالیہ میں احمدیوں کی ایک مسجد اور اس بہت سے متّبعین پر ایک بھیڑ نے حملہ کردیا جس میں زیادہ تر لوگ ایف پی آئی اور GERAK کے تھے جو ایک کمیونسٹ مخالف تحریک ہے68۔ پولیس نے مزید حملے روکنے کے لئے مداخلت کی لیکن حملہ کرنے والوں میں سے کسی کو بھی گرفتار نہیں کیا گیا69۔ 2008 میں آنے والے وزارتی فیصلہ کے ساتھ تشدّد کی ایک نئی لہر کا پھر سے آغاز ہوا۔ بین الاقوامی مذہبی آزادی کے یو ایس کمیشن نے اپنی ایک رپورٹ میں ذکر کیا ہے کہ 2008 سے احمدیوں کی 35 مساجد کو لوٹا گیا ہے اور انھیں روندا گیا ہے اور 21 مسجدوں یا ملاقاتوں کی جگہوں کو زبردستی بند کردیا گیا ہے70۔ 2009 میں ہوئے ایک حالیہ واقعہ میں، ایک گھر سے نکلنے والے احمدیوں کے ایک گروپ پر بھیڑ نے اس وقت حملہ کردیا جب وہ وہاں سے عبادت کرکر نکل رہے تھے۔ حالات خراب ہونے پر پولیس وہاں پہنچی، لیکن اس وقت تک بہت سے احمدی فرار ہوچکے تھے، ان میں سے چھ کو مقامی پولیس تھانہ لے جایا گیا ، لیکن حملہ کرنے والوں میں سے کسی کو بھی گرفتار نہیں کیا گیا71۔ بہت سے احمدیوں کو اپنا گھر چھوڑ کر بھاگنے اور خانگی طور پر در بدر ہوئے لوگوں کے لئے بنائے گئے کیمپوں میں انھیں پناہ لینی پڑی۔ لومبوک میں 2005 میں ہوئے ایسے ہی ایک حملہ میں بھی احمدیوں کو یہی کرنا پڑا تھا، اور اپریل 2009 میں، مقامی حکومت نے مبیّنہ طور پر کیمپ کے باشندوں سے یہ کہا تھا کہ وہ اپنے گھروں کو واپس نہ لوٹیں کیونکہ ایسا کرنا انکے لئے خطرناک ہوگا72۔

### اظہار کی آزادی

انڈونیشیا کے مذہبی توہین کے قانون سے بہت سی سحطوں پر اظہار کی آزادی کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ ان سے اقلیتی گروپوں کے مذہبی اظہار میں رخنہ پیدا ہوتا ہے، خاص طور پر وہ مسلم فرقے جنھیں منحرف مانا جاتا ہے، ان سے میڈیا کے اوپر پابندیاں عائد ہوتی ہیں اور یہ لوگوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ غیر قانونی دباؤ اور قانونی چارہ جوئی سے بچنے کے لئے اپنے آپ خود ساختہ پابندیاں لاگو کریں۔

اکتوبر 1990 میں دی *مانیٹر* اخبار کے ایڈیٹر، آرسوینڈو آتموویلوٹو کو تعذیری ضابطہ کے آرٹیکل 156(A) کے تحت گرفتار کرلیا گیا۔ انھوں نے مبیّنہ طور پر انڈونیشیا میں قارئین پر کرائے گئے ایک سروے کے نتائج اپنے اخبار میں سائع کئے تھے، اس سروے میں انڈونیشیا کے سب سے مقبول اور پسندیدہ شخصیت کے بارے میں معلوم کیا گیا تھا، اس سروے میں یہ دکھایا گیا تھا کہ پیغمبر محمّد 11 ویں مقام پر تھے۔ مسلم تنظیموں نے اس خاکہ پر زبردست غصّہ کا اظہار کیا، اور مظاہرین نے اخبار کے دفتر میں زبردستی داخل ہوکر کھڑکیاں توڑدیں اور آلات کو تباہ کردیا73۔ اسکے بعد اسی مہینہ میں اس اخبار کو بند کرادیا گیا اور حکومت نے مبّینہ طور پر انتہاپسند گروپوں کی طرف سے بڑھتے ہوئے دباؤ میں آکر اسکا لائسینس منسوخ کردیا74۔ اپریل 1991 میں آرسیونڈو کو پانچ سال قید کی سزا سنائی گئی جو آرٹیکل 156(A) کے تحت دی جانے والی زیادہ سے زیادہ سزا ہے، اور انھیں چھ ماہ چھوڑ کر اپنی پوری سزا کی مدّت کاٹنی پڑی 75۔ بعد میں انھوں نے مذہبی توہین کے قانون پر آئینی عدالت کے ذریعہ نظرثانی کے حالیہ واقعہ میں انھوں نے درخواست دہندگان کی طرف سے اپنا بیان درج کرایا تھا76۔

امریکہ کی *پلے بوائے* میگزین نے اپریل 2006 میں انڈونیشیا کے اندر اپنا پہلا ایڈیشن جاری کیا، اس ایڈیشن میں برہنہ عورتوں کو تصاویر نہیں تھیں77۔ لیکن مذہبی لیڈروں اور انتہاپسند گروپوں نے پھر بھی اسکی اشاعت کی مذمّت کی اور یہ میگزین جیسے ہی نیوز اسٹینڈ میں پہنچی، سفید کپڑوں میں ملبوس غضّائی بھیڑ (سفید رنگ کو اسلام میں پاکی کی علامت مانا جاتا ہے) اس میگزین کے دفتر کے باہر جمع ہوگئی اور عمارت کے اوپر پتّھر پھینکنے شروع کردئے۔ پولیس وہاں موجود تھی لیکن وہ مبیّنہ طور پر بنا کسی کاروائی کے وہاں کھڑے یہ سب دیکھتے رہے۔ اس وقت ایک پولیس کمانڈر نے *پلے بوائے* سے اپنی اشاعت روک دینے کے لئے کہا، جبکہ دوسرے نے انھیں جکارتہ سے باہر کسی دوسری جگہ منتقل ہونے کا مشورہ دیا78۔ میگزین کی ناشر ارون ایرناڈا پر نامناسب مواد شائع کرنے کا مقدمہ چلایا گیا لیکن پھر بعد میں انھیں بری کردیا گیا79۔ یہ مذہبی توہین کا کوئی عمومی واقعہ نہیں ہے لیکن اس سے اظہار کی آزادی کے بارے میں حکومت کے طریقہ اور سوچ کا پتہ چلتا ہے خاص طور پر اس وقت جب اسے مذہبی انتہاپسندوں کے ذریعہ چیلینج کیا جاتا ہے یا جب امتناعی قوانین سے اسے خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ *پلے بوائے* کا تنازعہ اکتوبر 2008 میں اختیار کئے جانے والے پورنوگرافک مخالف بل پر چل رہی گفت و شنید کے دوران واقع ہوا80۔

اپریل 2007 میں مذہبی اظہار کی آزادی کو اس وقت خاص طور پر نشانہ بنایا گیا جب پروٹیسنٹوں کی ایک ملی جلی تنظیم، انڈونیشین اسٹوڈینٹس سروس ایجینسی کے 41 ممبران کو تعذیر ضابطہ کے آرٹیکل 156(A) کے تحت مذہبی توہین کے الزام میں گرفتار کرکر قید کیا گیا81۔ ان پر یہ الزام 10 منٹ کے ایک ویڈیو ٹیپ کی وجہ سے لگائے گئے تھے جس میں تشدّد سے دہشت گردی تک انڈونیشیا کے اندر ہر طرح کی برائی کا ذریعہ قرآن کو دکھایا گیا تھا82۔ اسی سال ستمبر میں، ان سبھی 41 مبمبران کا جرم ثابت کردیا گیا اور انھیں پانچ سال قید کی سزا سنادی گئی83۔ یو ایس اسٹیٹ ڈیپارٹمینٹ کے مطابق، اگست 2008 میں انھیں یوم انڈونیشیا کے جشن کے دن راحت دی گئی84۔

مذہبی توہین کے قانون کا استعمال افراد کی تقریر پر پابندی لگانے کے لئے بھی کیا جاتا ہے۔ اکتوبر 2009 میں ایک حالیہ واقعہ میں، مشرقی لومبوک میں 70-سالہ بکری عبداللّٰہ کو مذہبی توہین کے الزام کے تحت گرفتار کرلیا گیا تھا۔ انھوں نے مبیّنہ طور پر اپنے نبی ہونے کا دعوی کرکر تعذیر ضابطہ کے آرٹیکل 156(A) کی خلاف ورزی کی تھی اور انکے اس دعوی سے انکے گاؤں کے بعض لوگ ناراض ہوگئے تھے۔ انھوں نے دو مرتبہ جنّت کے سفر کا دعوی کیا تھا۔ انکی گرفتاری اس وقت ہوئی تھی جب گاؤں والوں نے ان پر حملہ کیا اور سکیورٹی گارڈوں نے مداخلت کے بعد انھیں پولیس کے حوالہ کردیا۔ مئی 2010 میں انھیں اسلام کے خلاف توہین کے لئے ایک سال قید کی سزا دی گئی، جبکہ انکے معاملہ میں عدالت نے انکی عمر کی وجہ سے کافی نرمی دکھائی تھی85۔

## مذہب ہی آزادی

1965 کے مذہبی توہین کے قانون میں چھ مذاہب کو تسلیم شدہ مذاہب کے طور پر بیان کیا گیا ہے جس سے مذہبی آزادی اور بین الاقوامی اصولوں کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ انڈونیشا کے شہریوں کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ ان چھ مذاہب میں سے کسی ایک ککے ساتھ اپنی پہچان کو ظاہر کریں، انھیں یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ متبادل کے طور پر دہریت کا اقرار کریں86۔ خدا پر یقین نہ رکھنے والوں اور مذہبی اقلیتوں کے حقوق نتیجتا محدود ہوگئے ہیں اور یہاں تک کہ جو تسلیم شدہ مذاہب کے ماننے والوں پر بھی مجرمانہ جرمانے اور سزائیں لاگو ہوتی ہیں اگر انکے عقائد یا مذہبی امور انکے مذہب کے سرکاری طور پر منظور شدہ طریقہ سے ذرا بھی مختلف ہوں۔

سنّی مسلمانوں کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ سختی کے ساتھ اس دائرہ کے اندر رہتے ہوئے اسلام پر عمل کریں جنھیں مختلف سرکاری مذہبی اداروں نے طے کیا ہے اور جسے کریمنل جسٹس سسٹم کے ذریعہ نفاذ میں لایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، 2005 میں مشرقی جاوا میں ملانگ کے ایک اسلامک بورڈنگ اسکول کے ڈائریکٹر محمّد عثمان کو آرٹیکل 156(A) کی خلاف ورزی کرنے کے شبہ میں صرف اسلئے گرفتار کرلیا گیا کیونکہ انھوں نے انڈونیشیا کی زبان بھاشا کے اندر خود بھی اسلامی عبادات انجام دیں اور اپنے طلبا سے بھی انھیں پڑھوایا۔ اس سے پہلے اسی مہینہ ایم یو آئی کی ملانگ اکائی نے ایک فتوی جاری کیا تھا اور عبادت میں غیر عربی زبان کے استعمال پر پابندی عائد کردی تھی۔ رائے کو مذہبی توہین کا مجرم نہیں پایا گیا لیکن نفترت پھیلانے کے لئے پمفلیٹ تقسیم کرکر اسلام کو لوٹنے کا ملزم پایا گیا87 اور تعذیری ضابطہ کے آرٹیکل 157 کے تحت انکا جرم ثابت کیا گیا۔ انھیں دو سال قید کی سزا دی گئی اور انکا بورڈنگ اسکول بند کردیا گیا88۔ انڈونیشیا کی دو سب سے بڑی مسلم تنظیموں محمّدیہ اور نزلت العماء نے یہ کہتے ہوئے انکی

گرفتاری اور انھیں مجرم ثابت کئے جانے کی مذمّت کی کہ پولیس "بہت زیادہ آگے" نکل گئی تھی اور یہ کہ رائے نے شاید ایک غلطح کی تھی لیکن انھوں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا89۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا تھا، اکتوبر 2007 میں ایم یو آئی کے ایک فتوی میں القیادت الاسلامیہ کو منحرف قرارد دیا گیا تھا۔ اسکے صرف چند ہی روز بعد اس گروپ کے لیڈر احمد مصدّق کے مغربی سماترا میں واقع گھر پر پولیس نے چھاپہ مارا، جو مبیّنہ طور پر ایم یو آئی کے احکامات پر عمل کررہی تھی۔ مصدّق نے 2000 میں یہ گروپ قائم کیا تھا اور ایم یو آئی کی توجّہ ان پر اس وقت گئی جب انھوں نے اپنے نبی ہونے کا دعوی کیا۔ چھاپہ کے وقت وہ گھر پر موجود نہیں تھے اور اپنی گرفتاری سے بچنے کے لئے وہ اسکے بعد فرار ہوگئے90۔ اسی ماہ کے اختتام پر، انڈونیشیائی پولیس کے سربراہ، جنرل سوتانتو نے سبھی صوبائی پولیس سربراہوں کو القیادت الاسلامیہ کے سبھی لیڈروں کو پکڑنے، ان سے پوچھ گچھ کرنے اور انھیں قید کرنے کے احکامات دئے91۔ *جکارتہ پوسٹ* کے مطابق سوتانتو کا یہ کہنا تھا کہ یہ احکامات ضروری تھے تاکہ اس فرقہ کو جھوٹی تعلیمات پھیلانے سے روکا جاسکے اور مسلم گروپوں کی طرف سے ہونے والے ممکنہ حملوں نے اس فرقہ کو تحفّظ دیا جاسکے 92۔ یہ حکم جاری ہونے کے اسی دن مصدّق اور انکے چھ متّبعین نے اپنے آپکو جکارتہ پولیس کے سامنے حاضر کردیا93۔ اگلے کچھ ہفتوں کے دوران القیادت الاسلامیہ پر بڑنے پیمانے پر چھاپے مارے گئے اور انھیں پکڑا گیا، جس میں انکے متّبعین کے گھروں پر پولیس کے چھاپہ اور ایف پی آئی جیسے گروپوں کے ذریعہ خوف زدہ کیا جانا اور ڈرایا دھمکایا جانا بھی شامل تھا94۔ مصدّق نے اپنی گمراہ تعلیمات کے لئے انڈونیشیا کے عوام سے معافی مانگی اور اصل اسلام کی طرف پلٹنے کا عہد کیا95۔ تاہم ان پر آرٹیکل 156(A) کے تحت مذہبی توہین کا الزام عائد کیا گیا اور اپریل 2008 میں انھیں چار سال قید کی سزا دی گئی96۔

کنگڈم آف ایڈن یا سلام اللّٰلہ کے نام سے جانے جانے والے ایک اور فرقہ کو بھی قانونی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس گروپ کی بانی اور سربراہ لیا امین الدّین تھیں جو لیا ایڈن کے نام سے بھی جانی جاتی ہیں، انھوں نے یہ دعوی کیا کہ وہ یسوع کی ماں مریم کا اوتار ہیں اور فرشتہ جبریل کی پیغامبر ہیں – یہ دونوں ہی اسلام کی اہم ہستیاں ہیں97۔ دسمبر 2005 میں انھیں توہین مذہب کے الزامات کے تحت گرفتار کیا گیا اور جون 2006 میں انھیں دو سال قید کی سزا دی گئی98۔ دسمبر 2008 میں لیا کو اپنی ایک ساتھی اور پیروکار واہیو اننديتو کے ساتھ مذہبی توہین کے الزام کے تحت پھر سے دوبارہ گرفتار کیا گیا تھا99۔ انکا مبیّنہ جرم یہ تھا کہ وہ سرکاری دفتروں سمیت سبھی جگہوں پر پمفلیٹ تقسیم کررہی تھیں جن میں حکومت سے سبھی مذاہب کو ختم کردینے اور لوگوں سے سلام اللّٰلہ میں شامل ہونے کے لئے کہا گیا تھا۔ جون 2009 میں لیا کو ڈھائی سال قید کی سزا دی گئی اور واہیو کو دو سال قید کی۔ لیا کو لمبی سزا کی وضاحت کرتے وقت جج نے یہ حوالہ دیا کہ لیا نے کسی طرح کے افسوس کا اظہار نہیں کیا تھا100۔ لیا کے نائب عبد الّرحمان نے 2007 میں پیغمبر محمّد کا اوتار ہونے کا دعوی کیا اور اسے توہین مذہب کے الزام کے تحت گرفتار کرلیا گیا۔ شروع میں اسکا جرم ثابت کردیا گیا تھا، لیکن بعد میں مرکزی جکارتہ کی ضلع عدالت نے اپیل کرنے پر اسکے حق میں فیصلہ دیا اور اسے سبھی الزامات سے بری کردیا101۔ جکارتہ کے پراسکیوٹر دفتر نے اس فیصلہ کو چیلینج کیا اور نومبر 2007 میں سپریم کورٹ نے عبدل الرّحمان کو مذہبی توہین کا مجرم پاتے ہوئے اسے تین سال قید کی سزا دی102۔

[پل باکس] مئی 2009 میں سیون سٹی آف اللّٰلہ کے عیسائی فرقہ کے لیڈر نمروٹ لاسان کو انکے چھ پیروکاروں کے ساتھ آرٹیکل 156(A) کے تحت توہین مذہب کے الزامات پر گرفتار کرلیا گیا103۔ سیون سٹی آف اللّٰہ فرقہ کو، جو مبیّنہ طور پر کتاب ارمیہ پر مبنی ہے، صحیح عیسائی تعلیمات جیسے اتوار کے روز گرجا میں عبادت میں شرکت کرنا اور یا عشائے ربّانی لینے کی تعلیمات سے منحرف پایا گیا۔ اصل پروٹیسٹینٹ گروم، تیمور ایوینجیلیکل چرچ (GMIT) کے لیڈروں نے ان گرفتاریوں پر یہ کہتے ہوئے اعتراض کیا کہ اس بارے میں ان سے بھی مشورہ کیا جانا چاہئے تھا اور وہ نہیں سمجھتے کہ یہ فرقہ انکے عقیدہ کی کسی بھی طرح سے دل آزاری کرتا ہے104۔

2009 میں ایک دوسرے معاملہ میں، ساتریا پیننگٹ ویٹینگ بوونو فرقہ کے بانی، آگس امام سولیچین کو"اپنے مسلم پیروکاروں کے بیچ بدعتی تعلیمات پھیلانے" کی وجہ سے مذہبی توہین کے قانون کے تحت گرفتار کرلیا گیا105۔ آگس نے اپنے فرقہ کے ممبران کو مبیّنہ طور پر یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ روایتی اسلامی طریقے چھوڑ دیں اور جنسی سرگرمی میں اجتماعی حصّہ لیں106۔ جولائی 2009 میں، انھیں ڈھائی سال قید کی سزا دی گئی107۔

### مناسب قانونی طریقہ کار کا حق

انڈونیشیا کے مذہبی توہین کے قانون کے نفاذ سے مذہبی توہین کے مبیـنہ ملزمین کے منصفانہ مقدمہ کے حقوق کے بارے میں بہت سے خدشات پیدا ہوئے ہیں خاص طور پر اس بات کو دھیان میں رکھتے ہوئے کہ انڈونیشیا کے کریمنل جسٹس سسٹم میں ایم یو آئی کو بے انتہا اثر و نفوذ حاصل ہے۔ مثال کے طور پر، مئی 2005 میں، ایم یو آئی کی مقامی اکائی نے پروبولنگو کے ایک اسلامی طریقہ علاج سے متبادل طریقہ علاج فراہم کرنے والے کلینک، کہایا الام کینسر اینڈ ڈرگ ایڈکشن ہیلنگ فاؤنڈیشن کے خلاف ایک فتوی جاری کیا۔ ایم یو آئی نے فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر آردھی حسین اور انکے بہت سے دوسرے ساتھیوں پر اپنی ایک کتاب میں اسلام کے بارے میں بدعتی تعلیمات پھیلانے کا الزام لگایا جس میں انھوں نے مبیّنہ طور پر اس بات کا انکار کیا تھا کہ پیغمرب محمّد آخری نبی تھے108۔ اس فتوی کے نتیجہ میں پولیس نے تحقیقات شروع کیں اور بھیڑ نے اس کلینک پر حملہ کرکر اسکے اندر توڑ پھوڑ اور لوٹ مار کی اور علاج کے انتظار میں وہاں موجود مریضوں کو باہر نکال دیا109۔

حسین اور انکے سبھی ساتھیوں کو گرفتار کرلیا گیا اور ان پر توہین مذہب کا الزام عائد کیا گیا۔ سمتبر 2005 میں حسین کو پانچ سال قید کی سزا سنائی گئی، پانچ دوسرے لوگوں کو جنھوں نے اس کتاب کی تدوین میں مدد کی تھی چار سال قید کی سزا سنائی گئی، اور ایک ملازم کو جس نے ایک پڑوسی کو یہ کتاب بیچی تھی، تین سال قیود کی سزا دی گئی۔ ان کے وکیل نے ان سزاؤں کو زیادتی قرار دیا اور کہا کہ یہ سزائیں ایم یو آئی کے دباؤ کے نتیجہ میں دی گئی تھیں۔ مقدمہ کے دوران، کسی بھی گواہ نے یہ شہادت نہیں دی کہ اس نے دفاعی فریقوں کو اپنی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے دیکھا تھا، اور جج نے بنا کسی وضاحت کے انکی طرف سے ماہرین کی شہادت سننے سے انکار کردیا110۔

بناکسی قانونی جواز کے گرفتاری اور قید میں رکھے جانے سے آزادی کے، مذہبی توہین کے ملزمین کے حقوق کی بھی خلاف ورزیاں ہوتی ہیں اور انکا استحصال کیا جاتا ہے، کیونکہ قانون میں استعمال کی گئی زبان اپنے نفاذ کے لحاذ سے بہت ہی مخصوص ہے اور ملزمین کو اکثر مقدمہ سے پہلے اور مقدمہ کے دوران پوری مدّت جیل میں ہی رکھا جاتا ہے111۔

انڈونیشیائی حکومت کے افسران اور آئینی عدالت نے مذہبی توہین کے قانون کا یہ کہتے ہوئے دفاع کیا ہے کہ یہ بین مذاہب تشدّد کو روکنے کا ایک ذریعہ ہیں، جنکے بارے میں انکا کہنا یہ کہ اس طرح کے تشدّد منحرف طریقہ کاروں اور دلآزاری پیدا کرنے والے تبصروں سے پیدا ہوتے ہیں112۔ تاہم عملا مذہبی توہین کے جتنے بھی الزامات عائد کئے جاتے ہیں ان سبھی کے ساتھ بھیڑ کے ذریعہ کیا جانے والا تشدّد بھی شامل ہوتا ہے، جبکہ صرف چھ مذاہب کو ی سرکاری طور پر تسلیم کئے جانے کے نتیجہ میں دوسرے مذہبی گروپوں سے تعلّق رکھنے والے لوگوں کو قانون اور سماج دونوں کی طرف سے بدعتی یا منحرف قرار دیدیا جاتا ہے113۔ درحقیقت، توہین مذہب کے قانون پر آئینی عدالت کے ذریعہ نظرثانی کئے جانے کی درخواست دینے والوں کی نمائندگی کرنے والے، چوئرل انم، نے اس بات پر بہت زور دیا تھا کہ، فرقہ وارانہ تناؤ اور مذہبی جھگڑوں کو روکنے کے بجائے انھوں نے انھیں اور بڑھاوا دینے میں ایک آلئہ کا کام کیا ہے114۔ اسی طرح ایک دوسرے ناقد نے ابھی حال ہی میں یہ دلیل دی تھی کہ مذہبی توہین کے قانون نے "امن اور ہم آہنگی بنائے رکھنے کے بجائے، ایک چھتری کا کام کیا ہے جسکے نیچے مختلف جنگجو گروپ جمع ہوکر دوسروں پر حملہ کرتے ہیں، انھیں جلاتے ہیں، اور برباد کرتے ہیں115۔

اسلامی انتہاپسند گروپ احمدیوں کے مقامات، چرچوں، شیعاؤں کی مسجدوں، ہندو مندروں، باروں اور نائٹ کلبوں پر بنا کسی قانونی ڈر کے حملہ کرنے کے لئے بالکل آزاد ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ انکی ان حرکتوں کو مذہبی توہین کے قانون اور ایم یو آئی جیسے ادارے کچھ حد تک جائز ٹھہراتے ہیں116۔ یہ سب جانتے ہیں کہ اس طرح کے حملوں میں پولیس والے یا تو تماشائی بن کر کھڑے دیکھتے ہیں یا کبھی ان حملوں میں خود بھی شریک ہوجاتے ہیں جیسا کہ سیٹارا انسٹی ٹیوٹ فار ڈیموکریسی اینڈ پیس کے ذریعہ انڈونیشیا کے 12 صوبوں میں مذہب کی آزادی پر کی گئی ایک جامع اسٹڈي میں پایا گیا تھا117۔ حالانکہ بعض معاملوں میں حکومت نے اس طرح کے مسلکی اور فرقہ وارانہ تسدّد پر سخت رخ اختیار کیا ہے، لیکن اسکے مجموعی ردّعمل کو کمزور اور غیر مستحکم کہہ کر اس پر تنقید کی جاسکتی ہے118۔ جون 2010 میں، قانون سازوں کے ایک گروپ نے صدر سوسیب بومبانک یودھویونو سے ملاقات کی اور ایف پی آئی اور دوسرے کٹّر پنتھی اسلامی گروپوں پر لگام لگانے کی درخواست کی119۔

مذہبی اقلیتوں پر پرتشدّد حملوں اور حکومت کی طرف سے کسی طرح کی قانونی کاروائی نہ کئے جانی کی وجہ سے اس طرح کے حملوں کے خوف اور خطروں سے فرد کے ذاتی تحفّظ اور رازداری کے حقوق کی خلاف ورزی ہوتی ہے، اور بعض معاملات میں تو یہ اذیت رسانی، یا ظالمانہ، غیر انسانی اور تذلیل آمیز سلوک کے مترادف ہوتا ہے۔ ویلہیلمینا ہول کا معاملہ یہ واضح کرتا ہے کہ مذہبی توہین کے مجرموں کو کن خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دسمبر 2008 میں، یہ افواہ پھیلائی گئی کہ مرکزی مالوکو صوبہ (اس صوبہ میں مذہبی ٹکراؤ کی تاریخ بہت پرانی ہے)کے ماسوہی میں ایک اسکول ٹیچر ہوولی نے اپنی ذاتی کلاس میں ایک طالب علم کو پڑھاتے وقت اسلام کی توہین کی تھی120۔ اس مسلم طالب علم نے اپنے والدین سے اسکی شکایت کی، جنھوں نے اسکی اطّلاع ایم یو آئی کی مقامی اکائی کو دی، جس نے اسکے بعد پولیس کو شکایت سونپی121۔ یہ الزام سامنے آنے کے قریب پانچ روز بعد، 500 مظاہرین کا ایک گروپ مقامی ایجوکیشن ایجینسی کے دفتر کے باہر جمع ہوا اور ہوولی کی برخاستگی کی مانگ کی۔ اس کے بعد ایک چھوٹا سا جھگڑا شروع ہوا اور ایک گھنٹہ کے اندر اندر بڑے پیمانہ پر دنگا شروع ہوگیا۔ درجنوں گھروں اور چرچوں کو جلا ڈالا گیا اور کم سے کم چھ لوگوں کو شدید چوٹیں آئیں 122۔ اس تشدّد پر قابو پانے میں مقامی پولیس کی مدد کے لئے دنگا پولیس کو بھی لگانا پڑا123۔ ماسوہی پولیس کو اس وجہ سے شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا کہ اس نے بے چینی بڑھنے والے دنوں میں کوئی امتناعی کاروائی نہیں کی124۔

## نتیجہ

انڈونیشیا کے مذہبی توہین کے قانون سے انسانی حقوق کی بہت سے خلاف ورزیوں میں اضافہ ہوا ہے جن میں سب سے زیادہ قابل ذکر اظہا کی آزادی، مذہب کی آزادی اور بھید بھاؤ سے آزادی شامل ہیں۔ یہ خلاف ورزیاں نہ صرف انفرادی طور پر لوگوں کے خلاف ان قانون کو لاگو کرنے سے پیدا ہوتی ہیں بلکہ یہ اس وجہ سے بھی ہوتی ہیں کیونکہ مذہبی اقلیتوں کے خلاف سرکاری بھید بھاؤ کو جائز ٹھہرانے کے لئے انکا استعمال کیا جاتا ہے جسکی وجہ سے سماج کے اندر مذہبی تناؤ اور منافرت میں شدّت آئی ہے۔ 2010 میں آئینی عدالت کے ذریعہ نظرثانی کے وقت ان قوانین کو منسوخ کرنے یا ان میں ترمیم کرنے کا ایک موقع حاصل ہوا تھا لیکن یہ المیہ ہے کہ انھیں قانونوں کو سماج کے اندر مذہبی ٹکراؤ روکنے کی ضرورت کی بنیاد بتاکر برقرار رکھا گیا۔ انڈونیشیا حالانکہ ایک مضبوط جمہوریت ہے اور یہاں کا شہری سماج بہت مضبوط ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی دکھائی دیتا ہے کہ انڈونیشیا کے مذہبی ارباب اور کٹّر پنتھی کارکنوں کو حکومت اور قانونی نظام کے اوپر اپنی قوّت سے زیادہ اختیار حاصل ہے جس کی وجہ سے وہ ملک کو مزید عدم رواداری اور عدم استحکام کی طرف ڈھکیل رہے ہیں۔

---

[1] Human Rights Watch, *Turning Critics into Criminals: The Human Rights Consequences of Criminal Defamation Law in Indonesia* (New York: Human Rights Watch, 2010), 18, http://www.hrw.org/en/reports/2010/05/04/turning-critics-criminals-0.

[2] Tad Stahnke and Robert C. Blitt, "The Religion-State Relationship and the Right to Freedom of Religion or Belief: A Comparative Textual Analysis of the Constitutions of Predominately Muslim Countries," *Georgetown Journal of International Law* 36, no. 4 (Summer 2005).

[3] Indonesia's Ministry of Religious Affairs estimates that there are 19 million Protestants, 8 million Catholics, and 10 million Hindus. See U.S. Department of State, "Background Note: Indonesia," January 2010, http://www.state.gov/r/pa/ei/bgn/2748.htm.

[4] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Indonesia," in *International Religious Freedom Report 2009* (Washington, DC: U.S. Department of State, October 2009), http://www.state.gov/g/drl/rls/irf/2009/127271.htm.

[5] U.S. Department of State, "Background Note: Indonesia."

[6] Ibid.

[7] In Sukarno's first draft of Pancasila, dated June 1, 1945, reference was made only to "belief in God," and no particular god or religion was specified. A later document known as the Jakarta Charter amended reference to "belief in God" by adding "and the obligations of Muslims to adhere to Islamic law." When the state ideology was officially adopted in August 1945, these words were dropped and the doctrine reverted to its original, more secular form. See Richard G.

Kraince, *The Challenge to Religious Liberty in Indonesia*, (New York: Heritage Foundation, 2009), 6, http://www.heritage.org/Research/Reports/2009/06/Executive-Summary-The-Challenge-to-Religious-Liberty-in-Indonesia; U.S. Department of State, "Background Note: Indonesia."

[8] Kraince, *The Challenge to Religious Liberty in Indonesia*, 9.

[9] International Institute for Democracy and Election Assistance (International IDEA), *Democratization in Indonesia: An Assessment* (Stockholm: International IDEA, 2000), 11, http://www.idea.int/publications/country/upload/full_book-2.pdf.

[10] Angel Rabasa and John Haseman, *The Military and Democracy in Indonesia: Challenges, Politics and Power* (Santa Monica, CA: Rand Corporation, 2002), 35, http://www.rand.org/pubs/monograph_reports/MR1599/index.html.

[11] Arch Puddington and others, eds., "Indonesia," in *Freedom in the World 2010* (New York: Freedom House; Lanham, MD: Rowman & Littlefield, 2010), http://www.freedomhouse.org/template.cfm?page=363&year=2010&country=7841.

[12] Ikrar Nusa Bhakti, Sri Yanuarti, and Mochamad Nurhasim, *Military Politics, Ethnicity and Conflict in Indonesia* (Oxford: Centre for Research on Inequality, Human Security, and Ethnicity, 2009), http://www.crise.ox.ac.uk/pubs/workingpaper62.pdf.

[13] Ridwan Max Sijabat, "Pancasila Is Better Than No Ideology, Experts Say," *Jakarta Post*, June 1, 2010, http://www.thejakartapost.com/news/2010/06/01/pancasila-better-no-ideology-experts-say.html; International IDEA, *Democratization in Indonesia*, 203.

[14] U.S. Commission on International Religious Freedom (USCIRF), "Indonesia," in *Annual Report 2010* (Washington, DC: USCIRF, 2010), 256, http://www.uscirf.gov/images/annual%20report%202010.pdf; Kraince, *The Challenge to Religious Liberty in Indonesia*, 210.

[15] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Indonesia," in *International Religious Freedom Report 2009*; International IDEA, *Democratization in Indonesia*, 203 and 210.

[16] Kraince, *The Challenge to Religious Liberty in Indonesia*, 10.

[17] USCIRF, "Indonesia," 256.

[18] Andrew Steele, "The Decline of Political Islam in Indonesia," *Asia Times*, March 28, 2006, http://www.atimes.com/atimes/Southeast_Asia/HC28Ae03.html.

[19] Puddington, "Indonesia."

[20] U.S. Department of State, "Background Note: Indonesia."

[21] Puddington, "Indonesia."

[22] USCIRF, "Indonesia," 256.

[23] Peter Gelling, "No Porn, No Trash Talking Islam," *GlobalPost*, May 16, 2010, http://www.globalpost.com/dispatch/indonesia/100429/indonesia-islam-porn-blasphemy.

[24] Norimitsu Onishi, "Extremism Spreads Across Indonesian Penal Code," *New York Times*, October 27, 2009, http://www.nytimes.com/2009/10/28/world/asia/28stoning.html; UN Economic and Social Council, Commission on Human Rights, 62nd Session, *Report of the Special Rapporteur on Freedom of Religion or Belief, Asma Jahangir—Addendum: Summary of Cases Transmitted to Governments and Replies Received* (E/CN.4/2006/5/Add.1), March 26, 2006, paragraph 151, available at http://www2.ohchr.org/english/bodies/chr/sessions/62/listdocs.htm; "Sharia-Based Laws Creep into Half of Provinces," Compass Direct News, February 2, 2009, http://www.compassdirect.org/english/country/indonesia/1949/.

[25] An English translation of the constitution is available at http://www.embassyofindonesia.org/about/pdf/IndonesianConstitution.pdf.
[26] Article 156(A), Penal Code of Indonesia, available at http://www.unhcr.org/refworld/docid/3ffc09ae2.html.
[27] Article 19, Amnesty International, Cairo Institute for Human Rights Studies, and Egyptian Initiative for Personal Rights, amicus curiae brief, Case No. 140/PUU-VII/2009 in the Constitutional Court of Indonesia, March 11, 2010, p. 5, http://www.article19.org/pdfs/analysis/judicial-review-of-law-number-1-pnps-1965-concerning-the-prevention-of-relig.pdf.
[28] Asian Indigenous and Tribal People's Network, *Indonesia: Transmigration, Human Rights Violations and Impunity (Contribution under the Universal Periodic Review of the Human Rights Council)* (New Delhi: Asian Indigenous and Tribal People's Network, November 2007), http://lib.ohchr.org/HRBodies/UPR/Documents/Session1/ID/AITPN_IDN_UPR_S1_2008_AsianIndigenousandTribunalPeoplesNetwork_uprsubmission.pdf.
[29] The secretary general of the Indonesian Communion of Churches, Gomar Gultom, has argued: "Our society has matured since the law was first established in 1961. Civil society at that time was weak and that is why such laws were put in place and the guided democracy system was used." See Arghea Desafti Hapsari, "Religious Groups at Odds over Blasphemy Law," *Jakarta Post*, February 4, 2010.
[30] "Editorial: Holier Than Thou," *Jakarta Post*, February 4, 2010, http://www.thejakartapost.com/news/2010/02/04/editorial-holier-thou.html.
[31] The coalition included Imparsial, the Institute for Policy Research and Advocacy (Elsam), the Indonesian Human Rights and Legal Aid Association (PBHI), the Institutes for Studies on Human Rights and Democracy (DEMOS), the Setara Institute, the Desantara Foundation, and the Indonesian Legal Aid Foundation (YLBHI), as well as several notable Islamic activists and scholars. The late Abdurrahman Wahid, a former Indonesian president and leader of the Nahdlatul Ulama, one of Indonesia's two largest Muslim organizations, was also a petitioner in the case. See Bagus Budi Tama Saragih, "NGOs Request Judicial Review of Religious Blasphemy Law," *Jakarta Post*, January 30, 2010, http://www.thejakartapost.com/news/2010/01/30/ngos-request-judicial-review-religious-blasphemy-law.html.
[32] "Holier Than Thou," *Jakarta Post*.
[33] Zakki Hakim, "Islamic Hard-Liners in Indonesian Capital Break Up Rally Promoting Religious Tolerance," Associated Press, June 1, 2008; Devi Asmarani, "Church Attacks On the Rise in West Java," *Straits Times* (Singapore), June 20, 2007; "FPI Disrupts Transgender Course," *Jakarta Post*, May 4, 2010, http://www.thejakartapost.com/news/2010/05/04/issues-%E2%80%98fpi-disrupts-transgender-course%E2%80%99.html.
[34] Carmelia Pasandaran, "Constitutional Court Keeps Faith with Indonesia's Controversial Blasphemy Law," *Jakarta Globe*, April 20, 2010, http://www.thejakartaglobe.com/home/constitutional-court-keeps-faith-with-indonesias-controversial-blasphemy-law/370423.
[35] "Court Told to Be Firm on Rowdiness, Intimidating Visitors," *Jakarta Post*, March 18, 2010, http://www.thejakartapost.com/news/2010/03/18/court-told-be-firm-rowdiness-intimidating-visitors.html.
[36] "Judicial Review of 1965 Law Dangerous, Says Minister," *Jakarta Post*, January 29, 2010, http://www.thejakartapost.com/news/2010/01/29/judicial-review-1965-law-dangerous-says-

minister.html; Ary Hermawan, "Indonesian Court to Stage Debate on Religious Freedom," *Jakarta Post*, February 2, 2010, http://www.asianewsnet.net/news.php?sec=1&id=9943.
[37] Gelling, "No Porn, No Trash Talking Islam"; Arghea Desafti Hapsari, "Experts Insist Blasphemy Law Undermines Freedom," *Jakarta Post*, March 25, 2010, http://www.thejakartapost.com/news/2010/03/25/experts-insist-blasphemy-law-undermines-freedom.html.
[38] Human Rights Watch, "Indonesia: Court Ruling a Setback for Religious Freedom," news release, April 19, 2010, http://www.hrw.org/en/news/2010/04/19/indonesia-court-ruling-setback-religious-freedom; Camelia Pasandaran and Ulma Haryonto, "Judges Bowed to Fear in Blasphemy Ruling, Rights Activists Say," *Jakarta Globe*, April 20, 2010, http://www.thejakartaglobe.com/news/judges-bowed-to-fear-in-blasphemy-ruling-rights-activists-say/370604.
[39] Arghea Desafati Hapsari, "Court Upholds Blasphemy Law," *Jakarta Post*, April 20, 2010, http://www.thejakartapost.com/news/2010/04/20/court-upholds-blasphemy-law.html.
[40] Freedom House, "Indonesia Court Fails to Overturn Archaic Blasphemy Law," news release, April 20, 2010, http://www.freedomhouse.org/template.cfm?page=70&release=1175; Human Rights Watch, "Indonesia: Court Ruling a Setback for Religious Freedom."
[41] Pasandaran and Haryonto, "Judges Bowed to Fear in Blasphemy Ruling, Rights Activists Say."
[42] Ibid.
[43] The MUI, considered the country's highest authority on Islam, was formed in 1975 under Suharto. It is funded by the state, and its members are appointed by the state. While it is not considered a governmental body, its opinions on the interpretation of Islam are taken seriously by government officials, legislators, and the public. See Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Indonesia," *International Religious Freedom Report 2009*; International IDEA, *Democratization in Indonesia*, 203 and 210.
[44] International Crisis Group, *Indonesia: Implications of the Ahmadiyah Decree* (Jakarta/Brussels: International Crisis Group, July 2008), 3, http://www.crisisgroup.org/~/media/Files/asia/south-east-asia/indonesia/b78_indonesia___implications_of_the_ahmadiyah_decree.ashx.
[45] For an unofficial English translation of the decree, see *Joint Decree of the Minister of Religious Affairs, the Attorney General and the Minister of the Interior of the Republic of Indonesia* (No. 3 of 2008), June 9, 2008, http://www.thepersecution.org/world/indonesia/docs/skb.html.
[46] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Indonesia," *International Religious Freedom Report 2009*.
[47] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Indonesia," *International Religious Freedom Report 2006* (Washington, DC: U.S. Department of State, September 2006), http://www.state.gov/g/drl/rls/irf/2006/71341.htm.
[48] Richard C. Paddock, "Separation of Mosque, State Wanes in Indonesia," *Los Angeles Times*, March 20, 2006, http://articles.latimes.com/2006/mar/20/world/fg-hatred20.
[49] Hapsari, "Experts Insist Blasphemy Law Undermines Freedom."
[50] Gelling, "No Porn, No Trash Talking Islam."
[51] Ibid., quote from Azyumardi Azra, Islamic State University, Indonesia.
[52] See Hakim, "Islamic Hard-Liners in Indonesian Capital Break Up Rally Promoting Religious Tolerance"; Asmarani, "Church Attacks On the Rise in West Java"; Joe Cochrane and Jonathan

Kent, "Drifting Toward Extremism," *Newsweek*, December 4, 2006, http://www.newsweek.com/2006/12/03/drifting-toward-extremism.html.
[53] Andre Vltchek, "Jihad, Orthodox Islam and Religious Intolerance in Indonesia," *Asia-Pacific Journal* 7, February 9, 2009, http://www.japanfocus.org/-Andre-Vltchek/3048; Cochrane and Kent, "Drifting Toward Extremism"; "FPI Disrupts Transgender Course," *Jakarta Post*; Gelling, "No Porn, No Trash Talking Islam."
[54] UN General Assembly Resolution 60/251, April 3, 2006, http://www2.ohchr.org/english/bodies/hrcouncil/docs/a.res.60.251_en.pdf.
[55] Human Rights Watch, "Indonesia: Court Ruling a Setback for Religious Freedom."
[56] Hapsari, "Religious Groups at Odds over Blasphemy Law."
[57] International Crisis Group, *Indonesia: Implications of the Ahmadiyah Decree*, 3.
[58] Ibid., 9.
[59] According to Hendardo, director of the Setara Institute for Democracy and Peace, which monitors the state of religious freedom in 12 Indonesian provinces, "the Ahmadis remained the most persecuted community" in 2009. See "'Government Complicity' Lets Religious Conflict Go On," *Jakarta Post*, January 28, 2010, http://www.thejakartapost.com/news/2010/01/28/%E2%80%98government-complicity%E2%80%99-lets-religious-conflict-go.html; Setara Institute for Democracy and Peace, *Condition of Religious Faith and Freedom in Indonesia, 2009* (Jakarta: Setara Institute, January 2010).
[60] "Freedom of Religion in Indonesia: Multiple Choices Not Short Answer," *Caveat* 9, no. 2 (February 2010), http://indonesia.ahrchk.net/docs/CaveatV09-II.pdf.
[61] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Indonesia," in *International Religious Freedom Report 2009*.
[62] "Muslims Rally to Ban Sect in Indonesia," Reuters, June 9, 2008, http://in.reuters.com/article/idINIndia-33975020080609; "Indonesia, the Ahmadiyya and Radical Islam," Australian Broadcasting Corporation, June 18, 2008, http://www.abc.net.au/rn/religionreport/stories/2008/2278057.htm.
[63] *Joint Decree of the Minister of Religious Affairs, the Attorney General and the Minister of the Interior of the Republic of Indonesia* (No. 3 of 2008).
[64] Asian Indigenous and Tribal Peoples Network, *Indonesia: Piecemeal Approaches to Systematic and Institutionalized Discrimination: A Shadow Report to the Initial to Third Period Reports (CERD/C/IDN/3) to the CERD Committee* (New Delhi: Asian Indigenous and Tribal Peoples Network, August 2007), 5, http://www2.ohchr.org/english/bodies/cerd/docs/ngos/AITPN.pdf.
[65] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Indonesia," in *International Religious Freedom Report 2009*.
[66] Ibid.; "Freedom of Religion in Indonesia," *Caveat*.
[67] "Freedom of Religion in Indonesia," *Caveat.*
[68] Asian Legal Resource Centre, *Submission by the Asian Legal Resource Centre to the Human Rights Council's Universal Periodic Review on Human Rights in the Republic of Indonesia* (Hong Kong: Asian Legal Resource Centre, November 2007), 3, http://lib.ohchr.org/HRBodies/UPR/Documents/Session1/ID/ALRC_IDN_UPR_S1_2008_AsianLegalResourceCentre_uprsubmission.pdf.
[69] Ibid.

[70] The commission also reports that during the period covered by its 2010 annual report, violent incidents against Ahmadiyya were down compared with previous years. See USCIRF, "Indonesia," in *Annual Report 2010*, 259.
[71] Indah Setiawati and Hasyim Widhiarto, "Ahmadis Terrorized by FPI, Detained," *Jakarta Post*, December 12, 2009, http://www.thejakartapost.com/news/2009/12/12/ahmadis-terrorized-fpi-detained.html.
[72] USCIRF, "Indonesia," in *Annual Report 2010*, 259.
[73] "Writers in Prison, Postcards from the Very Edge of Life," *Observer*, December 21, 1991.
[74] Surya Gangadharan, "Indonesia: Suharto's 'Glasnost' Sends Confusing Signals," Inter Press Service, October 26, 1991.
[75] "Editor Jailed for Blasphemy," *Courier Mail*, April 9, 1991; Arghea Desafti Hapsari, "Who and What Defines Blasphemy?" *Jakarta Post*, February 11, 2010, http://www.thejakartapost.com/news/2010/02/11/who-and-what-defines-blasphemy.html.
[76] Hapsari, "Who and What Defines Blasphemy?"
[77] Bret Stephens, "About That Playboy in My Drawer…" *Wall Street Journal*, April 1, 2010, http://online.wsj.com/article/SB10001424052702304252704575155992763833532.html.
[78] Gary LaMoshi, "Indonesia: Playboy and Hardcore Violence," *Asia Times*, April 21, 2006, http://www.atimes.com/atimes/Southeast_Asia/HD21Ae01.html.
[79] "Indonesia *Playboy* Editor On Trial," British Broadcasting Corporation (BBC), December 7, 2006, http://news.bbc.co.uk/1/hi/6216392.stm; Stephens, "About That Playboy in My Drawer…"
[80] "Indonesia Passes Anti-Porn Bill," BBC, October 30, 2008, http://news.bbc.co.uk/1/hi/7700150.stm.
[81] Duncan Graham, "Dodging Sectarian Strife in Indonesia," *Asia Sentinel*, May 22, 2007, http://www.asiasentinel.com/index.php?option=com_content&task=view&id=501&Itemid=377.
[82] Benteng Reges, "East Java: 41 Christians Arrested for Blasphemy Against Islam," *AsiaNews*, May 2, 2007, http://www.asianews.it/index.php?l=en&art=9144.
[83] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Indonesia," in *International Religious Freedom Report 2009.*
[84] Ibid.
[85] "Indonesian 'Prophet' Jailed for Blasphemy," Agence France-Presse, May 7, 2010; "In Brief," *Canberra Times*, May 8, 2010; Made Arya Kencana, "'Certified' Prophet Gets One Year in Jail," *Jakarta Globe*, May 7, 2010, http://www.thejakartaglobe.com/home/certified-prophet-gets-one-year-in-jail/373707.
[86] "Freedom of Religion in Indonesia," *Caveat.*
[87] Wahyoe Boediwardhana, "MUI Not to Revoke Edict on Dual-Language Prayers," *Jakarta Post*, April 4, 2007.
[88] Muhammad Nafik and Pandaya, "The Mind-Boggling Game of Trying People for Their Beliefs," *Jakarta Post*, November 2, 2007, http://www.thejakartapost.com/news/2007/11/02/mindboggling-game-trying-people-their-beliefs.html-0.
[89] "Indonesian Police Criticized for Arresting Cleric," BBC.
[90] "Islamic Sect Crackdown," *Jakarta Post*, October 8, 2007; Nafik and Pandaya, "The Bind-Boggling Game of Trying People for Their Beliefs."
[91] "Police Order Sweep of Sect Leaders," *Jakarta Post*, October 30, 2007; Salim Osman, "Indonesian Sect Leader Surrenders," *Straits Times* (Singapore), October 31, 2007.
[92] "Police Order Sweep of Sect Leaders," *Jakarta Post*.

[93] "Indonesian Sect Leader, Followers Turn Selves In to Police," BBC, October 30, 2007.
[94] Stephen Fitzpatrick, "Hunt for 'Deviant' Muslims," *Australian*, November 5, 2007.
[95] "Sect Leader Moshaddeq Repents, Says Al-Qiyadah Was 'Misguided,'" *Jakarta Post*, November 10, 2010; Gelling, "No Porn, No Trash Talking Islam."
[96] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Indonesia," in *International Religious Freedom Report 2009*.
[97] "Lia Eden Arrested for 'Religious Blasphemy,'" *Jakarta Post*, December 16, 2008.
[98] "Indonesia's 'Archangel Gabriel' Messenger Jailed for Two Years," *Agence France-Presse*, June 30, 2006.
[99] Dicky Christanto, "Two Named Suspects for 'Religious Blasphemy,'" *Jakarta Post*, December 17, 2008.
[100] Andra Wisnu, "Lia Eden Sentenced to Prison, Again," *Jakarta Post*, June 3, 2009.
[101] "Indonesian Court Overturns Ruling on Religious Sect, Jails Senior Member," BBC, November 14, 2007.
[102] "Sect Member Sentenced to Three Years," *Jakarta Post*, November 11, 2007.
[103] Yemris Fointuna, "Seven Declared Suspects of Blasphemy," *Jakarta Post*, June 4, 2007.
[104] Yemris Fointuna, "Religious Leaders Regret Police Arrests of 'Defiant' Sect Figures," *Jakarta Post*, 6 June 2009.
[105] "Leader Handed 2.5 Years for Blasphemy," *Jakarta Post*, July 31, 2009.
[106] "Cult Leader Chooses to Face Trial Without an Attorney," *Jakarta Post*, May 26, 2009.
[107] "Leader Handed 2.5 Years for Blasphemy," *Jakarta Post*.
[108] Paddock, "Separation of Mosque, State Wanes in Indonesia."
[109] "Counselors Face Jail Time for Blasphemy," *Jakarta Post*, August 23, 2005; Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Indonesia," in *International Religious Freedom Report 2006*.
[110] Paddock, "Separation of Mosque, State Wanes in Indonesia."
[111] See *Report of the Special Rapporteur on Freedom of Religion or Belief* (E/CN.4/2006/5/Add.1), 40.
[112] Hapsari, "Court Upholds Blasphemy Law"; Gelling, "No Porn, No Trash Talking Islam."
[113] "Alliance Plans to Propose Review of Blasphemy Law," *Jakarta Post*, October 26, 2009, http://www.thejakartapost.com/news/2009/09/26/alliance-plans-propose-review-blasphemy-law.htm.
[114] Bagus Budi Tama Saragih, "NGOs Request Judicial Review of Religious Blasphemy Law," *Jakarta Post*, January 30, 2010, http://www.thejakartapost.com/news/2010/01/30/ngos-request-judicial-review-religious-blasphemy-law.html.
[115] "Blasphemy Law, a Shackle to the Indonesian People," *Jakarta Post*, February 11, 2010, http://www.thejakartapost.com/news/2010/02/11/blasphemy-law-a-shackle-indonesian-people.html.
[116] Armando Siahaan, Nurfika Osman, and Ulma Haryanto, "Caucus Tells SBY to Get Tough on Islamic Hardliners," *Jakarta Globe*, June 28, 2010, http://www.thejakartaglobe.com/home/caucus-tells-sby-to-get-tough-on-islamic-hard-liners/383130.
[117] According to the Setara Institute's January 2010 report, *Condition of Religious and Faith Freedom in Indonesia, 2009*, there were 200 reported incidents of religiously motivated violence that year in the 12 provinces the organization monitors. Of these, 101 cases featured "active" involvement by state officials, and in 38 cases officials were guilty of standing by and taking no

action. See "'Government Complicity' Lets Religious Conflict Go On," *Jakarta Post*; Setara Institute for Democracy and Peace, *Condition of Religious Faith and Freedom in Indonesia, 2009*.

[118] USCIRF, "Indonesia," in *Annual Report 2010*, 259.

[119] Siahaan, Osman, and Haryanto,"Caucus Tells SBY to Get Tough on Islamic Hardliners."

[120] "Masohi in Recovery, 2 Named Suspects," *Jakarta Post*, December 11, 2008, http://www.thejakartapost.com/news/2008/12/11/masohi-recovery-two-named-suspects.html; "Freedom of Religion in Indonesia," *Caveat*.

[121] Nancy-Amelia Collins, "Indonesia Sends Troops to Quell Sectarian Violence in Maluku Islands," Voice of America, December 10, 2008, http://www.51voa.com/VOA_Standard_English/VOA_Standard_English_26924.html.

[122] "Church, Homes Burned in Masohi Blasphemy Riot," *Jakarta Post*, December 10, 2008, http://www.thejakartapost.com/news/2008/12/10/church-homes-burned-masohi-blasphemy-riot.html.

[123] Collins, "Indonesia Sends Troops to Quell Sectarian Violence in Maluku Islands."

[124] M. Azis Tunny, "Forum Blasts Police for Late Response in Masohi," *Jakarta Post*, December 17, 2008, http://www.thejakartapost.com/news/2008/12/17/forum-blasts-police-late-response-masohi.html.

# ملیشیا

## تعارف

آبادی کے لحاذ سے میلیشیا کی رنگارنگی اور تنوّع کے باوجود، یہاں کی مذہبی آزادی اور اظہار کی آزادی ایسے قانون کی وجہ سے خطرہ میں رہتی ہیں جو مذہبی توہین و شتم اور مذہب کی برائی کی کسی بھی دوسری شکل پر پابندی عائد کرتے ہیں۔ جہاں تک آبادی کا مذہبی وابستگی کا تعلّق ہے، 3-28 ملین کی کل ملکی آبادی میں 60 فی صد لوگ مسلمان ہیں، 19 فی صد بودھ ہیں، 9 فی صد عیسائی اور 6 فی صد ہندو ہیں1۔ یہاں کے اصل نسلی گروپ ہیں ملائے (53 فی صد)، چائنیس (26 فی صد)، دیسی لوگ (12 فی صد) اور ہندوستانی (8 فی صد)2۔ 1970 سے یونائٹیڈ ملائے نیشنل آرگنازیشن (یو ایم این او) کی قیادت میں اتّحادی حکومت نے دھیرے دھیرے لیکن بہت یقینی انداز سے مذہبی معاملات میں حکومت کی زیادہ سے زیادہ مداخلت کی پالیسی پر عمل کیا ہے۔

اپنے ملائے رائے دہندگان کے بیچ، جن کی اکثریت سنّی مسلمانوں کی ہے، اپنی حمایت میں اضافہ کے مقصد سے یو ایم این او نے ملیشیا کے قانون، سیاست اور سماج کے اندر شریعت (اسلامی قانون) کے کردار اور اثر و نفوذ کو بڑھایا ہے۔ حالانکہ اسلامی اور سکیولر دونوں طرح کے قانونی نظاموں میں مذہبی توہین کے قانون پہلے سے ہی موجود ہیں لیکن سرکاری سطح پر شرعی قانون بنائے جانے اور شرعی عدالتوں کے قیام کی وجہ سے اظہار کی آزادی اور مذہب کی آزادی پر شدید پابندیاں عائد ہوگئی ہیں3۔ ملیشیائي سماج کو اسلامی رنگ میں نگنے کی کوششوں میں ڈیپارٹمینٹ آف اسلامک ڈولپمینٹ (JAKIM) کا قیام بھی شامل ہے، یہ ادارہ ایسے سبھی مذہبی فرقوں کی ایک فہرست اپنے پاس رکھتا ہے جنکے بارے میں مانا جاتا ہے کہ وہ بدعتی یا منحرف فرقے ہیں، مثلا جیسے شیعہ اسلام، احمدیہ، اور بہائی مذہب4۔ انحراف کے الزامات حالانکہ مذہبی توہین یا شتم کے روایتی دائرے میں نہیں آتے لیکن ان سے یہ ضرور ہوتا ہے کہ ملیشیا کی حکومت عام طور پر مذہبی و دینی نظریات کے اختلافات کو پسند نہیں کرتی اور انسانی حقوق پر اس ناپسندیدگی کیا منفی اثرات مرتّب ہوتے ہیں۔

## پس منظر

1957 اور 1963 کے درمیان مملکت برطانیہ سے آزادی حاصل کرنے والا موجودہ ملیشیا 13 ریاستوں کا ایک وفاق ہے (اس کے 3 ساتھ وفاقی خطّہ بھی جڑے ہیں) ان میں سے 9 ریاستوں میں آج بھی سلطانوں کی علامتی حکمرانی ہے جو انھیں وراثت میں منتقل ہوتی چلی آرہی ہے۔ نوآبادی بننے سے پہلے، یہ سلطان آزاد مسلم ریاستوں کے مذہبی و سیاسی قائد ہوا کرتے تھے5۔ 14ویں صدی کے آغاز6 میں ملائے سلطنت میں شریعت پر عمل کیا جاتا تھا، لیکن برطانوی اقتدار کی ماتحتی میں کامن لا، یکساں قانون کی شروعات ہوئی، اور شریعت کا دائرہ صرف مسلمانوں کے خاندانی اور آپسی معاملات تک محدود ہوگیا7۔ وفاقی ملیشیا میں سیاسی سطح پر اس موضوع پر اکثر گرما گرم بحثیں ہوتی ہیں کہ ایک ایسے ملیشیا کے اندر شریعت کا کیا کردار ہونا چاہئے جہاں غیر مسلم اقلیتوں کی ایک بہت ہی بڑی تعداد رہتی ہے، یہ بحثیں اکثر ان سیاستدانوں کے ذریعہ کی جاتی ہیں جو الگ الگ مخصوص نسلی مذہبی رائے دہندگان کی نمائندگی کرتے ہیں۔

## مذہب اور ریاست

ملیشیا کی سیاست میں یوں تو قریب قریب سبھی نسلی گروپوں کی نمائندگی ہے لیکن آزادی کے بعد سے ہی غالب سیاسی پارٹی یو ایم این او ہی ہے، جس نے اتّحادی حکومتوں کے ذریعہ اقتدار اپنے ہاتھوں میں برقرار رکھا ہے8۔ آئین کی تیاری اور آرٹیکل 3 کی آئین میں شمولیت میں اس کا بہت بڑا ہاتھ رہا ہے، آرٹیکل 3 اسلام کو ریاست کا مذہب قراد دیتا ہے لیکن ملیشیا کے اسلامی ریاست ہونے کا اعلان نہیں کرتا۔ اسی سیاسی پارٹی نے آئین کے اندر آرٹیکل 160 بھی شامل کرایا۔ اس آرٹیکل میں جزو طور پر ملائے اس باشندہ کو کہا گیا ہے جو مذہب اسلام کا ماننے والا ہے9۔ آئین نے آرٹیکل 11 میں دوسرے بہت سے بنیادی حقوق کی ضمانتوں کے علاوہ مذہب کی آزادی کی بھی ضمانت دی ہے10۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ، 1980 کی شروعات میں ملیشیا کے اندر اسلامی احیاء کی مانگ بڑھنے لگی جبکہ دوسری طرف اپوزیشن اسلامک پارٹی آف ملیشیا (پی اے ایس) سے بڑھتا ہوا سیاسی خطرہ پیدا ہونے لگا، جس سے نپٹنے کے لئے یو یم این او نے زیادہ سے زیادہ اسلامی روپ اختیار کرنا شروع کردیا 11۔ ایک اور دانشور نے اسکی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ، یو ایم این او بھی کسی دوسری سیاسی پارٹی کی ہی طرح ہے جسکا مقصد اقتدار حاصل کرنا اور اسے اپنے پاس برقرار رکھنا ہوتا ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اسلامائیزیشن ایک بہت ہی مناسب آلئہ کار ہے12۔ 1981 سے 2003 تک ملک کی قیادت کرنے والے صدر ماثر محمّد کے دور میں حکومت نے بہت سے پروگرام شروع کئے اور ایسے بہت سے قانون بنائے جنھوں نے ملیشیا کے اداروں کے اسلامائیزیشن میں ایک بہت ہی مؤثّر کردار ادا کیا۔ اس عمل کے نتیجہ میں حکومت اور قانونی نظام کے اندر جاکم اور شریعت کے اثر و نفوذ میں اضافہ ہوا13۔ دری اثنا، 1999 کے وفاقی و صوبائی انتخابات میں پی اے ایس کو زبردست کامیابیاں حاصل ہوئیں اور کیلنتان اور تیرنگّانو کی حکومت اسکے ہاتھوں میں آئی، جہاں اس نے حدود قانون کو قانونی نظام میں لائے جانے کے لئے کام کیا، اس قانون کے تحت کچھ مخصوص جرائم کے ارتکاب پر شرعی سزاؤں کا نفاذ ہوگا14۔

ماثر کے دور حکومت میں کی گئی کوششوں کے نتیجہ میں مذہبی علماء بھی حکومت میں شریک ہوئے، اسلامی بینکنگ اور بیمہ سسٹم کا تعارف ہوا، اور شرعی عدالتوں کے قیام کے لئے قانون بناکر ریاستی سطح پر شریعت کو قانونی حیثیت دی گئی15۔ 1997 میں قائم کی جانے والی جاکم کی ذمہّ داری میلیشیا کے اندر اسلام کی ترجمانی اور اسکا نفاذ کرنا ہے اور ایک معتبر اتھارٹی کی حیثیت سے اسے وسیع پیمانہ پر تسلیم بھی کرلیا گیا ہے16۔ اسکی ویب سائٹ کے مطابق، اسلامی معاملات کے فروغ کے لئے پالیسیاں تشکیل دینا، قوانین اور ضابطوں کو صحیح کرنا اور اسلامی معاملات سے متعلّق انتظامی طریقئہ کار اور قانون کے میکانزم کو لاگو کرنا اسکی ذمّہ داریوں میں سے ہے17۔ اس تنظیم کا کام یہ بھی ہے کہ یہ انحراف کا پتہ لگانے کے لئے رہنما خطوط تیار کرے18، مذہبی گروپوں پر نظر رکھے، اور ممنوعہ فرقوں کی ایک فہرست تیار کرے۔

یو ایم این او کی اسلامائیزیش کی کوششوں کے نتیجہ میں فرقہ وارانہ تناؤ میں شدّت آئی ہے اور اکثر تشدّد کے واقعات بھی رونما ہوئے ہیں19۔ 2008 کے انتخابات کے بعد سے، جس میں حکمراں اتّحاد کو اپوزیشن کے ہاتھوں قابل ذکر شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا، یو ایم این او نے بانٹنے والی سیاست پر روک لگانے کی کوششیں شروع کردی ہیں، ان میں سب سے زیادہ قابل ذکر ایک ملیشیا کے تصوّر کا اختیار کیا جانا ہے--جس میں سبھی نسلوں کو جگہ دئے جانے پر زور دیا گیا ہے تاکہ وہ سب ایک ملک کی قوم کی حیثیت سے ایک ساتھ رہ سکیں20۔ لیکن طویل مدّت سے چلے آنے والے فرقہ وارانہ اختلافات اتنی آسانی اور جلدی دور نہیں ہوتے، جیسا کہ 2010 میں دیکھا گیا تھا جب عدالت کے ایک فیصلہ کے بعد تشدّد پھوٹ پڑا تھا، عدالت نے اپنے اس فیصلہ میں ایک رومن کیتھولک مجلّہ کو خدا کا حوالہ دینے کے لئے لفظ اللّہ کے استعمال کی اجازت دی تھی۔ اسکے علاوہ مذہبی توہین اور انحراف کے لئے سزا تجویز کرنے والے قانون بھی عملاً لاکو رہتے ہیں، اور نسلی و مذہبی امن و سکون کے خلاف کام کرتے ہیں۔

## دہرا قانونی نظام

ملیشیا کے اندر دوہرا قانونی نظام ہے جو شہری یا سکیولر عدالتوں، اور شریعت پر مشتمل ہے، شہری یا سکیولر عدالتیں انگلش کامن لا پر مبنی ہیں۔ شریعت کا قانونی نظام حالانکہ اس سے پہلے کچھ حد تک غیر رسمی تھا اور شہری قانونی نظام کے ماتحت ہوا کرتا تھا، لیکن آج کے دور میں دونوں نظام ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ کام کرتے ہیں، کیونکہ حکومت نے ریاستی سطح کی شرعی عدالتوں کے نظام کو مسلسل اپگریڈ کیا ہے۔ شرعی عدالتوں کی قانونی حدود میں صرف مسلمان اور انکے خاندانی، آپسی اور مذہبی مسائل ہی آتے ہیں۔ جبکہ شہری قانون مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں پر لاگو ہوتا ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا، دونوں ہی نظام مذہبی توہین کو ایک مجرمانہ عمل قرار دیتے ہیں۔

شرعی نظام خاص طور پر ریاستی سطح پر لاگو ہے؛ ملیشیا کی سبھی 13 ریاستوں اور وفاقی خطّوں نے اپنے خود کے شرعی مجرمانہ قوانین بناکر انہیں لاگو کیا ہے اور انکے نفاذ کے لئے عدالتیں قائم کی ہیں21۔ یہ قانون ریاستوں کے حساب سے مختلف ہیں۔ کچھ ریاستوں میں جیسے، کیلنٹان، پرلس اور تیرنگّانو میں، جہاں پی اے ایس اقتدار میں ہے، شرعی قانون کی خلاف ورزی کے لئے دی جانے والی سزائیں خاص طور پر بہت سخت ہوتی ہیں اور ان میں چھڑی مارنا یا سنگساری بھی شامل ہے22۔ سبھی ریاستوں میں مذہبی امور کے نفاذ کے لئے سرکاری افسران مقرّر ہیں جنکی تعداد پرلس میں 5 ہے تو سیلنگور میں 122 ہے، اور جو شریعت کی خلاف ورزی روکنے کو یقینی بنانے کے لئے

ریاست کی پولیس کے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں23۔ اسکے علاوہ سبھی ریاستوں میں اسلامی مذہبی کونسلوں کی یہ ذمّہ داری ہے کہ وہ شریعت کے نفاذ پر نظر رکھیں۔

## ارتداد

ملیشیا میں ارتداد صرف ریاستی سطح پر شرعی لحاذ سے ایک جرم ہے۔ جن لوگوں پر ارتداد کا الزام لگایا جاتا ہے اور انکا جرم ثابت ہوجاتا ہے انکے لئے لازمی ہے کہ وہ اس سے توبہ کریں، لیکن ایسا کرنے کے باوجود بھی انھیں پانچ سالوں تک کی سزا دی جاسکتی ہے، جسکا انحصار ہر ریاست کے اپنے مخصوص قانون پر ہے24۔ ارتداد کے لئے معافی مانگنے سے انکار کرنے والوں کو موت کی سزا بھی دی جاسکتی ہے25۔

## ایمرجینسی قانون

ایمرجینسی قانون نافذ کرنے کے اختیارات جنکے ساتھ بائیں بازو کے باغیوں کے خلاف نوآبادیاتی دور کی لڑائی بھی شامل تھی دونوں کو 1960 میں داخلی تحفّظ قانون (ائی ایس اے) کے ذریعہ مستقل بنادیا گیا۔ آئی این اے میں یہ گنجائش رکھی گئي ہے کہ کسی بھی شخص کو بنا کسی وارنٹ یا مقدمہ کے 60 روز تک قید میں رکھا جاسکتا ہے، لیکن وزیر داخلہ کو قید کی مدّت کو دو سال کی غیر متعیّنہ مدّت تک بڑھانے کا اختیار ہے۔ (وزیر داخلہ کو ایمرجینسی آرڈینینس کے تحت بھی اسی طرح کے اختیارات حاصل ہیں، یہ آرڈینینس 1969 کے دنگوں کے جواب میں جاری کیا گیا تھا)۔ قید میں رکھنے کے ان انتھائی سخت قانون کی وجہ سے ملیشیا کے اندر مذہبی توہین و شتم کے دوسرے قانون کے غلط استعمال کی حالت انتھائی خراب ہے۔ جیسا کہ آگے مزید بیان کیا گیا ہے، مذہبی توہین کے ملزمین، اور خاص طور پر حکومت کے اہلکاروں اور پالیسیوں پر تنقید کے ملزمین کو آئی ایس اے کے تحت گرفتار کرکر قید میں ڈالا گیا ہے26۔

## مذہبی توہین کے قانون

ریاستی سطح کے شرعی قوانین اور وفاقی قانون دونوں کی رو سے مذہبی توہین اور شتم کی ممانعت ہے۔ وفاقی سطح پر، ملیشیا کے تعذیری ضابطہ کے سیکشن XV (آرٹیکل 295 – A298) میں مذہبی جرائم کا ذکر کیا گیا، مثلا جیسے کسی عبادت گاہ کی بے حرمتی کرنا، کسی مذہبی اجتماع میں خلل ڈالنا، اور قبرستانوں پر قبضہ کرنا27۔ آرٹیکل 298 اور A298 کے تحت ایسے الفاظ کے بولنے پر ممانعت ہے جنکا مقصد جان بوجھ کر کسی شخص کے مذہبی جذبات کو چوٹ پہنچانا، اور عدم رواداری، عدم اتّحاد، یا دشمنی کے احساسات، نفرت پیدا کرنا، غلط ارادہ کرنا، یا تعصّب پیدا کرنا وغیرہ، یا مذہب کی بنیاد پر اتّحاد اور رواداری کی برقراری کو متعصّب کرنا ہو28۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ سیکشن XV میں کسی خاص مذہب کی تخصیص نہیں کی گئی ہے، جسکا مطلب یہ ہے کہ قانونی طور پر سبھی مذاہب کو ملیشیا کے اندر مذہبی توہین یا شتم سے تحفّظ حاصل ہے (اس میں وہ مذاہب شامل نہیں ہیں جن پر جاکم نے پابندی عائد کی ہوئی ہے)۔

ریاستی سطح پر مذہبی توہین اور اسلام کی برائی کرنا خاص طور پر ممنوع ہے۔ مثال کے طور پر، وفاقی خطّوں کے شرعی مجرمانہ قانون ایکٹ 1997 (نمبر 559) کے سیکشن III کے مطابق:

> 7۔ کوئی بھی شخص جو لکھ کر، زبانی، کسی یا بصری وسیلہ کے ذریعہ یا کسی بھی دوسرے طریقہ سے –
> (أ) مذہب اسلام کی توہین کرتا ہے یا اسکی توہین کی وجہ بنتا ہے
> (ب) مذہب اسلام سے تعلّق رکھنے والی سرگرمیوں یا تقاریب پر ہنستا ہے انکی نقل اتارتا ہے یا انکا مذاق اڑاتا ہے؛ یا
> (ت) مذہب اسلام سے متعلّق کسی بھی ایسے قانون کی توہین کرتا ہے یا اسکی ہتک کرتا ہے، جو اس وقت وفاقی خطّوں میں لاگو ہے، ایسا شخص جرم کا مرتکب پایا جائگا اور جرم ثابت ہوجانے پر اسے جرمانہ دینا ہوگا جو تین ہزار رنگٹ سے تجاوز نہ ہوگا یا اسے قید میں ڈالا جائگا جس کی مدّت دو سال سے تجاوز نہ کریگی یا اس پر دونوں ہی چیزیں لاگو ہونگی۔

8. کوئی بھی ایسا شخص جو جو اپنے الفاظ یا اپنے کسی عمل سے *قرآن یا حدیث* کا مذاق اڑاتا ہے، انکی توہین کرتا ہے، ان پر ہنستا ہے یا انکی ہتک کا موجب بنتا ہے، جرم کا مرتکب مانا جائگا اور جرم ثابت ہوجانے پر اسے جرمانہ دینا ہوگا جو پانچ ہزار رنگٹ سے تجاوز نہ ہوگا یا اسے قید میں ڈالا جائگا جس کی مدّت تین سال سے تجاوز نہ کریگی یا اس پر دونوں ہی چیزیں لاگو ہونگی29۔

دوسری ریاستوں کے شرعی مجرمانہ قانونوں میں بھی اسی طرح کی دفعات شامل ہیں، اگرچہ ان میں سے ہر ایک کی سزا اور اسکے نفاذ کا درجہ ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ ان قوانین کا دائرہ بہت ہی وسیع ہے اور اس میں بہت سی دوسری شرعی خلاف ورزیوں کا بھی دھیان رکھا گیا ہے اور انکا احاطہ کیا گیا ہے، جو اکثر معاملات میں، "اسلام کی توہین" کے زمرہ میں آتی ہیں۔

## بین الاقوامی قانون سے عدم مطابقت

وفاقی اور ریاستی دونوں سطح کے قانون انسانی حقوق کے ضابطوں کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور رائے، اظہار، مذہب اور عقیدے کی آزادی پر غیر مناسب تحدیدات عائد کرتے ہیں۔ شرعی قانون خاص طور پر تقریر اور طرزعمل پر سخت ضوابط لاگو کرتے ہیں اور انکی خلاف ورزی کرنے پر سخت سزائیں دی جاسکتی ہیں۔ مزید برآں، وفاقی اور ریاستی قانون یہ واضح نہیں کرتے کہ کس طرح کی تقریر قانون کی خلاف ورزي کے دائرہ میں آئگی اور نہ ہی یہ قانون ایسی حفاظتی روک فراہم کرتے ہیں جن سے انکا چنندہ اور غلط استعمال روکا جاسکے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان قانونوں کی آڑ میں چند مخصوص مذہبی گروپوں کے خلاف امتیاز برتا جاتا ہے۔

انسانی حقوق کے بہت سے اصل اور اہم معاہدوں پر ملیشیا نے نہ تو دستخط کئے ہیں اور نہ ہی انھیں تسلیم کیا ہے، جس میں شہری اور سیاسی حقوق کا بین الاقوامی عہد (ICCPR) اور ایذارسانی کے خلاف یو این کنوینشن شامل ہیں30۔ تاہم مئی 2010 میں اقوام متّحدہ کی انسانی حقوق کونسل کے لئے ملیشیا کا انتخاب کیا گیا۔ اس انتخابی کاروائی اور اسکی مہم کے ایک حصّہ کے طور پر، حکومت نے یہ عہد کیا کہ وہ انسانی حقوق کے کنوینشن کے نفاذ اور انھیں لاگو کرنے کے لئے وسائل کو مضبوط کریگی جن میں وہ خود بھی بحیثیت ایک فریق شامل ہے اور ساتھ ہی ان معاہدوں پر بھی پھر سے غور کریگی جنھیں اسے ابھی بھی منظوری دینی ہے31۔ انسانی حقوق کونسل کے ممبر کی حیثیت سے ملیشیا پر یہ ذمّہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ انسانی حقوق کے عالمی اعلانیہ میں درج انسانی حقوق کے عالمی ضابطوں32 کا تحفّظ کرے اور انھیں پوری قوّت سے برقرار رکھے،مذہبی توہین اور شتم کے قوانین کی وجہ سے اسکی سرحدوں کے اندر ان میں سے اکثر قانونوں کی عملا خلاف ورزی کی جاتی ہے۔

## غلط استعمال روکنے کے لئے حفاظتی روک کی کمی

ملیشیا کے مذہبی توہین کے قانون میں استعمال کئے گئے الفاظ نہایت ہی مبہم ہیں اور ان میں توہین مذہب کی کوئی واضح تعریف نہیں کی گئی ہے، جسکی وجہ سے انکا غلط استعمال بہت ہی آسان ہے۔ ان قوانیں کا استعمال حکومت پر تنقید کرنے والوں کو ڈرانے، دھمکانے اور خاموش کرنے کے لئے کیا گیا ہے یا ان لوگوں کو ڈرانے دھمکانے اور خاموش کرنے کے لئے بھی کیا گیا ہے جو سنّی اسلام کی حکومت کے ذریعہ جاری اور منظور شدہ شکل کو نہیں مانتے ہیں یا اس سے انحراف کرتے ہیں۔ اس کی ایک مثال حکومت کے خلاف کھل کر بولنے والے اور اسکی کڑی تنقید کرنے والے بلاگر راجا پیٹرا قمر الدّید کا معاملہ ہے۔ وہ ایک آن لائن اخبار *ملیشیا ٹوڈے* کے بانی اور مدیر ہیں، جنھوں نے 2001 میں اپوزیشن لیڈر انور ابراہیم کی حمایت میں ایک مہم بھی شروع کی تھی، جنھیں بدعنوانی اور سوڈومی کے سیاسی مقاصد سے لگائے گئے الزامات کی بنیاد پر جیل میں ڈال دیا گیا تھا33۔ 2007 میں اسلام کی توہین کے معاملہ میں راجا پیٹرا کے خلاف تحقیقات شروع کی گئیں؛ اپنی گرفتاری کے وقت، ان پر بغاوت انگیز تقریر اور مجرمانہ توہین کا الزام بھی لگایا گیا۔ ہیومن رائٹس واچ کے مطابق، یہ سبھی الزامات سیاسی مقاصد کی وجہ سے لگائے تھے34۔ ستمبر 2008 میں انھیں اسلام کی توہین کرنے اور قومی تحفّظ کے لئے خطرہ پیدا کرنے کے الزام پر آئی ایس اے کے تحت گرفتار کرلیا گیا۔ اس فیصلہ کے خلاف انھوں نے اپیل کی اور نومبر 2008 میں انھیں رہا کردیا گیا کیونکہ ہائی کورٹ کے جج نے یہ پایا تھا کہ انھیں غیر آئینی طور پر، بنا کسی روک ٹوک اور قانونی جواز کے گرفتار کیا گیا تھا35۔

انور سادات کو سوڈومی اور بد عنوانی کے الزامات کے تحت گرفتار کرنے اور انھیں اس کا مرتکب قراد دئے جانے کے خلاف احتجاج میں شامل 9 دوسرے لوگوں کے ساتھ 2001 میں بھی راجا پیٹرا کو اسی طرح کے الزامات لگا کر ائي ایس اے کے تحت گرفتار کیا گیا تھا36۔ جیسا کہ 2008 میں ہوا تھا، رہا کئے جانے سے پہلے انھیں قریب ایک ماہ تک جیل میں رکھا گیا تھا37۔

یہ واقعات یہ ثابت کرتے ہیں کہ سیاسی مقاصد سے کی جانے والی گرفتاریوں کو جائز ٹھہرانے اور اپنے سب سے سخت ناقدین کو ڈرانے دھمکانے اور انھیں خوفزدہ کرنے کے لئے حکومت مذہبی توہین کے قانون کے غلط استعمال کے لئے بھی راضي ہے۔ یہ بات لکھے جانے تک راجا پیٹرا بغاوت قانون سے بچنے کے لئے ملیشیا سے بھاگ چکے تھے اور لندن میں رہ رہے تھے38۔

## انسانی حقوق سے استفادہ پر اثر

### اظہار کی آزادی

مذہبی توہین اور شتم کے دوسرے قانون کے تحت کی جانے والی قانونی کاروائیوں نے ایک ایسا ماحول پیدا کردیا ہے جسکے اندر کسی بھی انسان کو اظہار کی آزادی کے اپنے حق کو استعمال کرنے کی بہت بھاری قیمت چکانی پڑسکتی ہے۔ حکومت نے کئی تقریری جرائم کے لئے بلاگس اور آن لائن اخباروں کے خلاف بے شمار تحقیقاتیں شروع کی ہیں، ان میں عوامی خدمتگاروں کی توہین اور مذہبی توہین بھی شامل ہیں39۔ جیسا کہ راجا پیٹرا کے معاملہ میں دیکھا گیا تھا، حکومت کے ناقدین اور دینی اختلافات کو خاموش کرنے کے لئے اس طرح کے قانونوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔

2004 میں ملیشیا بار ایسوسی ایشن کے ماہانہ نیوز لیٹر *انفولائن* میں شائع ایک مضمون کی وجہ سے، مذہب کی توہین کرنے والا اور اسلام کی برائی کرنے والا پایا گیا تھا، ملیشیا بار ایسوسی ایشن کے خلاف پولیس میں رپورٹ درج کی گئی تھی۔ اس مضمون میں اس امکان پر بحث کی گئی تھی کہ اذان کی آواز غیر مسلموں کے لئے صوتی آلودگی کا ذریعہ ہوسکتی ہے40۔ اسکے علاوہ حکومت کتابوں پر پابندیاں لگانے میں بھی حصّہ لیتی ہے، 2009 میں مذہبی معاملات پر بحث کرنے والی قریب 57 کتابوں پر پابندی عائد کی گئی تھی جن میں ایک غیر سرکاری تنظیم، اخوات الاسلا کی معاون بانی، نورانی عثمان کی لکھی ایک اہم کتاب *مسلم خواتین اور اسلامی انتہاپسندی کا چیلینج* بھی شامل تھی41۔ اس تنظیم نے اس فیصلہ کے خلاف اپیل کی اور جنوری 2010 میں ایک جج نے اس پابندی کو ختم کردیا42۔

2010 کی شروعات نے بھی پولیس سے ایک بیان کے سلسلہ میں اخوات لاسلام کے خلاف تحقیقات شروع کی تھیں، اپنے اس بیان میں اس این جی او نے "ناجائز جنسی عمل" کے لئے تین عورتوں کو چھڑیاں مارے جانے کی اجازت دینے کے ملیشیائی حکومت کے فیصلہ پر تنقید کی تھی43۔ یہ تحقیقات سیلانگور اسلامک کونسل کی طرف سے درج شکایت کے بعد کی گئیں تھیں، اس شکایت میں این جی او کے ذریعہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی، عورتوں کے ساتھ بھید بھاؤ کئے جانے، اور انکے خلاف ظالمانہ، غیر انسانی اور اہانت آمیز سلوک اپنائے جانے کے الزامات لگانے پر اعتراض کیا گیا تھا44۔ یہ معاملہ ملیشیا کے تعذیری ضابطہ کے آرٹیکل A298 کے تحت درج کیا گیا تھا45۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ صحیح تنقید کرنے پر شہری سماج کو خوفزہ کرنے کے لئے اس طرح کی کوششیں ہمشیہ سرکاری افسران کی ہی طرف سے ہیں کی جاتی ہیں۔ مارچ 2010 کو ملیشیا کی ایک تنظیم برائے نوجوانان مسجد نے اپنے نام میں "اسلام" کا لفظ استعمال کرنے پر اخوات المسلمین کے خلاف ایک مقدمہ دائر کیا۔ مدّعی انے اپنے مقدمہ میں مبیّنہ طور پر یہ دلیل دی کہ، ناموں میں اسلام کے استعمال پر پابندی ہونی چاہئے اور اسکا استعمال محدود طور پر کیا جانا چاہئے۔ نام نہاد اخوات المسلمین اس نام کا استعمال لوگوں کی طرف اپنی توجّہ مبذول کرانے کے لئے کرتی ہے، لیکن وہ ایسے بیانات جاری کرتی ہے جو دوسرے مسلمانوں کے عقیدے سے ٹکراتے ہیں۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے بیچ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے جو اس گروپ کو مسلمانوں کی نمائندہ سمجھ سکتے ہیں46۔

2010 کی شروعات میں ہی ہونے والے ایک دوسرے متعلّقہ واقعہ میں، ایک آن لائن روزنامہ *اسٹار* کے مینیجنگ ایڈیٹر پی۔گناسیگرام کے خلاف انکے ایک مضمون کی وجہ سے پولیس میں رپورٹ درج کرائی گئی تھی، اپنے مضمون میں انھوں نے تین عورتوں کو چھڑیاں لگائے جانے کی مذمّت کی تھی47۔ ایک نیوز رپورٹ کے مطابق، پولیس نے اپنی

تحقیقاتی رپورٹ میں لکھا تھا: "اس مضمون میں واضح اور صاف طور پر مسلمانوں کو چیلینج کرنے، انکو غصّہ دلانے اور انکے تذلیل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مصنف کو اسلامی اصول قانون پر تبصرہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے کیونکہ وہ خود ایک مسلمان نہیں ہے"48۔ ملیشیائي حکومت کی طرف سے *اسٹار* کو ایک "وجہ بتاؤ" نوٹس جاری کیا گیا اور اسے آرٹیکل کی وضاحت کرنے اور یہ جواز دینے کے لئے کہ اسکا لائسینس کیوں ردّ نہ کردیا جائے، 14 دنوں کی مدّت دی گئی49۔

ملیشیا کی دس ریاستوں نے غیر مسلموں کے ذریعہ اسلام سے متعلّق بعض الفاظ کی ادائگی پر بھی پابندی عائد کی ہوئی ہے مثلا جیسے، *اللہ، علماء، اور حدیث*50۔ دسمبر 2008 میں ایک رومن کیتھولک اخبار *دی ہیرالڈ* پر اپنے ملائے زبان کی اشاعت میں عیسائیوں کے خدا کی جگہ لفظ اللہ کے استعمال پر پابندی لگادی گئی51۔ اخبار نے اس فیصلہ کے خلاف اپیل کی اور دسمبر 2009 میں ایک عدالت نے اس فیصلہ کو منسوخ کردیا۔ بعد میں حکومت نے عدالت کے اس فیصلہ کو چیلینج کیا اور جنوری 2010 میں عدالت نے حتمی اسٹے جاری کردیا52۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے، باوجود اس کے کہ عیسائی لوگ خدا کے لئے عربی لفظ اللہ کا استعمال ساری مسلم دنیا میں کرتے ہیں، اس پابندی کو منسوخ کرنے کے عدالت کے فیصلہ کے خلاف ملیشیائي مسلمانوں نے غضبناک احتجاجی مظاہرے کئے تھے53۔ یہ احتجاج بعد میں عیسائی گرجوں پر پرتشدّد حملوں میں تبدیل ہوگئے، جن کی مذمّت وزیر اعظم نجیب تون رزّاق کی طرف سے کی گئی تھی54۔ یہ تنازعہ مبیّنہ طور پر کچھ مسلمانوں کے اس ڈر کی وجہ سے پیدا ہوا تھا کہ دوسرے مذاہب کے ذریعہ اس لفظ کے استعمال سے مسلمانوں کو مغالطہ پیدا ہوسکتا ہے اور اسلام سے دوسرے مذاہب میں جانے کی انکو ترغیب مل سکتی ہے55۔

## مذہب کی آزادی

ملیشیا کے مذہبی توہین اور شتم سے متعلق قانون کے نفاذ سے سبھی باشندوں کی مذہبی آزادی پر مؤثّر طریقہ سے روک لگتی ہے۔ غیر سنّی مسلمانوں کو انکے انحرافی عقائد کی وجہ سے ایذارسانی کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور جاکم اور ریاستی سطح کی اسلامی مذہبی کونسلوں کے ذریعہ انکی نگرانی کی جاتی ہے اور انکو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ دریں اثنا سنّی مسلمانوں کے لئے بھی حکومت کے ذریعہ طے کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے اور اسی کے ذریعہ پیش کی گئی اسلام کی ترجمانی پر ہی عمل کرنا لازمی ہے۔ ان ضابطوں کی خلاف ورزی کرنے والے افراد کو گرفتار کرکر انکے خلاف قانونی کاروائیاں کی جاتی ہیں، اور مذہبی نفاذ کے افسران اور ریاستی و فاقی پولیس خلاف ورزی کرنے والے مشتبہ مقامات، جیسے بار اور نائٹ کلبوں پر چھاپہ ماریاں کرتے ہیں56۔

اسلام سے انحراف کی صورت کا ایک دوسرا معاملہ عبدل قہار احمد کا معاملہ ہے جس نے اسلام کا پیغمبر ہونے کا دعوی کیا تھا، شریعت قانون کے تحت ایسا کوئی بھی دعوی توہین مذہب کے مترادف ہے57۔ ستمبر 2009 میں اسے گرفتار کرلیا گیا اور اس پر مذہبی توہین اور جھوٹے عقائد پھیلانے کے ساتھ ستھ "انحرافی تعلیمات" کے پانچ الزامات عائد کئے گئے 58۔ اکتوبر میں سیلانگور کی شرعی عدالت نے اسے مجرم قرار دیا۔ قومی خبر رساں ایجینسی برناما کے مطابق، جج نے کہا، کہ ملزم ایک پیدائشی مسلمان ہے، اور بجائے اس کے کہ وہ اپنے خاندان کو اسلام پر عمل کرانے کی اپنی ذمّہ داری کو پورا کرتا، اسلام کی تعلیمات کا مذاق اڑانے اور خود کو ایک ملائے بنی کہنے پر جج نے اس کی سرزنش کی"59۔ سزا کے طور پر اس 16،500 رنگٹ ($5،000) کا جرمانہ کیا گیا، دس سال قید اور چھ چھڑیاں لگائے جانے کی سزا دی گئی60۔

انحرافی عقائد یا طرز عمل کا تعیّن کرنے کے لئے ریاستی مذہبی حکّام عموما وفاقی رہنما خطوط پر عمل درآمد کرتے ہیں، منحرف فرقوں کی جاکم کی فہرست میں 56 مختلف گروپ شامل ہیں61۔ مثال کے طور پر مارشل آرٹ کی تنظیم نصرالحق 1977 میں تشکیل دی گئی تھی، اور 1978 تک اس کی ممبرشپ 300،000 افراد تک پہنچ گئی۔ یو ایم این او اس گروپ کو پی اے ایس کا ایک ممکنہ مقابل مانتا تھا، جسے اس وقت ملائے مسلمانوں کے بیچ بہت تیزی سے مقبولیت حاصل ہورہی تھی62۔ لیکن جب اس مقصد کے حصول کے لئے یو ایم این او کی کوشش ناکام ہوگئی تو حکومت نے ردّعمل کے طور پر اس گروپ پر یہ کہتے ہوئے پابندی عائد کردی کہ یہ گروپ غیر مناسب طریقہ سے اللہ اور اسلام کا نام لیتا ہے، اپنا دفاع کرنے کے لئے دئے جانے والے تربیتی اجتماع میں صوفی انداز کے نعروں کا استعمال کرتا ہے، اور اپنے کچھ اجلاس اس نے مساجد میں منعقد کئے تھے63۔ ایک دوسرے گروپ کا قیام 1968 میں اشعری محمّد کے ذریعہ کیا گیا تھا۔ یہ گروپ اسلامی انداز کے طرز زندگی کو فروغ دینے کے لئے وقف تھا اور 1994 تک اس کے پاس

بہت سے پیروکار اور جائداد جمع ہوچکی تھی64۔ حکومت نے 1994 میں اس خوف سے اس گروپ پر پابندی عائد کردی کہ اس کے ارادے کہیں سیاسی نہ ہوں اور اسلام کی تعلیمات سے انحراف کرنے کے لئے اشعری کو آئی ایے ایس کے تحت گرفتار کرلیا گیا۔ انھوں نے عوام کے سامنے معافی مانگی اور انھیں 10 سال جیل کی سزا دی گئی65۔

## بھید بھاؤ اور امتیاز سے آزادی

آئین کے آرٹیکل 11 میں مذہب کی آزادی کی ضمانت ہے، جس میں اپنا مذہب تبدیل کرنے کی آزادی بھی شامل ہے، اور آرٹیکل 8 اور 12 میں سبھی ملائے باشندوں کے مساویات کو یقینی بنایا گیا ہے اور مذہب یا عقیدے کی بنیاد پر بھید بھاؤ کو ممنوع قرار دیا گیا ہے66۔ تاہم عملی میدان میں دیوانی قانونی نظام کا طریقئہ کار اور اسلام سے متعلّق کسی بھی مسئلہ پر شرعی عدالت کا قانونی دائرہ اختیار دونوں کا مطلب ہے کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کے ساتھ ایک دوسرے سے بالکل مختلف سلوک کیا جاتا ہے۔ جب تبدیلئی مذہب کی بات آتی ہے تب ایسا دکھائی دیتا ہے کہ ملیشیا کے اندر مذہب کی آزادی صرف غیر مسلموں کے لئے ہی ہے۔ دیوانی عدالتوں نے تبدیلئی مذہب کے معاملوں کو شرعی عدالتوں کے پاس بھیج دینے کی نظیریں قائم کردی ہیں، اور حکومت کا کہنا ہے کہ شرعی عدالت سے اجازت لئے بغیر اسلام کو ترک کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی67، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تبدلئی مذہب کو تسلیم کرنے کے لئے ان شرعی عدالتوں کے پاس کوئی میکانزم موجود ہی نہیں ہے۔ درحقیقت، شرعی عدالتوں کی نظر میں جان بھوجھ کر مذہب اسلام چھوڑ کر کوئی دوسرا مذہب اختیار کرنا ارتداد ہے، جو ایک سنگین اور قابل سزا جرم ہے68۔

ملیشیا کے تعذیری ضابطہ کے آرٹیکل 298 اور 298 A میں اگرچہ سبھی تسلیم شدہ مذاہب کو مذہبی توہین و شتم سے تحفّظ فراہم کیا گیا ہے، لیکن عملی طور پر غیر مسلم مذاہب کو اس درجہ کا تحفّظ حاصل نہیں ہوتا جو تحفّظ سنّی اسلام کو حاصل ہوتا ہے۔ یہ فرق ایک حالیہ واقعہ سے اور بھی زیادہ روشنی میں آیا تھا جب دو مسلم صحافیوں نے ایک کہانی کے لئے ریسرچ کے دوران اپنے آپ کو رومن کیتھولک بنا کر پیش کیا تھا۔ یہ دونوں لوگ چرچ کی خدمت میں بھی شریک ہوئے اور انھوں نے مقدّس عشائے ربّانی میں بھی شرکت کی تھی69۔ جب یہ بات روشنی میں آئي کہ یہ دونوں افراد مسلمان ہیں ، تو عیسائی فرقہ نے اس پر اپنے شدید غصّہ کا اظہار کیا۔ آرک بشپ مرفی پاکیام نے حکومت پر تنقید کی کہ اس نے ان دونوں لوگوں کے خلاف کیتھولک مذہب کی توہین کا الزام کیوں عائد نہیں کیا۔ ملیشیا کے اٹارنی جنرل نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ ان دونوں افراد کے خلاف قانونی کاروائی صرف اس وجہ سے نہیں کی گئی کیونکہ انھوں نے محض "لاعلمی کی وجہ سے" ایسا کیا تھا اور انکی نیت برائی پر مبنی نہیں تھی۔ لیکن بری نیت پر مبنی ارادے کی کمی کو دوسرے معاملات میں قانونی کاروائی کے خلاف دفاع کے طور پر تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔

کچھ ریاستوں میں مذہبی توہین سے متعلّق شرعی قوانین کے نفاذ کے نتیجہ میں عورتوں کے خلاف بھید بھاؤ کے واقعات رونما ہوئے ہیں۔ 2000 میں ہوئے ایک واقعہ میں سیلانگور کی اسلامی مذہبی کونسل نے 15 عورتوں سمیت 25 لوگوں کو صرف اس لئے حراست میں لیا تھا کیونکہ وہ ایک ایسی عمارت میں تھے جہاں شراب استعمال کرائی جارہی تھی71۔ عورتوں پر اسلام کی توہین کرنے کا الزام لگایا گیا، جبکہ باقی 10 مردوں پر ایسا کوئی الزام نہیں لگایا گیا تھا72۔ نائب وزیر اعظم عبداللہ احمد بداوی نے یہ کہتے ہوئے ان گرفتاریوں پر تنقید کی تھی کہ "صرف اس وجہ سے مسلمانوں کو گرفتار کرنا کہ وہ ایک ایسے ریسٹورینٹ میں تھے جہاں غیر حلال کھانے اور مشروبات استعمال کی جاتی ہیں، بالکل بھی صحیح نہیں ہے"73۔ یہ سبھی الزامات بالآخر ہٹالئے گئے اور ان لوگوں کے خلاف کسی طرح کی قانونی کاروائی کا آغاز نہیں کیا گیا74۔ لیکن عورتوں کو دی جانے والی زیادہ سخت سزاؤں کی وجہ سے مذہبی حکّام پر جنسی تعصّب کے الزامات عائد کئے گئے تھے75۔

## مناسب قانونی طریقئہ کار کا حق

اوپر مذکور راجا پیٹرا کے واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ائی ایس اے جیسے قوانین کے تحت لوگوں کو مذہبی توہین اور شتم کے الزامات کی بنیاد پر کس طرح بنا کسی قانونی جواز، بنا کسی الزام یا مقدمہ کے قید میں رکھا جاتا ہے۔ ریاستی سطح کے مذہبی قانون نفاذ کے افسران اور اسلامی مذہبی کونسل کی نگرانی میں باروں اور ریسٹورانوں پر مارے جانے والے چھاپوں کے نتیجہ میں لوگوں کو بنا کسی قانونی جواز کے گرفتار کرنے کے بعد قید میں رکھا گیا ہے۔ کس طرح کی کاروائیاں منحرف مسلم فرقوں کے خلاف بھی کی گئی ہیں۔ 2006 میں سیلونگور کی اسلامی مذہبی کونسل نے بچّوں

سمیت 107 لوگوں کو مبیّنہ طور پر ممنوعہ مذہبی گروپ الارقم سے تعلّق رکھنے کے شبہ میں گرفتار کیا تھا، بعد میں انکے چار لیڈروں کو چھوڑ کر باقی سبھی لوگوں کو رہا کردیا گیا76۔

ملیشیا میں مذہبی توہین اور شتم کے قانونوں کی وجہ سے منصفانہ مقدمہ اور مناسب قانونی طریقۂ کار کو سب سے زیادہ خطرہ تبدیلئ مذہب کے معاملات میں اور ان معاملات میں ہوتا ہے جہاں لوگوں پر "انحراف" کا الزام لگا کر قانونی کاروائی کی جاتی ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا تھا، اپنے تبدیلئی مذاہب کو قانونی طور پر تسلیم کرانے والے سابق مسلمانوں کو شرعی عدالتوں کے پاس بھیج دیا جاتا ہے جہاں سے انھیں کسی طرح کی کوئی قانونی مدد حاصل نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ، ممنوعہ فرقوں کو اپنے مقدمہ کی پیروی کے لئے وکیل حاصل کرنے میں قابل ذکر رکاوٹوں کا سامنا بھی کرنا پڑسکتا ہے۔

اگست 2005 میں آسمانی مملکت نام کے ایک مذہبی گروپ کے 45 افراد کو پچھلے ماہ انکے کمپاؤنڈ پر ہوئے پرتشدّد حملہ کی پاداش میں گرفتار کیا گیا۔ تیرینگّانہ مجرمانہ شرعی جرائم قانون 2001 کے تحت ان پر "اسلامی اصولوں کی خلاف ورزی" کرنے کا الزام لگایا گیا77۔ ہیومن رائٹس واچ اور ملیشین بار ایسوسی ایشن کے مطابق، اپنے مقدمہ کی شروعات سے پہلے اپنے لئے قانونی طور پر نمائندگی حاصل کرنے میں انھیں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؛ مقدمہ والے روز اس گروپ کی طرف سے بولنے کے لئے ملیشیا بار ایسو سی ایشن نے دوسری ریاست سے ایک وکیل حاصل کیا، لیکن بعد میں اسی بار کونسل نے جج کے سامنے یہ کہہ دیا کہ ملزمین نے قانونی نمائندگی حاصل ہی نہیں کی تھی۔ تیرنگّانو کے شرعی طور پر تسلیم شدہ وکلاء اس معاملہ کی نمائندگی کرنے کے لئے تیار نہیں تھے، کیونکہ انھیں انتہاپسندوں کی طرف سے حملوں کا خوف تھا78۔ ان ملزموں کی طرف سے کوئی قانونی نمائندگی نہ ہونے کی وجہ سے انکی سنوائی تین مرتبہ ملتوی ہونے کے بعد، عبیداللّٰہ عزید اینڈ کمپنی فرم کے وکیل وان ہیدی وان جوسوح ان سبھی ملزمین کی نمائندگی کرنے کے لئے انکے وکیل صفائی کی حیثیت سے آگے آئے۔ انھوں نے جج سے یہ درخواست کی کہ وہ اس معاملہ کی رپورٹنگ کرنے والے اخبارات کو انکا اور انکی کمپنی کا نام دینے سے منع کریں تاکہ انکی کمپنی کو بلیک لسٹ نہ کردیا جائے، لیکن انکی اس درخواست کو ماننے سے منع کردیا گیا79۔

تیرینگّانو کے وکیلوں کو حملہ کا ڈر بلا وجہ ہی نہیں تھا۔ اس طرح کے کلائنٹس کا دفاع کرنے کی پاداش میں وکلاء کو اس سے پہلے خوفزدہ کیا گیا ہے اور انھیں ڈرایا دھمکایا گیا ہے۔ مثال کے طور پر، مذہبی توہین اور دوسرے مذہبی جرائم کے ملزمین افراد کی دیوانی عدالتوں میں نمائندگی کرنے والے وکیل ملک امتیاز سرور کو ان کیسوں میں حصّہ لینے کی وجہ سے موت کی دھمکیاں موصول ہوئیں۔ انسانی حقوق کی بین الاقوامی فیڈریشن کے مطابق، ملک کو ایک دھمکی ای میل کے ذریعہ موصول ہوئی جس میں انکا فوٹو بھی تھا جس پر یہ سرخی لگائی گئ تھی "یہ آدمی مردہ چاہئے"۔ یہ دھمکی دوسرے ای میل ایڈرسوں اور موبائل فون پر متنی پیغامات کے ذریعہ بھی بھیجی گئی تھی80۔

## نتیجہ

ملیشیا کے مذہبی توہین اور شتم کے قانون کے نفاذ کے نتیجہ میں انسانی حقوق کی بے شمار خلاف ورزیاں واقع ہوئی ہیں۔ جن افراد پر اس طرح کے الزامات عائد کئے گئے ہیں انھیں دیوانی اور شرعی دونوں طرح کی عدالتوں میں مذہب کی آزادی اور اظہار کی آزادی کے اپنے حق سے محروم کردئے جانے کا سامنا کرنا پڑا ہے، ساتھ ہی بھید بھاؤ اور بنا قانونی جواز گرفتاری سے تحفّظ کاے انکے حق کی بھی خلاف ورزیاں کی گئیں ہیں۔ اسکے علاوہ ان قوانین کا نفاذ نہایت سختی کے ساتھ کیا جاتا ہے جسکی وجہ سے انکے ساتھ مذہب اور جنس کی بنیاد پر مزید امتیاز کیا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ مذہبی اصولوں کی نہایت تنگ تعریف کو لوگوں پر تھونپنے کے لئے مذہبی توہین کے قانون کے استعمال سے انسانی حقوق کی تنظیموں کے کام میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، سیاسی میدان میں نئے مقابل لوگوں کو بااختیار بننے میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور بحیثیت مجموعی ملیشیا کے جمہوری اور سماجی ارتقاء اور ترقّی میں رخنہ اندازی پیدا ہوتی ہے۔

[1] U.S. Department of State, "Background Note: Malaysia," July 14, 2010, http://www.state.gov/r/pa/ei/bgn/2777.htm.
[2] Ibid.
[3] Donald L. Horowitz, "The Qur'an and the Common Law: Islamic Law Reform and the Theory of Legal Change," *American Journal of Comparative Law* 42 (Spring 1994).
[4] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Malaysia," in *International Religious Freedom Report 2009* (Washington, DC: U.S. Department of State, 2009), http://www.state.gov/g/drl/rls/irf/2009/127277.htm.
[5] Abdullah Saeed and Hassan Saeed, *Freedom of Religion, Apostasy and Islam* (Aldershot, UK: Ashgate, 2004), 125.
[6] Nurjaanah Abdullah, "Legislating Faith in Malaysia," *Singapore Journal of Legal Studies* (December 2007): 264.
[7] Horowitz, "The Qur'an and the Common Law."
[8] U.S. Department of State, "Background Note: Malaysia."
[9] Constitution of Malaysia, Article 3 and Article 160; see Appendix A, available at http://confinder.richmond.edu/admin/docs/malaysia.pdf. The drafters of the constitution specified that Article 3 was not intended to declare Malaysia an Islamic state, according to the Reid Commission, the body established to facilitate the drafting process. However, UMNO politicians have opportunistically invoked the idea of Malaysia as an Islamic state over the past decade to rally support among Muslim Malay voters, exacerbating ethnic and religious tensions and bolstering identity-based politics for all constituencies. See Tommy Thomas, "Is Malaysia an Islamic State?" Malaysian Bar Association, November 17, 2005, http://www.malaysianbar.org.my/constitutional_law/is_malaysia_an_islamic_state_.html; Mahnaz Mohamed, "Is Malaysia an Islamic State?" *Guardian*, September 21, 2006, http://www.guardian.co.uk/commentisfree/2006/sep/21/post406.
[10] Constitution of Malaysia, Article 11.
[11] Religious scholars formed PAS in 1951 with the declared goal of establishing an Islamic state, though it has softened this position in recent years. See Saeed, *Freedom of Religion, Apostasy and Islam*, 132; U.S. Department of State, "Background Note: Malaysia"; Horowitz, "The Qur'an and the Common Law."
[12] Saeed, *Freedom of Religion, Apostasy and Islam*, 163.
[13] Saeed, *Freedom of Religion, Apostasy and Islam*, 162, 165; Horowitz, "The Qur'an and the Common Law."
[14] Sisters in Islam, "Review of 'Hudud' Proposals," May 23, 2002, http://www.sistersinislam.org.my/index.php?option=com_content&task=view&id=408&Itemid=298.
[15] These statutes vary considerably, and punish offenses including "declaring oneself to be non-Muslim, insulting the religion of Islam, deriding the Quran or the Sunnah…, defying religious authorities, worshipping wrongfully, teaching false doctrine, propagating non-Islamic religious doctrine among Muslims, falsely claiming to be a prophet or other religious authority, and propagating any opinion contrary to a fatwa presently in force." See Perry Smith, "Speak No Evil: Apostasy, Blasphemy and Heresy in Malaysian Syariah Law," *UC Davis Journal of International Law and Policy* 10.2 (Spring 2004).
[16] Jaclyn Ling-Chien Neo, "'Anti-God, Anti-Islam, Anti-Quran': Expanding the Range of Participants and Parameters over Women's Rights and Islam in Malaysia," *UCLA Pacific Basin*

*Law Journal* 21 (Fall 2003): 49. JAKIM has also allegedly carried out forced conversions of indigenous groups, notably the Orang Asli. According to the news site Malaysiakini, Orang Asli have experienced forced conversions by governmental and quasi-governmental bodies, including the state Islamic and Malay Custom Council (MAIK), JAKIM, Muslim Welfare Organization Malaysia, and the Muslim Youth Movement of Malaysia (ABIM). See Claudia Theophilus, "Orang Asli Cry Foul Over 'Forced' Conversion," Malaysiakini, February 3, 2005, http://www.malaysiakini.com/news/33358.

[17] For some factions of UMNO, these "streamlining" measures are aimed at the establishment of a federal Shari'a court system to standardize the jurisprudence of the state-level Shari'a courts. However, this would necessitate uniformity in the interpretation of Sunni Islam and Shari'a. See Horowitz, "The Qur'an and the Common Law"; Saeed, *Freedom of Religion, Apostasy and Islam*, 160. For more on the role of JAKIM, see Department of Islamic Development, "About JAKIM," http://www.islam.gov.my/english/jakim.html.

[18] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Malaysia," in *International Religious Freedom Report 2009*.

[19] Saeed, *Freedom of Religion, Apostasy and Islam*, 165.

[20] V. Vasuvedan and Suganti Suparmaniam, "Najib: 1Malaysia Idea for Everyone," *New Straits Times* (Malaysia), June 16, 2009.

[21] Women Living Under Muslim Laws, "Update: Malaysia: Caning Sentence of Kartika Upheld," news release, September 28, 2009, http://www.wluml.org/node/5433.

[22] Ibid.

[23] Siti Zubaidah Ismail, "The Implementation of Shariah Offences in Malaysia: Issues, Challenges and the Way Forward" (paper presented at 5th Asian Law Institute Conference, Singapore, May 23, 2008), 3, http://eprints.um.edu.my/849/1/siti_zubaidah_university_of_malaya.pdf.

[24] For example, the Shariah Criminal Code (II) of Kelantan mandates up to five years' imprisonment for apostasy, after repentance, under Section 23(4). See Saeed, *Freedom of Religion, Apostasy and Islam*, 135.

[25] Shariah Criminal Code (II) Kelantan, 1993, Section 23(4), as cited in Saeed, *Freedom of Religion, Apostasy and Islam*, 35; see also Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Malaysia," in *2008 Country Reports on Human Rights Practices* (Washington, DC: U.S. Department of State, 2009), http://www.state.gov/g/drl/rls/hrrpt/2008/eap/119046.htm.

[26] Human Rights Watch, *Malaysia's Internal Security Act and Suppression of Political Dissent* (New York: Human Rights Watch, 2002), http://www.hrw.org/en/reports/2002/05/13/malaysias-internal-security-act-and-suppression-political-dissent; Human Rights Watch, *Convicted Before Trial: Indefinite Detention Under Malaysia's Emergency Ordinance* (New York: Human Rights Watch, 2006), http://www.hrw.org/en/reports/2006/08/23/convicted-trial-0.

[27] Penal Code of Malaysia, Act 574, incorporating all amendments up to January 1, 2006, available at http://www.agc.gov.my/agc/Akta/Vol.%2012/Act%20574.pdf.

[28] Ibid.

[29] Shariah Criminal Offences (Federal Territories), Act 559, 1997, incorporating all amendments through January 1, 2006, available at http://www.mylawyer.com.my/law/Syariah_Criminal_Offences_Federal_Territories_Act.php.

[30] Malaysia is a state party to the Convention on the Elimination of All Forms of Discrimination Against Women (CEDAW) and the Convention on the Rights of the Child (CRC).

[31] As cited in Human Rights Watch, "Letter to Prime Minister Najib on Malaysia's Candidacy for the UN Human Rights Council," news release, April 27, 2010, http://www.hrw.org/node/90069.
[32] UN General Assembly Resolution 60/251.
[33] Human Rights Watch, "Malaysia," in *2009 World Report* (New York: Human Rights Watch, January 2009), http://www.hrw.org/en/world-report/2009/malaysia; Human Rights Watch, *In the Name of Security: Counterterrorism and Human Rights Abuses Under Malaysia's Internal Security Act* (New York: Human Rights Watch, May 2004), http://www.hrw.org/en/reports/2004/05/24/name-security.
[34] Human Rights Watch, "Malaysia: New Prime Minister Should Repeal Internal Security Act," news release, April 6, 2009, http://www.hrw.org/en/news/2009/04/06/malaysia-new-prime-minister-should-repeal-internal-security-act.
[35] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Malaysia," in *2008 Country Reports on Human Rights Practices*.
[36] Human Rights Watch, *In the Name of Security*.
[37] According to Human Rights Watch, two others were released through successful habeas corpus petitions, and the remaining six were given two-year sentences, winning release at the end of their terms in June 2003. See Human Rights Watch, *In the Name of Security*.
[38] Bernama, "UK Issues Statement on its Extradition Policy," *Malaysia Today*, July 7, 2010, http://www.malaysia-today.net/index.php?option=com_content&view=article&id=32956:uk-issues-statement-on-its-extradition-policy&catid=19:newscommentaries&Itemid=100131.
[39] See Daniel Calingaert, "Authoritarianism vs. the Internet," *Policy Review* (April/May 2010), http://www.hoover.org/publications/policy-review/article/5269.
[40] Bernama, "Shah Alam UMNO Claims Bar Council Article Insults Islam," Malaysian Bar, August 4, 2004, http://www.malaysianbar.org.my/bar_news/berita_badan_peguam/shah_alam_umno_claims_bar_council_article_insults_islam.html.
[41] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Malaysia," in *International Religious Freedom Report 2009*.
[42] Liz Gooch, "Malaysian Court Ends Ban on Book," *International Herald Tribune*, January 25, 2010, http://www.nytimes.com/2010/01/26/world/asia/26malaysia.html.
[43] Sisters in Islam, "Malaysia: Sisters in Islam Condemns Caning of 3 Muslim Women under Shariah Law," news release, February 17, 2010, http://www.wluml.org/node/5989.
[44] Ibid.
[45] See ASEAN Progressive Muslim Movement, "Silencing Freedom of Expression in Malaysia," news release, March 30, 2010, available at http://www.stop-stoning.org/files/APMM-001.pdf.
[46] As cited in Sean Yoong, "Malaysia Women's Group Sued over 'Islam' in Name," Associated Press, March 22, 2010, available at http://www.thejakartapost.com/news/2010/03/22/malaysia-women039s-group-sued-over-039islam039-name.html; see also "Malaysian Women's Group Sued Over Name," Agence France-Presse, March 23, 2010.
[47] Goh Seng Ching and Nigel Aw, "Muslim Groups See Red Over Newspaper Article," Malaysiakini, February 23, 2010, http://www.malaysiakini.com/news/124980.
[48] Ibid.
[49] Baradan Kuppaswamy, "Media Malaysia: Censorship Takes a Religious Turn, Critics Say," Inter Press Service, March 23, 2010; Center for Independent Journalism, "Retract Show Cause to

the Star," news release, February 26, 2010, available at http://www.malaysianmirror.com/nationaldetail/6-national/31661.
[50] In Kelantan state, 24 words and 10 phrases are banned for non-Muslims by the Enactment on Control and Restriction of the Propagation of Non-Islamic Religions. See Saeed, *Freedom of Religion, Apostasy and Islam*, 127.
[51] Thomas Bell, "Catholic Newspaper Faces Ban for Writing 'Allah,'" *Telegraph*, December 17, 2008, http://www.telegraph.co.uk/news/worldnews/asia/malaysia/3811703/Catholic-newspaper-faces-ban-for-writing-Allah.html.
[52] Baradan Kuppuswamy, "Can Christians Say 'Allah'? In Malaysia, Muslims Say No," *Time*, January 8, 2010, http://www.time.com/time/world/article/0,8599,1952497,00.html.
[53] Seth Mydans, "Churches Attacked in Malaysian 'Allah' Dispute," *New York Times*, January 8, 2010, http://www.nytimes.com/2010/01/09/world/asia/09malaysia.html.
[54] "Malaysia: Churches Firebombed Amid Allah Dispute," CNN, January 9, 2010, http://edition.cnn.com/2010/WORLD/asiapcf/01/08/malaysia.churches.attacked/index.html.
[55] Mydans, "Churches Attacked in Malaysian 'Allah' Dispute."
[56] Individuals arrested during these raids have reportedly been subjected to violence and mistreatment at the hands of law enforcement personnel, and detained in appalling conditions. See Ahirudin Attan, "It Matters How the Job Is Done," *New Straits Times* (Malaysia), January 30, 2005.
[57] "Self-Proclaimed Malay Prophet Sentenced to 10 Years in Jail," *Hindustan Times*, October 22, 2009.
[58] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Malaysia," in *2009 Country Reports on Human Rights Practices* (Washington, DC: U.S. Department of State, March 2010), http://www.state.gov/g/drl/rls/hrrpt/2009/eap/135998.htm.
[59] "'Malay Prophet' Jailed 10 Years, Sentenced to Six Strokes of Rotan and Fined RM16,500," Bernama, October 21, 2009. It should be noted that in this article, the news agency included the complete address of the defendant, infringing on his family's right to privacy and security. See Jennifer Gomez, "10 Years' Jail, Rotan for 'Malay Prophet,'" *New Straits Times* (Malaysia), October 22, 2009.
[60] Gomez, "10 Years' Jail, Rotan for 'Malay Prophet.'"
[61] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Malaysia," in *International Religious Freedom Report 2009*.
[62] Saeed, *Freedom of Religion, Apostasy and Islam*, 130.
[63] Ibid.
[64] Ibid.
[65] "Al-Arqam's Abuya Dies," Malaysian Insider, May 13, 2010, http://www.themalaysianinsider.com/malaysia/article/al-arqams-abuya-dies/.
[66] Constitution of Malaysia, available at http://confinder.richmond.edu/admin/docs/malaysia.pdf.
[67] Nurjaanah Abdullah, "Legislating Faith in Malaysia."
[68] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Malaysia," in *International Religious Freedom Report 2009*.
[69] Sean Yoong, "Malaysia Muslim Magazine Apologizes for Upsetting Christians over Article on Church Masquerade," Associated Press, March 6, 2010, available at http://abcnews.go.com/International/wireStory?id=10026706.
[70] Ibid.

[71] Sisters in Islam, "You Belong to Me," *Baraza* no. 3, http://www.sistersinislam.org.my/baraza/BARAZA%203-2%20FINAL.pdf.
[72] "Two Earlier Controversial Enforcement Actions Today," *Malay Mail* (Kuala Lumpur), June 5, 2003.
[73] Michael Ng, "Officers Should Understand the Law Before Embarking on Raids," *New Straits Times* (Malaysia), July 3, 2000.
[74] "Two Earlier Controversial Enforcement Actions Today," *Malay Mail*; Ahirudin Attan, "It Matters How the Job Is Done."
[75] Suryani Dalip, "Abu Hassan to Clarify Today," *New Straits Times* (Malaysia), June 28, 2000.
[76] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Malaysia," in *2006 Country Reports on Human Rights Practices* (Washington, DC: U.S. Department of State, March 2007), http://www.state.gov/g/drl/rls/hrrpt/2006/78780.htm.
[77] Human Rights Watch, "Malaysia," in *2006 World Report* (New York: Human Rights Watch, January 2006), http://www.hrw.org/wr2k6/.
[78] Malaysian Bar Association, "The Ayah Pin Saga," news release, August 9, 2005, http://www.malaysianbar.org.my/press_statements/the_ayah_pin_saga.html; Human Rights Watch, "Malaysia: Respect Rights of Religious Community," news release, August 4, 2005, http://www.hrw.org/en/news/2005/08/03/malaysia-respect-rights-religious-community.
[79] Rosli Zakaria, "Lawyer to Represent All 45 Sky Kingdom Sect Followers," *New Straits Times* (Malaysia), September 1, 2005.
[80] International Federation for Human Rights, *Steadfast in Protest: 2006 Annual Report of the Observatory for the Protection of Human Rights Defenders* (Paris: International Federation for Human Rights, March 2007), http://www.fidh.org/IMG/pdf/FIDH-EN-ASIA.pdf.

# پاکستان

## تعارف

پاکستان میں مذہبی توہین کے قانون کا مسئلہ اور اظہار کی آزادی پر عائد پابندیاں لگاتار سرخیوں میں آتے رہتے ہیں، جس میں بہت سے متنازعہ فیصلے بھی شامل ہوتے ہیں چاہے وہ مئی 2010 میں سوشل نیٹورکنگ کی ویب سائٹ فیس بک اور ویڈیو اپلوڈ کرکر دکھانے والی ویب سائٹ یو-ٹیوب پر پابندی کا معاملہ ہو یا پھر مذہبی توہین کا جرم ثابت ہوجانے والوں کے لئے موت کی سزا نافذ کرنے کا معاملہ ہو1۔ اقلیتی فرقوں کے لیڈران اور انسانی حقوق کے گروپ بہت لمبے عرصہ سے ملک کے مذہبی توہین کے قانون پر یہ کہتے تنقید کرتے آئے ہیں کہ یہ قانون غیر مناسب حد تک سخت اور ظالمانہ ہیں، انکی یہ بھی دلیل ہے اقلیتی گروپوں کو نشانہ بنانے اور انکے خلاف امتیاز برتنے کے لئے انتہاپسند ان قانونوں کا استحصال کرتے ہیں، یا پھر دوسرے لوگ اپنے معمولی جھگڑے برابر کرنے یا زاتی بدلہ کے لئے ان قانونوں کا غلط استعمال کرتے ہیں۔

مذہبی توہین کے قانون پاکستان کے تعذیری ضابطہ (PPC) کے سیکشن XV، دفعہ 295-298 میں پائے جاتے ہیں۔ ان میں بہت سارے جرائم کے کا ذکر کیا گیا ہے، جس میں کسی عبادت کو بے حرمتی کرنا، قرآن کریم کو نقصان پہنچانا، اور دہریت کے مترادف کوئی بھی عمل شامل ہے۔ ان جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کو مکمنہ طور پر جرمانوں، تھوڑی مدّت کے لئے یا زندگی بھر کے لئے جیل، یہاں تک کہ موت کی سزا کا بھی سامنا کرنا پڑسکتا ہے؛ حالانکہ مذہبی توہین کے لئے بہت سے افراد کو موت کی سزا سنائی گئی ہے لیکن اس جرم کے لئے ابھی تک کسی کو بھی پھانسی نہیں دی گئی ہے2۔ پاکستان میں مذہبی توہین کے لئے دائر کئے جانے والے زیادہ تر معاملات پی پی سی کے آرٹکیل 295 یا 298 کے تحت ہی آتے ہیں۔ سیکشن XV کے یہ سب سے زیادہ سخت قانون ہیں اور بین الاقوامی قانونی معیاروں سے یہ سب سے کم مطابقت رکھتے ہیں۔

غیرسرکاری تنظیموں (این جی اوس) کے ذریعہ تیار کئے جانے والے اعداد و شمار کے مطابق، جسکا حوالہ یو ایس ڈیپارٹمینٹ نے بھی دیا ہے، 1986 اور اپریل 2006 کے بیچ پاکستان میں کل ملا کر 695 لوگوں پر مذہبی توہین کے الزامات عائد کئے گئے تھے۔ ان میں سے 362 مسلمان تھے، 239 احمدی تھے، 86 عیسائی تھے، اور 10 ہندو تھے3۔ پاکستانی روزنامہ *ڈان* نے اپنی ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ پاکستان میں 1984 سے 2004 کے دوران قریب 5000 معاملے درج کئے گئے تھے اور 964 لوگوں پر مذہبی توہین کے الزامات لگائے گئے تھے۔ مدّعا علیہ کی مذہبی تقسیم قریب وہی ہے جسکا حوالہ اسٹیٹ ڈیپارٹمینٹ نے دیا تھا4۔ پاکستان کی آبادی قریب 173 ملین افراد پر مشتمل ہے5 اور 1998 کی مردم شماری کے مطابق، 97 فی صد آبادی مسلمان ہے، جس میں زیادہ تر سنّی مسلمان ہیں، جبکہ شیعہ مسلمانوں کی تعداد قریب 20 فی صد ہے۔ باقی بچی آبادی میں ہندو، عیسائی، احمدی، پارسی اور بہائی شامل ہیں6۔

ان اعداد و شمار سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ پاکستان کے مذہبی توہین قانون کا استعمال خوب کیا جاتا ہے اور اسے غیر متناسب طور پر غیر مسلموں کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ مذہبی توہین کے خلاف دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی قانون موجود ہیں لیکن، اپنی شدّت اور مذہبی اقلیتوں پر اسکے مخصوص اثرات کی وجہ سے پاکستان کا معاملہ باقی ملکوں سے بالکل جدا ہے۔

## پس منظر

پچھلی کئی دہائیوں سے پاکستان قانونی اور سماجی لحاذ سے اسلامائیزیشن کے دور سے گزرا ہے، پاکستانی سماج کے اندر کثریت کے نظریات میں کمی آئی ہے۔ ہندوستانی برّ صغیر میں برطانوی نوآبادیاتی حکومت کے خاتمہ کے بعد 1947 میں ایک مسلم ملک کی حیثیت سے پاکستان کی تشکیل ہوئی تھی۔ آزادی کے بعد سے ہی، پاکستان نے سیاسی لحاذ سے بہت زیادہ سیاسی استحکام دیکھا ہے، جہاں جمہوری انتخابات اور فوجی بغاوتوں کے ذریعہ بار بار حکومت بدلتی

رہی۔ پاکستان کی تشکیل حالانکہ مسلمانوں کے لئے ایک ملک کی حیثیت سے کی گئی تھی، لیکن ابتدا میں پاکستان اصل معنوں میں ایک اسلامی ملک نہیں تھا۔ تاہم یہاں کے سیاسی منظرنامہ پر *علماء* یا دوسرے معنوں میں مسلمانوں کے اعلی مذہبی طبقہ، کا کافی غلبہ رہا ہے، جنھوں نے ہمیشہ یہ چاہا کہ پاکستان کے قانون شریعت (اسلامی قانون) کی انکی ترجمانی کے مطابق بنائے جائیں7۔

آئین کے مسودہ کی تیاری کے عمل میں رہنمائی کے مقصد سے نوآزاد پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے ذریعہ 1949 میں منظور کئے گئے مقاصد کی قرارداد میں سرکاری طور پر یہ اعلان کیا گیا ہے کہ "جمہویت، مساوات، رواداری اور سماجی انصاف کے اسلامی نظریات پر عمل کیا جائگا۔"۔ اس دستاویز میں کثرتیت، اقلیتوں کے حقوق، اور اظہار و عقیدے کی آزادی پر بھی زور دیا گیا ہے اور اسکا دفاع کیا گیا ہے8۔

1965 میں پاکستان کا پہلا آئین اختیار کیا گیا، حالانکہ اس میں یہ اعلان ضرور کیا گیا تھا کہ پاکستان "سماجی انصاف کے اسلامی اصولوں پر مبنی" ملک ہوگا،" لیکن اس میں ظاہری طور پر ایسا کوئی ذکر نہیں کیا گیا تھا کہ پاکستانی قانون کا اصل ماخذ شریعت ہوگی۔ آئین میں ایک "متضاد repugnancy" شق شامل ہے، جس میں یہ کہا گیا ہے کہ "ایسا کوئی بھی قانون وضع نہیں کیا جائگا جو قرآن اور سنّت کے طے کردہ احکامات کے خلاف ہو،" لیکن اسے نافذ کرنے کے لئے کسی سرکاری ادارے یا شعبہ کا قیام نہیں کیا گیا تھا8۔ 1956 کا آئین دو سال بعد فوج کے اقتدار سنبھالنے کے بعد تحلیل کردیا گیا تھا۔ 1962 میں اپنائے گئے نئے آئین میں متضاد شق شامل نہیں تھی اور اسلامی ریاست کی حیثیت سے پاکستان کا ذکر چند ہی جگہوں پر کیا گیا تھا۔

پاکستان کے قانون کو اسلامی رنگ دینے کے حق میں علماء اور دوسرے لوگوں کی طرف سے بڑھتے ہوئے دباؤ کے نتیجہ میں 1964 میں آئین کے اندر تبدیلیاں کی گئیں، اور اس میں ایک نئ اور پہلے زیادہ سخت متضاد شق کا اضافہ کیا گیا جس کے مطابق: قرآن کریم اور سنّت کے ذریعہ طے کردہ اسلامی تعلیمات اور تقاضوں کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جائگا، اور سبھی موجودہ قوانین کو انکے مطابق بنایا جائگا۔"10۔ اس شق کے نفاذ کے لئے اسلامی نقطئہ نظر کی ایک ایڈوائزری کونسل قائم کی گئی تھی11۔

1973 کی جنگ کے بعد، جس میں مشرقی پاکستان الگ ہوکر موجودہ بنگلہ دیش بنا تھا، پاکستان میں اقتدار ایک نئی شہری حکومت کے ہاتھوں میں آگیا اور ایک نئے آئین کا مسودہ تیار کیا گیا۔ اس نئے چارٹر میں اسلامی نقطئہ نظر کی ایڈوائزری کا نام بدل کر کونسل آف اسلامک آئڈیولوجی رکھا گیا، اور اسکی ذمّہ داریوں میں مزید توسیع کرتے ہوئے اسے پارلیمنٹ اور صوبائی حکومتوں کو یہ مشورہ دینے کا کام سونپا گیا کہ "کیا کوئی مخصوص قانون، اسلام، یعنی قرآن اور سنّت کے برخلاف تو نہیں ہے"۔ 1974 میں اس آئین میں ترمیم ہوئی اور "مسلمان" لفظ کی تعریف کے لئے اس میں ایک اور دفعہ شامل کی گئی جس کے مطابق ایسے تمام گروپ جنھیں منحرف فرقہ مانا جاتا تھا اور جو اپنے بدعتی نظریات کے باوجود اپنے آپکو مسلمان کہتے تھے، وہ از خود ہی لفظ مسلمان کی تعریف سے باہر ہوگئے تھے14۔

جنرل ضیاء الحقّ جنھوں نے 1977 سے 1988 تک پاکستان پر حکمرانی کی تھی، انھوں نے درمیانی طبقہ15 اور مذہبی شدّت پسندوں کے بیچ حمایت کرنے کے مقصد سے اسلامائیزیشن کے عمل کو جاری رکھا بلکہ انھوں نے اسے اور تیز بھی کیا15۔ اس مدّت کے دوران پی پی سی اور کوڈ آف کریمنل پروسیجر میں بہت ساری تبدیلیاں کی گئیں، اور حدود قانون کو لاگو کیا گیا، اس قانون کے تحت ناجائز جنسی تعلّقات، چوری اور شراب کی ممانعت کی خلاف ورزی کرنے پر شریعت کی سخت سزائیں دی جانے کی اجازت دی گئ۔ پی پی سی میں پانچ آرڈیننس کا اضافہ کیا گیا تھا جن میں مذہبی اقلیتوں کو صاف طور پر نشانہ بنایا گیا تھا اور توہین مذہب کو ایک جرم قرار دیا گیا تھا۔ اسکے علاوہ آئین میں ترمیم کے ذریعہ اعلی عدالتوں میں شریعت بنچ کو متعارف کرایا گیا۔ ان بینچوں کی جگہ جلد ہی وفاقی شرعی عدالت نے لے لی جسکے فرائض میں آئین کو چھوڑ کر پاکستان کے باقی سبھی قوانین پر نظرثانی کرنا اور یہ دیکھنا تھا کہ یہ قانون شریعت کے مطابق ہیں16۔

پی پی سی میں حالانکہ ہمیشہ ایسی دفعات شامل رہی ہیں جن میں مذہب کے خلاف کئے جانے والے جرائم پر بحث کی گئی ہے لیکن اسلام سے متعلّق مخصوص دفعات صرف 1982 میں ہی اختیار کی گئی تھیں۔ اس کے بعد، مذہبی توہین اور مذہب کے خلاف جرائم کے لئے دی جانے والی سزاؤں میں ضیاء الحقّ کے دور اقتدار میں ترمیم کی گئی اور

زندگی بھر قید یا موت کی سزا کے امکان کو اس میں شامل کیا گیا۔ ان میں سے زیادہ تر تبدیلیاں ایک صدارتی فیصلہ کے ذریعہ کی گئیں۔

کثرتیت کے تصوّر سے پاکستان کے ہٹنے کے نتیجہ میں اقلیتوں اور مذہبی آزادی پر اسکے عموما بہت زیادہ شدید اثرات مرتّب ہوئے۔ اسکی وجہ سے ایک ایسا ماحول پیدا ہوا جس میں عدم رواداری اور تشدّد کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے، اور سیاسی نظام کے اندر انتہاپسندوں کے بہت زیادہ بڑھے ہوئے اثر اور غلبہ کی وجہ سے کثرتیت کی قدروں کا تحفّظ کرنے اور انھیں برقرار رکھنے کی نچلی عدالت، پولیس اور سرکاری افسران کی صلاحیت پر اثر پڑا۔ جیسا کہ ایک تبصرہ نگار نے اس طرف اشارہ ان الفاظوں میں کیا، "منتخب نمائندوں کی یہ ذمّہ داری ہے کہ وہ قانون اور نظم فراہم کریں جسکے بغیر کوئی بھی عدلیہ اپنا کام نہیں کرسکتی۔ آج ضلع عدالتوں کا کوئی بھی جج مذہبی توہین کے شکار شخص کو صرف اس خوف کی وجہ سے رہا نہیں کرسکتا کہ کہ پرتشدّد ملّا اسے نقصان پہنچاسکتے ہیں"17۔ مذہبی انتہاپسندوں کا اثر اتنا زیادہ ہے کہ انھوں نے منتخب نمائندوں اور غیر منتخب حکومتوں دونوں کو ہی نقصان دہ قانونوں کو منسوخ کرنے یا انمیں کسی طرح کی ٹھوس ترمیم کرنے کی کوشش سے انھیں روک رکھا ہے۔ سابق وزیر اعظم بے نظیر بھٹّو اور سابق فوجی حکمراں پرویز مشرّف دونوں نے ہی مذہبی قانونوں میں ترمیم کے کئے اپنے عہد کا اظہار کیا، لیکن مسلم مذہبی لیڈروں کی طرف سے پڑنے والے دباؤ اور انتہاپسندوں کے مظاہروں کے بعد وہ دونوں بھی پیچھے ہٹ گئے18۔ 1999 سے 2008 تک حمکرانی کرنے والے مشرّف کے دور میں ایک نئی ترمیم کی گئی جس کے تحت پولیس کے لئے یہ لازمی ہوگیا کہ کسی بھی طرح کی گرفتاری کرنے سے پہلے وہ مذہبی توہین کے الزامات کی تحقیقات کرے، لیکن عملی میدان میں اس اصول پر شاذ و نادر ہی عمل کیا جاتا ہے۔

فروری 2010 میں اقلیتی امور کے وزیر شہباز بھٹّی نے میڈیا کو بتایا کہ انھیں اس سال کے اختتام تک مذہبی توہین کے قانون میں تبدیلی کی امیّد ہے19۔ ان مجوّزہ ترمیمات کے تحت مذہبی توہین کا کوئی بھی معاملہ درج کئے جانے سے پہلے ایک جج اسکی تحقیقات کریگا اور الزام جھوٹا ہونے پر ان لوگوں کو بھی اسی سزا کا سامنا کرنا ہوگا جس کا سامنا مذہبی توہین کے مجرم کو کرنا پڑتا ہے20۔ 2010 میں بھٹّی نے یورپین کانفرنس میں اپنے اس اعتماد کی توثیق کی کہ 2010 کے اختتام سے پہلے پہلے ان قوانین میں ترمیم کی جائگی، انھوں مزید یہ بھی کہا کہ پاکستانی ارباب اقتدار نے "اس قوانین میں ترمیم کرنے کا عہد کیا ہے"21۔

اسی کے ساتھ ساتھ، "مذہب کی تذلیل" پر پاکستانی حکومت نے اقوام متّحدہ کی انسانی حقوق کونسل کی قرادادوں کی لگاتار حمایت کی ہے، جنکا مقصد کسی بھی مذہب کو توہین یا دلآزاری سے تحفّظ فراہم کرنا ہے۔ انسانی حقوق کے گروپوں نے اس کوشش کی یہ کہتے ہوئے مذمّت کی ہے کہ یہ اظہار کی آزادی اور بنیادی حقوق کے لئے ایک خطرہ ہے22۔ 1999 میں پہلی قرارداد متعارف کرانے کے بعد سے ہی، پاکستان اقوام متّحدہ کے دوسرے فورموں میں بھی "مذہب کی تذلیل" کے تصوّر کی سرگرم حمایت کی ہے اور ڈربن ریویو کانفرنس، ایڈ ہاک کمیٹی آن کمپلیمینٹری اسٹینڈرڈس، اور شہری و سیاسی حقوق کے بین الاقوامی عہد (ICCPR) کے آرٹیکل 19 اور 20 پر ہونے والی کانفرنس اور انسانی حقوق کے ہائی کمشنر کے 2008 کے دفتر میں بھی اس کی حمایت کی ہے۔

## مذہبی توہین کے قانون

پی پی سی کے سیکشن XV میں مذکور مذہبی توہین کے قانون بہت ہی سخت ہیں۔ ان قانونوں میں نہ صرف ایسے کسی بھی طرح کے اظہار کی ممانعت ہے جس کا مقصد "مذہبی احساسات" کو مجروح کرنا ہو، یا کسی دوسرے مذہب اور مذہبی عقائد کی توہین کرکر کسی مخصوص مذہبی طبقہ کے مذہبی احساسات کو پامال کرنا ہو، بلکہ مذہبی توہین کے قانون میں قرآن کی بے حرمتی اور پیغقبر محمّد، یا انکی کسی بیوی، خاندان یا صحابہ کی بے حرمتی کرنا بھی منع ہے۔ مقدّس شخصیتوں یا مقامات کے لئے مخصوص، خطابوں، بیانوں یا القاب کا غلط استعمال بھی ممنوع ہے۔ پی پی سے میں ان قوانین کا اضافہ 1980 اور 1986 کے بیچ کیا گیا تھا جبکہ سب سے زیادہ سخت ترمیم 1986 میں ڈالی گئی تھی۔ آرٹیکل 295(C)کے تحت پیغمبر محمّد کے متعلّق کسی بھی طرح کی خلاف شان زبان کا استعمال ایک جرم قرار دیا گیا جسکے قید یا موت کی سزآ دی جاسکتی ہے۔ 1991 میں وفاقی شرعی عدالت نے یہ فیصلہ دیا کہ اس جرم کے لئے سزا کو مزید سخت بنایا جائے، اس کے بعد آرٹیکل 295 (C) میں ترمیم کی گئی اور نبی کے خلاف اہانت آمیز تبصرہ کرنے کے مجرم قرار دئے جانے والے لوگوں کے لئے موت کی سزا کو لازمی کردیا گیا23۔

## بین الاقوامی قانون کے ساتھ عدم مطابقت

مذہبی توہین کے پاکستانی قانون انسانی حقوق کے بین الاقوامی معیاروں سے نہ صرف اسلئے مطابقت نہیں رکھتے کیونکہ وہ اظہار کی آزادی، مذہب کی آزادی اور دوسرے انسانی حقوق پر غیر مناسب پابندیاں عائد کرتے ہیں بلکہ اس وجہ سے بھی مطابقت نہیں رکھتے کیونکہ اپنے اثر کے لحاذ سے وہ امتیاز پر مبنی ہیں۔ اسکے علاوہ ان قانونوں میں انکا غلط استعمال روکنے کے لئے کسی طرح کی بندشیں بھی نہیں ہیں، مذہبی توہین کی کوئی واضح تعریف نہیں دی گئی ہے، نچلی عدالتوں میں جرم ثابت کرنے کے لئے گواہ اور ثبوت کا نظام بے حد کمزور ہے، اور جرم ثابت کرنے کے لئے کسی طرح کے مجرمانہ ارادے کا ہونا بھی ضروری نہیں ہے24۔ اس کی وجہ سے اقلیتوں کو دبانے یا ذاتی جھگڑوں میں بدلہ لینے کے مقصد سے ان قانونوں کا غلط استعمال ممکن ہوجاتا ہے۔ فرقہ وارانہ یا مسلکی جھگڑوں کو ہوا دینے یا انھیں جائز ٹھہرانے کے لئے بھی مذہبی توہین کے قانون کو جواز کے طور پر استعمال کیا گیا ہے، اس طرح کے معاملات میں مذہبی توہین کے محض زبانی الزام سے ہی بھیڑ کے ذریعہ تشدّد شروع ہوجاتا ہے اور اس طرح کے اگر سارے نہیں تو اکثر واقعات میں پولیس اور سرکاری افسران اس طرح کے تشدد کو منظوری دیتے ہیں۔

جون 2010 میں پاکستان نے آئی سی سی پی آر کو منظوری دی اور اس معاہدہ میں دئے گئے تحفّظات کو یقینی بنانے کے لئے اپنے عزم کا اظہار کیا۔ پاکستان کے مذہبی توہین قانونوں سے جن حقوق کی خلاف ورزی ہوتی ہے ان میں سے اکثر انسانی حقوق کے عالمی اعلانیہ میں شامل ہیں اور پاکستان کے آئین اور دوسرے داخلی قانونوں میں انکو عام طور پر تحفّظ دیا گیا ہے۔

## شفافیت کی کمی

اپنی سخت ترین سزاؤں کے باوجود، مذہبی توہین کے قانونوں میں اس سلسلہ میں کوئی واضح رہنمائی دی گئی ہے کہ اس قانون کی خلاف ورزی کس چیز سے واقع ہوگی۔ یہ فیصلہ کرنے اختیار پولیس اور عدلیہ کے افسران پر چھوڑ دیا گیا ہے، جو اس سلسلہ میں اکثر اپنے ذاتی نظریات اور اسلام کی اپنی خود کی ہی ترجمانی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ایک تبصرہ نگار نے اس بارے میں بحث کرتے ہوئے کہا ہے کہ، پاکستان کے توہین مذہب مخالف قانون میں کیا آتا ہے اور کیا نہیں آتا یہ طے کرنا لازمی طور پر ایک دینی سوال ہے، اور چونکہ قرآن یا دوسرے ماخذ میں اس جرم کی کوئی واضح لکھی ہوئی تعریف موجود نہیں ہے، لھاذا اس سوال کا کوئی حل ہی نہیں ہے25۔ اس قانون کے مبھم ہونے کا یہ فائدہ ہے کہ اپنے ذاتی جھگڑوں کو حل کرنے اور جب جی چاہے مذہبی اقلیتوں کو نشانہ بنانے کے لئے ان قوانین کا استعمال کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ پاکستان کے مذہبی توہین کے قانون یہ فرق کرنے میں بھی ناکام ہیں کہ مذہبی توہین کے عناد پر مبنی اور جان بوجھ کر کئے جانے والے کام کونسے ہیں اور غیر ارادۃ کئے جانے والے کام کونسے ہیں – یہ ایک ایسا ضروری فرق ہے جسکی گنجائش سبھی طرح کریمنل قانون میں رکھی جاتی ہے۔ آرٹیکل 295 اور 295 (A) میں حالانکہ یہ واضح کیا گیا ہے کہ "جان بوجھ کر اور عناد پر مبنی کام" اور ایسے کام جنکا مقصد کسی بھی طبقہ کے مذہب کی توہین کرنا ہو، مجرمانہ عمل مانے جائنگے، لیکن پی پی سی کے سیکشن XV کے دوسرے آرٹیکلوں میں اس طرح کی کوئی زبان استعمال نہیں کی گئی ہے۔

قانون کے اندر اس خامی کے اثرات انور کینیتھ کے کیس میں واضح تھے، یہ ایک پاکستانی عیسائی تھا جسے 2001 میں عیسائی پمفلیٹ تقیسم کرنے اور یہ دعوی کرنے کے لئے کہ پیغمبر محمّد جھوٹے نبی تھے، گرفتار کیا تھا اور مذہبی توہین کا الزام لگایا گیا تھا، مذکورہ جرم پاکستان میں مذہبی توہین کی سب سے زیادہ سنگین شکل ہے26۔ کینیتھ نے یہ بھی دعوی کیا کہ وہ عسی مسیح کا اوتار ہے اور اس پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوئی تھی27۔ اس کیس سے قریبی طور پر وابستہ بہت سے ذرائع کے مطابق، وہ شدید نفسیاتی مسائل سے دوچارہ تھا28۔ اسکی وکیل سادیہ خالد نے مبیّنہ طور پر اسکی جانچ کرائے جانے کی بھی درخواست کی تھی تاکہ یہ طے کیا جاسکے کہ آیا وہ مقدمہ کا سامنا کرنے کے لئے ذہنی طور پر تیار ہے یا نہیں، لیکن انکی یہ درخواست ردّ کردی گئی تھی۔ جج نے یہ دلیل دی کہ کینیتھ نے چونکہ پہلے ہی یہ اقرار کرلیا ہے کہ اس نے پیغمبر محمّد کے جھوٹا ہونے کا اعلان کیا تھا، اسلئے اسکی دماغی حالت کوئی اہمیت نہیں رکھتی29۔ خالد نے مبیّنہ طور پر اس بات پر زور دیا تھا کہ مذہبی توہین کے اسکے بیانات "کسی کافر

کے ذریعہ کی جانے والی نفرت انگیز بے حرمتی" نہیں تھی بلکہ یہ "ایک بیمار انسان کی خبطی بکواس تھی30۔ لیکن پھر بھی 2002 میں کینیتھ کو موت کی سزا سنادی گئی31۔ 1999 سے بین الاقوامی قانون کی مستند و معتبر ترجمانی میں یہ واضح کردیا گیا ہے کہ دماغی کمی، دماغی خلل یا محدود دماغی صلاحیت رکھنے والے لوگوں پر موت کی سزا کا انطباق نہیں ہونا چاہئے32۔

### غلط استعمال روکنے کے لئے حفاظتی بندشوں کی کمی

پاکستان کے مذہبی قانونوں کا استعمال کثرت سے بدلے لینے، کاروبار اور تجارت میں دوسرے فریق پر دباؤ بنانے یا زمینی تنازعوں اور بہت سے ایسے دوسرے معاملوں میں کیا جاتا ہے جنکا مذہبی توہین سے بالکل بھی کوئی تعلّق نہیں ہوتا۔ علمی ماہرین، شہری سوسائٹی کے کارکنوں اور صحافیوں سمیت بہت سے ناقدین کا یہ کہنا ہے کہ، زیادہ تر معاملوں میں مذہبی توہین کے الزامات کا استعمال درپردہ مقاصد کے لئے کیا جاتا ہے33۔

2006 میں پولیس نے شاہد مسیح اور محمّد غفّار کے ذریعہ چوری کے ایک مبیّنہ معاملہ کو درج کرنے سے صرف اسلئے منع کردیا کیونکہ شکایت کنندہ ارشد خان نے اس سلسلہ میں ناکافی شواہد فراہم کئے تھے34۔ انسانی حقوق کے ایشین کمیشن کے مطابق، پولیس نے خان کو یہ مشورہ دیا کہ وہ چوری کے بجائے ان دونوں کے خلاف مذہبی توہین کی شکایت درج کرادے35۔ اس کے بعد ارشد خان نے پولیس میں مبیّنہ طور پر ایک شکایت درج کی اور اس میں یہ الزام لگایا کہ ان دونوں افراد نے ایک اسلامی مذہبی مواد چوری کرنے کے بعد سے جلادیا۔ یہ جانتے ہوئے کہ یہ الزامات جھوٹے اور گھڑے ہوئے ہیں، پولیس نے مسیح اور غفّار کو پی پی سی کی دفعہ XV کے تحت مذہبی توہین کے الزام پر گرفتار کرلیا36۔ بعد میں ان دونوں افراد کو ان الزامات سے بری کردیا گیا اور رہا کردیا گیا37۔ ایک دوسرے معاملہ میں سیالکوٹ کے ایک عیسائی ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر پرویز مسیح کو آرٹیکل 295 (C) کے تحت مذہب کی مبیّنہ توہین کے لئے 2001 میں گرفتار کیا گیا تھا38۔ مختلف رپورٹوں کے مطابق، مسیح کے اسکول کی وجہ سے پیدا ہونے والے مقابلہ سے ناخوش ہوکر اسی علاقہ کے ایک دوسرے اسکول کے مالک محمّد ابراہیم نے مسیح کے خلاف یہ جھوٹا الزام گھڑا تھا39۔

مذہبی توہین کے معاملات درج کرنے کے لئے ضروری شواہد کی کم سے کم حد، اور ساتھ ہی اس جرم کی سنگین نوعیت دونوں مل کر اس قانون کے غلط استعمال کے امکان کو اور بھی خطرناک بنادیتے ہیں۔ 2004 تک، جب قانونی ترمیم کے ذریعہ یہ لازمی کردیا گیا تھا کہ مذہبی توہین کے الزامات پر کسی بھی فرد کو گرفتار کرنے سے پہلے ایک سینئیر پولیس آفیسر اسکی تحقیقات کرے، کسی بھی شخص کو کسی بھی معتبر انسان کے ذریعہ محض الزام لگائے جانے پر گرفتار کیا جاسکتا تھا اور اس پر مذہبی توہین کا الزام لگایا جاسکتا تھا40۔2007 میں ایک مثتب فیصلہ میں، پنجاب ہائی کورٹ نے ایک مدّعا علیہ کے خلاف لگائے گئے مذہبی توہین کے معاملہ کو عدالت کے سامنے پیش کئے جانے کے لئے نااہل قرار دیدیا، عدالت نے اسکی وجہ بتاتے ہوئے کہا کہ پولیس اس الزام کی تحقیقات کرنے اور اسکے لئے ٹھوس ثبوت لانے میں ناکام رہی تھی41۔ تاہم یہ ایک استثنائی معاملہ ہی تھا دستور اسکے برعکس ہی ہے۔ بعض معاملات میں پولیس افسران کے پاس مؤثّر تحقیقات کرنے کے لئے مناسب وسائل درکار نہیں ہوتے ہیں۔ پولیس افسران کو اسلامی بنیاد پرستوں کے ذریعہ ڈرایا دھمکایا اور خوفزدہ بھی کیا جاتا ہے جو مذہبی توہین کے مبیّنہ ملزموں کی گرفتاری کی مانگ کرتے ہیں قطع نظر اس سے کہ انکے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت موجود بھی ہے یا نہیں۔

اس طرح کے دباؤ کی رپورٹیں روبن سردار کے معاملہ میں بھی موصول ہوئی تھیں جنھیں 2008 میں مذہبی توہین کے الزام پر گرفتار کیا گیا تھا۔ سردار پر الزام لگانے والے شخص نے سردار کے میڈیکل کلینک کے باہر اپنا جوتوں کا اسٹال لگانے کی کوشش کی تھی، لیکن اس سے اسے ہٹالینے کے لئے کہا گیا تھا۔ اس کے بعد اس نے ڈاکٹر کے خلاف شکایت درج کی اور یہ دعوی کیا کہ ڈاکٹر نے پیغمبر محمّد کی شان میں گستاخی کی تھی اور یہ دھمکی دی کہ اگر پولیس نے اسے گرفتار نہیں کیا تو وہ سردار کے گھر کو آگ لگادیگا اور اسکے گھر والوں کا قتل کردیگا۔ اسکے بعد سردار کو گرفتار کرلیا گیا اور بنا کسی ابتدائی تحقیقات کے ان پر مذہبی توہین کا الزام عائد کردیا گیا42۔

جنوری 2009 میں ایک دوسرے واقعہ میں، احمدیہ فرقہ کے پانچ لوگوں کو مبیّنہ طور پر ایک مسجد کے غسلخانہ کی دیوار پر پیغمبر محمّد کا نام لکھنے کے جرم میں گرفتار کرلیا گیا43۔ اس واقعہ کے بارے میں بہت سی رپورٹوں میں یہ کہا گیا ہے کہ ان افراد کو اس جرم میں ماخوذ کرنے کے لئے کافی شواہد موجود نہیں تھے اور انھیں گرفتار کرنے سے پہلے پولیس نے کسی طرح کی تحقیقات انجام نہیں دیں۔ ایشین ہیومن رائٹس کمیشن (AHRC) کے مطابق، جنگجو اسلام

پسندوں نے پانچوں احمدیوں کو قید کرنے کے لئے پولیس پر دباؤ ڈالا اور اور پورے شہر کو بند کرانے اور احمدی فرقہ کے افراد کے گھروں کو جلاڈالنے کی دھمکی دی44۔

اسلامی انتہاپسندوں کی طرف سے مقدمہ کے دوران بھی دھمکیاں دی جاتی ہیں اور خوفزدہ کیا جاتا ہے۔ ایسے وکیل جنھوں نے مذہبی توہین کے مبیّنہ معاملوں میں مقدمہ لڑنے سے منع کیا ہے انھیں ڈرایا دھمکایا گیا ہے، بلکہ انھیں تشدّد تک کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جیوڈیشیل افسران، حکّام سے مذہبی توہین کی شکایتوں کی اچھّی طرح چھان بین کرنے کی مانگ کرنے اور حقائق کا تنقیدی جائزہ لینے کے لئے کہے بغیر مذہبی توہین کی شکایتوں کو پہلی ہی نظر میں قبول کرلیتے ہیں، اور اس طرح منصفانہ مقدمہ اور مناسب قانونی طریقۂ کار کے حق کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اس طرح کے معاملوں چونکہ سزائیں بہت سنگین ہوتی ہیں، اس لئے ان پروسیجرل خامیوں کی وجہ سے اور بھی زیادہ مسئلہ پیدا ہوجاتا ہے۔

## غیر متناسب سزائیں

پاکستان کے مذہبی توہین قانون کی خلاف ورزی کے لئے دی جانے والی سزائیں اور جرمانے انتہائی سخت ہیں جس سے انسانی حقوق کی بہت سے ممکنہ خلاف ورزیاں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا تھا، 1919 میں پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ پیغمبر محمّد کی شان میں گستاخی کی سزا صرف اور صرف موت ہے اور کچھ بھی نہیں45۔ مذہبی توہین کے الزامات کی وجہ سے بہت سے مدّعا علیہ کو موت کی سزا سنائی گئی ہے۔ حالانکہ اس جرم کے لئے ابھی تک کسی کو پھانسی نہیں دی گئی ہے لیکن بہت سے لوگ موت کی چوکھٹ پر ہیں۔

بین الاقوامی قانون میں موت کی سزا پر پابندی عائد نہیں کی گئی ہے لیکن اقوام متّحدہ نے اس پر عمل درآمد پر کچھ لازمی تحدیدات عائد کی ہیں اور اسے صرف "انتہائی شدید جرائم" کے لئے ہی مخصوص کیا ہے46۔ اقوام متّحدہ کی انسانی حقوق کونسل نے "انتہائی شدید جرائم" کی اکثر و پیشتر تعریف کی ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ اس کا مطلب وہ جرائم ہیں جنکی وجہ سے زندگی کو نقصان پہنچتا ہے47۔ اقوام متّحدہ کی انسانی حقوق کمیٹی کے عمومی تبصرہ نمبر 6 میں بھی اسی طرح کا ذکر ہے کہ "کمیٹی کا یہ ماننا ہے کہ لفظ "انتہائی شدید جرائم" کو محدود انداز میں پڑھا جائے اور اسکا مطلب یہ ہونا چاہئے کہ موت کی سزا صرف ایک انتہائی استثنائی قدم کے طور پر ہی دی جائے48۔ غیرقانونی طریقہ سے فوری یا من مانے طریقہ سے موت کی سزا کے بارے میں اقوام متّحدہ کے اسپیشل نمائندہ نے اپنی رپورٹ میں یہ پایا تھا کہ کسی بھی صورت میں اور کسی بھی جرم کے لئے موت کی لازمی سزا انسانی حقوق کے بین الاقوامی قانون سے کبھی بھی مطابقت نہیں رکھتی49۔ اسی مطالعہ میں اس نمائندہ نے بہت سی ایسی مثالیں بھی پیش کی ہیں جن میں انسانی حقوق کونسل نے اپنی تشویشات پیش کی ہیں کہ موت کی سزا پانے والے جرائم انتہائی مبہم ہیں، انکی تعریف بہت ڈھیلے ڈھالے انداز میں کی گئی ہے اور وہ ایسی وسیع اصطلاحات سے گھری ہوئی ہیں کہ موت کی سزا کا نفاذ لازمی طور پر موت کی سزا دینے والے کے شخصی اور ذاتی پیمانوں کے ماتحت ہوکر رہ جاتا ہے50۔ پی پی سی کے آرٹیکل 295(C) میں یہ سبھی خامیاں موجود ہیں۔ اور جیسا کہ مذہب یا عقیدے کی آزادی کے بارے میں اپنی رائے پیش کرنے والے ایک سابق نمائندہ کا کہنا ہے، "مذہبی توہین کے لئے موت کی سزا کا نفاذ غیر متناسب ہے بلکہ ناقابل قبول ہے51۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے، مذہبی توہین کے معاملوں میں مناسب قانونی طریقۂ کار اور منصفانہ مقدمہ کے اصولوں پر عمل نہیں کیا جاتا، جبکہ اقوام متّحدہ کے ممبر ممالک نے یہ واضح کردیا ہے کہ موت کی سزا سے نپٹتے وقت اس طرح کی ضمانتوں کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے: موت کی سزا صرف اس وقت ہی دی جائے جب ایک بااختیار عدالت نے منصفانہ مقدمہ کے سبھی اصولوں پر عمل کرتے ہوئے اور قانونی طریقۂ کار کو پوری ایمانداری سے بروئے کار لاتے ہوئے اپنے حتمی فیصلہ میں موت کی سزا دینے کا فیصلہ کیا ہو، اور شہری و سیاسی حقوق کے بین الاقوامی عہد کے آرٹیکل 14 میں دئے ہوئے اصولوں کے کا کم سے یا اس کے مساوی دھیان رکھا گیا ہو52"

## انسانی حقوق سے استفادہ پر اثر

### بھید بھاؤ سے آزادی

پاکستان کے مذہبی توہین قانون سے انسانی حقوق کی سب سے زیادہ خلاف ورزی مذہب یا عقیدے پر مبنی بھید بھاؤ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس قانون کی وجہ سے بھید بھاؤ کے طریقوں کو جائز ٹھہرانے کی کوشش کی جاتی ہے، اور انتہاپسندو اور موقع پرستوں کو حکومت کی طاقت کو اقلیتی مذاہب کے ماننے والوں کے خلاف استعمال کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ جیسا کہ انسٹی ٹیوٹ برائے مذہبی و عوامی پالیسی نے استدلال کیا ہے، "وہ عدم رواداری کے جذبہ کو ایک مقصد پورا کرنے کا ذریعہ دیتے ہیں" 53۔ مزید برآں یہ بھید بھاؤ کئی سطحوں پر کیا جاتا ہے۔ یہ قانون جس طرح سے لکھے گئے ہیں وہ خود امتیاز پر مبنی ہے (خاص طور پر احمدیوں کے خلاف)، مذہبی اقلیتی گروپوں کو انکے عقائد کی وجہ سے نشانہ بنانے کے لئے انکا غلط استعمال کیا جاتا ہے، ور وہ لوگ جن پر مذہبی توہین کا الزام لگایا جاتا ہے انھیں اس الزام کی وجہ سے لگنے والے کلنک کی وجہ سے سماج کی مزید نفرت اور غصّہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا، مذہبی توہین کے الزامات کا دفاع کرنے والوں میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کا تناسب یہ واضح کرتا ہے کہ مذہبی اقلیتوں کو قانونی طور پر کچلنے کے لئے ان قانونوں کا کس حد تک استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان کے وزیر برائے اقلیتی امور، شہباز بھٹّی نے عوام کے بیچ یہ استدلال کیا تھا کہ "پاکستان میں مذہبی توہین کے قانون کا استعمال اقلیتوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے کیا جاتا ہے54۔ اس سے سب سے زیادہ احمدی متاثّر ہوتے ہیں اور انکے بعد عیسائی۔

تاہم مسلمان بھی اس سے مستثنی نہیں ہیں۔ پچھلی دو دہائیوں کے دوران درج کئے گئے مذہبی توہین کے معاملات میں سے قریب آدھے معاملات مسلمانوں کے خلاف درج کئے گئے تھے، جن میں شعیہ اور سنّی دونوں مسلمان شامل ہیں۔ پاکستان کے ہیومن رائٹس کمیشن (ایچ آر سی پی) نے 2006 میں اپنی ایک رپورٹ میں کہا تھا کہ، مذہبی توہین کے جھوٹے الزامات کا شکار حالانکہ زیادہ تر اقلیتی گروپ ہوتے ہیں لیکن پچھلے کچھ سالوں میں ایسے واقعات کی مثالیں بھی کافی زیادہ بڑھی ہیں جہاں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ معمولی جھگڑوں میں حساب برابر کرنے کے لئے مذہبی توہین کے قانون کا غلط استعمال کیا گیا ہے55۔ شیعہ مسلمان اپنے آپ میں خود ایک مذہبی اقلیت ہیں اور سنّی انتہاپسندوں کی طرف سے انھیں وقتا فوقتا حملوں کا سامنا کرنا پڑا ہے 56۔ تاہم سنّی اور شعیہ مسلمانوں کے خلاف مذہبی توہین کے قانون کا استعمال مسلکی اور فرقہ وارانہ اختلافات کی وجہ سے اتنا زیادہ نہیں ہوتا جتنا کہ آپسی جھگڑوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔

قطع نظر اس سے کہ ان الزامات کے پیچھے کونسے مقاصد کارفرما ہوتے ہیں یا ان قانونی کیسوں کے کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں، جن لوگوں پر مذہبی توہین کا الزام عائد کیا جاتا ہے انھیں ملازمتوں میں امتیاز کا سامنا کرنا پڑتا ہے، انھیں انکے پڑوس اور کمیونٹی میں انکو الگ تھلگ کردیا جاتا ہے اور یہاں تک کہ انکو جسمانی تشدّد تک کا نشانہ بنایا جاتا ہے یا ناراض بھیڑ کے ذریعہ انھیں قتل کردیا جاتا ہے، جسکی وجہ سے ایسے بہت سے لوگ اپنی زندگی خوف میں جینے پر مجبور ہوتے ہیں57۔ لاہور کے ایک عیسائی انور مسیح کا معاملہ، جس پر 2003 میں مذہبی توہین کا الزام لگایا گیا تھا، اس کی ایک بہت ہی واضح مثال پیش کرتا ہے کہ ایسے لوگوں کو کس طرح داغ اور کلنک کے ساتھ جینا پڑتا ہے۔ 2004 میں، اپنے مقدمہ کی تمام کاروائیوں کے بعد، مسیح کو سبھی الزامات سے بری کردیا گیا اور اسے جیل سے رہا کردیا گیا، لیکن اسے ملنے والی موت کی دھمکیوں کی وجہ سے وہ چھپ چھپ کر جینے پر مجبور ہوگیا58۔ 2007 میں اسکو ایک فیکٹری میں اسکی ملازمت سے صرف اسلئے برطرف کردیا گیا کیونکہ اسکے آجر کو مبیّنہ طور پر ایک مذہبی توہین کے مجرم کو ملازمت دینے کی وجہ سے مسلم انتہاپسندوں کی طرف سے دھمکیاں مل رہی تھیں59۔ این جی او انٹرنیشنل کرسچین کنسرن کے مطابق، اپنی حفاظت کے ڈر کی وجہ سے مسیح ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں منتقل ہونے پر مجبور ہوگیا، اور روزگار حاصل کرنے میں اسے شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا60۔ ایک الگ واقعہ میں دو اور عیسائیوں کو بھی، جن پر 1999 میں مذہبی توہین کا الزام لگایا گیا تھا اور جنھیں بالآخر 2006 میں بری کردیا گیا تھا، اپنی اس آزمائش کی وجہ سے بے روزگاری اور غربت کا سامنا کرنا پڑا تھا61۔

اس طرح کے بھید بھاؤ کا سامنا نہ صرف ان لوگوں کو کرنا پڑتا ہے جن پر مذہبی توہین کا الزام عائد کیا جاتا ہے بلکہ انکے خاندان والوں کو بھی اس کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان میں سے کچھ کو تو بعض معاملات میں اپنے گھروں سے بھاگ کر اپنے آپکو کہیں چھپانا پڑا۔ فزیالوجی کے پروفیسر یونس شیخ کا معاملہ، جسے آگے باکس میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، ایسا ہی ایک معاملہ ہے۔ مذہبی توہین کے الزامات سے بری کردئے جانے اور جیل سے رہائی حاصل ہونے کے بعد، شیخ کو ان مذہبی لیڈروں کی طرف سے موت کی بہت سی دھمکیاں ملنی شروع ہوگئیں جو انکے خلاف مذہبی

توہین کے الزامات لگانے میں شریک تھے۔ اپنی حفاظت کے خوف سے، وہ بھاگ کر یورپ جانے پر مجبور ہوئے اور بالآخر انھوں نے سوئٹزرلینڈ میں سیاسی پناہ حاصل کی۔ عیسائی ہیڈماسٹر پرویز مسیح کو بھی مذہبی توہین کے الزامات سے اپنے آپکو بری کردئے جانے کے بعد چھپنے پر مجبور ہونا پڑا تھا۔ یو ایس اسٹیٹ ڈیپارٹمینٹ کے مطابق، مسیح نے ایسسٹ نیوز سروس کو بتایا تھا، "میں چھپ کر جینے پر مجبور ہوں۔ میں کسی بھی عوامی جگہ پر چل پھر نہیں سکتا۔ بنیاد پرست مسلمانوں کے حملوں کے ڈر کی وجہ سے میرے رشتہ داروں تک نے مجھے چھوڑ دیا ہے، اور وہ اب مجھے سے مزید میل جول نہیں رکھتے62۔ ایک دوسرے کیس میں، شاہد مسیح کو، جسے محمّد غفّار کے ساتھ مذہبی مواد کی بے حرمتی کے ایک جھوٹے معاملہ کا الزام لگایا گیا تھا، اپنی گرفتاری کے چار ماہ بعد جیل سے رہا کردیا گیا، جبکہ اس کا مقدمہ ابھی بھی چل رہا تھا۔ وہ اپنے مقدمہ کے دوران اپنے گھر والوں کے ساتھ مبیّنہ طور پر صرف اس خوف کی وجہ سے نہیں رہ سکا کہ مسلم انتہاپسند انکے گھروں پر حملہ کردینگے63۔ ایے ایچ آر سی انے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ مسیح اور اسکے ساتھی مدّعا علیہ کے خلاف لگے الزامات کے بعد، ناراض بھیڑ نے انکے گھروں کو سب طرف سے گھیر لیا اور انکے خاندان والوں کو دھمکیاں دیں64۔ یو ایس کمیشن برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی کے مطابق، قریب قریب سبھی معاملوں میں، بری ہوجانے والے سبھی لوگوں کو یاتو چھپنے پر مجبور ہونا پڑا ہے یا مذہبی طور پر جذباتی انتہاپسندوں کے حملوں کے خوف کی وجہ سے انھیں ملک سے باہر پناہ لینی پڑی ہے65۔

[پاب آؤٹ باکس] یونس شیخ کا کیس

یونس شیخ کے معاملہ نے دنیا بھر کی توجّہ حاصل کی تھی اور یہ واقعہ پاکستان کے مذہبی توہین قانون کی وجہ سے ہونے والی انسانی حقوق کی وسیع تر خلاف ورزوں کی ایک بہت ہی شاندار مثال پیش کرتا ہے۔ شیخ جو اسلامآباد کے ایک میڈیکل کالج میں پروفیسر تھے، اکتوبر 2008 میں مذہبی توہین کے الزام میں گرفتار ہوکر قید میں ڈالے گئے تھے۔ ان پر انکے ہی ایک طالب علم نے یہ الزام عائد کیا تھا کہ انھوں نے پیغمبر محمّد کی شان میں اہانت آمیز تبصرہ کیا تھا اور پاکستان کے تعذیری ضابطہ کے آرٹیکل 295 (C) کی خلاف ورزی کی تھی۔ شیخ نے قریب تین سال قید میں گزارے اس دوران ان کے کیس کی اصلیت کھلتی چلی گئی، ان تین میں سے ڈھائی سال انھوں نے قید تنہائی میں گزارے تھے66۔

اپنے کیس کے دوران شیخ نے اپنے اس نظریہ پر زور دیا کہ یہ معاملہ مذہبی توہین کا نہیں تھا بلکہ کشمیر کے بارے میں انکے سیاسی نظریات سے متعلّق ہے، کشمیر ایک متنازعہ خطّہ ہے جو ہندوستان اور پاکستان کے بیچ بٹا ہوا ہے67۔ بین الاقوامی انسانی اور اخلاقی یونین اور جیل سے خود شیخ کے ذریعہ لکھے گئے ایک خط کے مطابق، مذہبی توہین کے الزامات کے تحت اپنی گرفتاری سے ٹھیک چند روز پہلے ہی انھوں نے جنوب ایشیائی یونین کی ایک میٹنگ میں شرکت کی تھی۔ اس میٹنگ میں، جس سے پاکستان کی ملٹری انٹیلی جینس سروس کے ایک افسر نے بھی خطاب کیا تھا، شیخ نے اپنے اس نظریہ کا اظہار کیا تھا کہ کشمیر کے اندر ہندوستان اور پاکستان کے بیچ لائن آف کنٹرول کو ایک مستقل بین الاقوامی سرحد تسلیم کرلیا جائے68۔ اس کے دو روز بعد ہی، شیخ کے ایک طالب علم نے، جو اس میٹنگ میں وزارت خارجہ کا ایک ملازم بھی تھا، انکے خلاف مذہبی توہین کا ایک کیس تیار کیا اور اسے ایک مذہبی عالم کے پاس لے گیا، جس نے اس میں مزید تفصیلات کا اضافہ کیا اور پولیس کے پاس کیس درج کرادیا۔

اس معاملہ کی پہلے سنوائی کرنے والی نچلی عدالت نے پایا کہ مذہبی عالم کی شہادت کانوں سنی ہے اور بے ربط ہے، عدالت نے یہ بھی پایا کہ شکایت کرنے والا طالب علم 2 اکتوبر کو کلاس سے غائب تھا، یعنی وہ دن جب شیخ نے مذہبی توہین کرنے والے تبصرے کئے تھے۔ تاہم بعد میں دو اور طلبا سامنے آئے اور انھوں نے یہ دعوی کیا کہ انھوں نے یہ تبصرے سنے تھے۔ شیخ نے اپنی شہادت تیار کی اور یہ دکھایا کہ 2 اکتوبر کے مخصوص وقت میں انھوں نے کوئی لیکچر دیا ہی نہیں تھا، انھوں نے یہ دلیل دی کہ اس طرح کا واقعہ نہ صرف یہ کہ سرے سے واقع ہی نہیں ہوا تھا، بلکہ یہ ثابت کرنے کے لئے بھی کوئی شہادت سرے سے موجود ہی نہیں ہے کہ انکا کوئي بھی تبصرہ کسی بھی وقت مذہبی توہین پر مبنی رہا ہے۔

دریں اثنا، شیخ کو آرٹیکل 295 (C) کی خلاف ورزی کا مجرم پایا گیا اور انھیں موت کی سزا سنائی گئی۔ اس مقدمہ کے دوران انھیں اور دوسرے لوگوں کو مذہبی انتہا پسندوں کے ذریعہ کس طرح سے ڈرایا دھمکایا اور خوفزدہ کیا گیا اسے انھوں نے بہت ہی تفصیل سے بتایا ہے۔ انکے وکیلوں کو اتنی دھمکیاں دی گئیں کہ بالآخر اس مقدمہ کی کاروائی کو راولپنڈی جیل میں منتقل کیا جانا پڑا۔ شیخ نے اس فیصلہ کے خلاف اپیل کی اور مقدمہ پھر سے شروع کیئے جانے کے

احکامات دئے گئے۔ 2003 میں، انکے دوبارہ مقدمہ کی دو سنوائیوں کے بعد، انھیں سبھی الزامات سے بری کردیا گیا اور جیل سے رہا کردیا گیا۔ انکی حفاظت کے ڈر سے، جج نے یہ حکم دیا کہ انھیں کسی خفیہ مقام پر رہا کیا جائے، اسکے علاوہ انھیں پولیس کا ایک محافظ بھی فراہم کرایا گیا۔ سوئٹزرلینڈ میں پناہ حاصل کرنے سے پہلے شیخ کئی مہینوں تک پاکستان میں چھپ چھپ کر زندگی جیتے رہے۔

اس کیس کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے نیچے دئے ہوئے لنک پر جائیں:

انٹرنیشنل ہیومینسٹ اینڈ ایتھیکل یونین، "یونس شیخ آزاد، نیوز ریلیز، جنوری 2003، 2004۔
http://www.iheu.org/node/271.

M. Younus Shaikh, "Blasphemy—My Journey through Hell," Mukto-Mona, no date, http://www.mukto-mona.com/Articles/Younus_Sheikh/blasphemy.htm.

## اظہار کی آزادی

پی پی سی کے سیکشن XV میں پائے جانے والے مذہبی توہین کے قانون حالانکہ پاکستان کے قانونی نظام کی ایسی واحد دفعات نہیں ہیں جو اظہار کی آزادی پر تحدیدات عائد کرتی ہیں، لیکن یہ آئی سی سی پی آر کے آرٹیکل 19 اور 20 اور انسانی حقوق کے عالمی اعلانیہ کے آرٹیکل 19 میں فراہم کی گئی آزادانہ اظہار کی ضمانت کی کھلی خلاف ورزی کرتی ہیں69۔ ان قوانین کا ظاہری مقصد کچھ مخصوص قسم کے بیانوں اور اظہار پر پابندی لگانا ہے، لیکن انکا استعمال کتابوں، فلموں اور دوسرے وسائل پر پابندی لگانے کے لئے کیا جاتا ہے، جس سے ایک ایسا ماحول پیدا ہوتا ہے جو عدم رواداری اور فرقہ وارانہ و مسلکی تشدّد کے لئے زیادہ سازگار ہوتا ہے70۔

مصنّف یونس شیخ نے *شیطانی ملّا* Satanic Cleric کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس میں انھوں نے یہ دلیل دی تھی کہ زنا کے لئے سنگساری کی سزا کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں کیا گیا ہے اور انھوں نے کچھ تاریخی اماموں کو یہودی بتاکر انکی بے عزّتی کی۔ انھیں اگست 2005 میں گرفتار کرنے کے بعد مذہبی توہین کا الزام عائد کیا گیا اور بالآخر انکا جرم ثابت کرنے کے بعد انھیں زندگی بھر قید کی سزا دی گئی۔ انھوں نے اس فیصلہ کے خلاف اپیل کی لیکن 2010 میں انکا معاملہ ابھی بھی التوا میں پڑا ہوا تھا71۔

صحافیوں کی زبان بند کرنے کے لئے بھی مذہبی توہین کے قانون کا استعمال کیا گیا ہے72۔ پاکستانی روزنامہ *دی فرنٹیر پوسٹ* کے سب ایڈیٹر منوّر محسن پر اپنے اخبار کے ادارتی صفحہ پر مذہبی توہین پر مبنی خط شائع کرنے پر 2001 میں مذہبی توہین کا الزام لگایا گیا اور انھیں جیل بھیج دیا گیا۔ ان خط کا عنوان تھا "مسلمان یہودیوں سے نفرت کیوں کرتے ہیں" اور اس میں مبیّنہ طور پر پیغمبر محمّد کے بارے میں اہانت آمیز تبصرے کئے گئے تھے۔ پولیس نے *فرنٹیر پوسٹ* کے عملہ کے چھ دوسرے افراد کو بھی گرفتار کیا تھا، لیکن عدالتی تحقیقات میں اس خط کی اشاعت کے لئے محسن کو ہی ذمّہ دار مانا گیا73۔ یہاں یہ بات نوٹ کئے جانے کے لائق ہے کہ سات لوگوں کی گرفتاری کے بعد ہی تحقیقات شروع کی گئی تھی۔ اس کیس کی پوری توجّہ کا اصل مرکز محسن بن گیا باوجود اس کے کہ ڈاکٹروں یہ پایا تھا کہ وہ اپنی دماغی حالت کی وجہ سے اس مقدمہ کا سامنا کرنے کی حالت میں نہیں ہے۔ اس واقعہ سے کچھ ہی روز پہلے اسے پیشاور کے دماغی اسپتال سے چھٹّی دی گئی تھی74۔ اور یہ پہلا موقع تھا جب ادارتی صفحہ پر خطوط اور مضامین کی اشاعت کے لئے انھیں خطوط اور مضامین منتخب کرنے کا کام سونپا گیا تھا75۔ اس کیس کے باقی چھ مدّعا علیہم کو بری کردیا گیا تھا76۔

مئی 2010 میں پاکستان کی ایک عدالت نے انٹرنیٹ پر شائع کئے جانے والے مواد پر بھی مذہبی توہین کا قانون لاگو کردیا اور مقبول ترین ویب سائٹوں فیس بک اور یو-ٹیوب پر پابندی لگائے جانے کا فیصلہ دے دیا77۔ فیس بک پر پابندی لگانے کی وجہ خاکہ سازی کا ایک مقابلہ تھا جس میں پیمغبر محمّد کا خاکہ بنانے کے لئے کہا گیا تھا، جسے اکثر مسلمان ان کی شان میں گستاخی مانتے ہیں78۔

## مذہب کی آزادی

پاکستان کی تشکیل اگرچہ ایک مسلم ملک کے طور پر ہوئی تھی لیکن 1947 میں اپنی آزادی کے وقت یہ لازمی طور پر ایک اسلامی ملک نہیں تھا۔ اس ملک کے بانی محمّد علی جنّاح نے پاکستان کی آئین ساز اسمبلی کے افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے اپنی تقریر میں مذہب کی آزادی کی اہمیت پر زور دیا تھا۔ "آپ آزاد ہیں، آپ آزاد ہیں اپنے مندروں میں جانے کے لئے، آپ آزاد ہیں اپنی مسجدوں میں جانے کے لئے یا عبادت کی کسی بھی دوسری جگہ پر جانے کے لئے اس ملک پاکستان میں۔ آپکا تعلّق کسی بھی، عقیدے، نسل یا ذات سے ہوسکتا ہے لیکن حکومت کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم ایسے دنوں کا آغاز کر رہے ہیں جب کسی طرح کا کوئی امتیاز نہیں ہوگا، کسی ایک یا دوسرے فرقہ کے بیچ کسی طرح کا کوئی امتیاز نہیں ہوگا، کسی ذات یا عقیدے کے بیچ کوئی امتیاز نہیں ہوگا۔ ہم اس کا آغاز اس بنیادی اصول کے ساتھ کررہے ہیں کہ ہم سبھی شہری ہیں اور ہم سب ایک ہی ملک کے برابر کے باشندے ہیں79۔ آج کے پاکستان میں ایسے سخت قانون بنادئے گئے ہیں جو عدم رواداری اور اقلیتوں کے خلاف بھید بھاؤ کو نہ صرف منظوری دیتے ہیں بلکہ انکی حوصلہ افزائی بھی کرتے ہیں، بلکہ وہ اس حد تک سخت ہیں کہ انکے مطابق احمدیوں کے لئے اپنے مذہبی امور کی انجام دہی بھی ایک جرم بن گئی ہے۔

مذہبی توہین کے قانون کا غلط استعمال چونکہ بہت ہی آسان ہے اور مذہبی اقلیتوں کو نشانہ بنانے کے لئے انکا غیر متناسب استعمال کیا جاتا ہے، اقلیتی مذاہب کے ماننے والے اس وجہ سے بنا کسی قانونی کاروائی کے خوف کے آزادی کے ساتھ اپنے مذہب پر عمل نہیں کرسکتے۔ ویسے تو شیعہ بھی ایک اقلیت ہیں، لیکن عیسائیوں، ہندؤوں، احمدیوں اور دوسرے گروپوں کے مقابلہ میں انکی تعداد کہیں زیادہ ہے، کسی وجہ سے جب مذہبی توہین کے قانون کا سوال آتا ہے تو انھیں اس درجہ کے بھید بھاؤ کا سامنا نہیں کرنا پڑتا جسکا سامنا باقی اقلیتوں کو کرنا پڑتا ہے۔ سنّی انتہاپسندوں کی شہہ پر کئے جانے والے بعض معاملوں میں شیعاؤوں کو بھی نشانہ بنایا جاتا ہے، لیکن انکے خلاف زیادہ تر معاملات انکے اپنے ہی فرقہ کے لوگوں کے ذریعہ درج کئے جاتے ہیں جنکی وجہ زیادہ تر آپسی جھگڑے ہوتے ہیں۔

مذہبی توہین کے کچھ ایسے مشہور واقعات بھی ہوئے ہیں جن میں مدّعا علیہ غیر سنّی مسلمان تھے۔ 1998 میں ایک شعیہ غلام اکبر کو مذہبی توہین کے الزام پر گرفتار کئے جانے کے بعد صرف اس لئے سزا دی گئی کیونکہ اس نے 1995 میں ایک سنّی مسلمان کے ریسٹورینٹ میں ہوئے جھگڑے کے دوران بنا ضرورت پیمغبر محمّد کے نام کا استعمال کیا تھا80۔ اس جرم کے لئے اسے موت کی لازمی سزا سنائی گئی اور مذہبی توہین کے لئے موت کی سزا پانے والا وہ پہلا مسلمان بن گیا81۔ اس نے اس فیصلہ کے خلاف اپیل کی لیکن وہ ابھی بھی جیل ہی میں ہے جبکہ اسکا کیس ایک عدالت سے دوسری عدالت کے بیچ ہی گھوم رہا ہے82۔ ایک دوسرے واقعہ میں، ایک مسلمان صوفی روحانی لیڈر محمّد یوسف علی کو 2000 میں مذہبی توہین کا مجرم پایا گیا کیونکہ انھوں نے یہ دعوی کیا تھا کہ وہ پیغمبر محمّد سے مماثلت رکھتے ہیں۔ اسلامی گروپ کی نظر میں انکی مذہبی تعلیمات "اسلام کے خلاف سازش" تھیں۔ علی کو لاہور کی کوٹ لکھپت جیل میں قتل کردیا گیا جہاں وہ اپنی موت کی سزا کا انتظار کررہے تھے۔ انکا قاتل ممنوعہ سنّی جنگجو تنظیم سپاہ صحابہ کا ایک ممبر نکلا، یہ تنظیم غیر سنّی مسلمانوں پر بہت سے حملوں کے لئے ذمّہ دار ہے84۔

پاکستان کے مذہبی توہین کے قانون یوں تو سبھی اقلیتی گروپوں کی مذہبی آزادی کو متاثّر کرتے ہیں، لیکن آرٹیکل 298 (A) سے 298 (C) کے ذریعہ احمدیوں کو خاص طور پر نشانہ بنایا گیا ہے، ان آرٹیکل میں احمدیوں کے عقائد اور اعمال کو اسلام کے خلاف مذہبی توہین کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ ان دفعات کو اکثر و پیشتر احمدیہ مخالف قانون کہا جاتا ہے۔ احمدیہ حالانکہ خود کو مسلمان مانتے ہیں اور اسی کے مطابق عبادت کرتے ہیں، لیکن انھیں اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کہنے یا کسی غیر احمدیہ مسجد میں عبادت کرنے یا عبادت کی عوامی جگہوں پر عبادت کرنے سے واضح اور صاف طور پر باز رکھا گیا ہے۔ اسی طرح انکے لئے مسلمانوں کی طرح اذان دینا، قرآن کا حوالہ دینا، حج کے مقصد سے مکّہ کے سفر میں شرکت کرنا یا رمضان مبارک کی سرگرمیوں میں حصّہ لینا، اپنے مذہب کی تبلیغ کرنا، اجتماعات کرنا، یا احمدیوں سے متعلّق کسی بھی طرح کے مواد کی تقسیم کرنا منع ہے۔ اسکے علاوہ کسی بھی فرد کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ سبھی طرح کے سرکاری فارموں، جیسے پاسپورٹ درخواست فارم اور ووٹر رجسٹریشن فارم پر اپنی مذہبی پہچان کو ظاہر کرے، لیکن احمدیوں کے لئے ان فارموں میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ کوئی بھی شخص جو اپنا اندراج ایک مسلمان کے طور پر کرانا چاہتا ہو اسکے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ایک اعلانیہ پر دستخط کرنے جس میں احمدیوں کے بانی کو برا کہا گیا ہے85۔

ہیومن رائٹس واچ نے اپنی رپورٹ میں یہ نتیجہ پیش کیا ہے کہ پاکستان کے اندر احمدیہ فرقہ کی ایذارسانی کو پاکستان کی حکومت نے نہ صرف قانونی مانا ہے بلکہ اس کی حوصلہ افزائي بھی کی ہے86۔ 1993 میں ایسے ہی ایک معنی خیز معاملہ میں، پاکستان کی عدالت عظمی نے احمدیوں کے خلاف بنائے گئے قانون کو برقرار رکھا اور اسکے لئے یہ دلیل دی کہ اگر احمدیوں کو عوام کے بیچ مسلمانوں کی ہی طرح عبادت کرنے کی اجازت دیدی گئی تو، وہ انتہاپسندانہ تشدّد کا نشانہ بن سکتے ہیں۔ عدالت نے مزید معلوم کیا، "کیا ایسی کسی صورتحال میں اتظامیہ انکی زندگی، آزادی، اور املاک کی ضمانت دے سکتی ہے، اگر ہاں، تو کس قیمت پر87؟ احمدیہ مخالف قانون کے تحت بہت سے لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے، اور انکے خلاف لگائے الزامات اگر ہٹالئے جاتے ہیں اور انہیں ضمانت پر رہا کردیا جاتا ہے، تب بھی انہیں غیر قانونی طریقہ سے ایذا پہنچائی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر، یو ایس اسٹیٹ ڈیپارٹمینٹ کے مطابق، جنوری 2008 میں پنجاب کے اندر ایک احمدی شخص کو احمدیوں سے متعلّق مواد تقسیم کرنے کے الزام پر گرفتار کیا گیا۔ تین ماہ بعد اسے ضمانت دیدی گئی، لیکن اسے موت کی بے شمار دھمکیاں موصول ہوئیں یہانتک کہ وہ شخص وہ علاقہ چھوڑ کر جانے پر مجبور ہوگیا88۔

## بنا کسی قانونی جواز کے گرفتاری اور قید میں رکھے جانے سے آزادی

پاکستان کے مذہبی توہین کے قانون اور انکے نفاذ کی وجہ سے آئی سی سی پی آر اور انسانی حقوق کے عالمی اعلانیہ کے آرٹیکل 9 میں دئے گئے اس حق کی اکثر و پیشتر خلاف ورزی ہوتی ہے جس کے تحت کسی بھی شخص کو بنا کسی قانونی جواز کے لمبی مدّت تک قید میں نہیں رکھا جاسکتا۔ 2004 میں کی گئی ترمیمات کے باوجود، جنکے تحت گرفتاری سے پہلے پولیس تحقیقات لازمی ہے، مذہبی توہین کے ملزموں کو بنا کسی ابتدائی تحقیقات کے گرفتار کرنے کے بعد قید میں رکھنا معمول کی بات ہے۔ اسکے علاوہ، نچلی عدالتیں انتہائی ناکافی ثبوت کے باوجود بھی ملزموں کو صرف اسلئے مجرم مان لیتی ہیں کہ انہیں مذہبی انتہاپسندوں کی طرف سے ڈرایا دھمکایا جاتا ہے اور مسلسل خوفزدہ کیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے مذہبی توہین کے ان مبیّنہ ملزموں کو اعلی عدالتوں کے ذریعہ خود کو بری کئے جانے اور انکی سزاؤں کو ختم کرنے سے پہلے کئی کئی سال جیلوں میں گزارنے پڑتے ہیں89۔ ایک تبصرہ نگار کے مطابق، مجرم ثابت ہوجانے والے کسی بھی مدّعا علیہ کو سپریم کورٹ کے ذریعہ بری کئے جانے میں آٹھ سال لگ جاتے ہیں90۔

ایک دوسرے معاملہ میں مبیّنہ شاتم ایوّب مسیح کو رہائی دئے جانے سے پہلے چھ سال تک قید میں رکھا گیا تھا۔ اکتوبر 1996 میں اسے اس کے ایک پڑوسی کی شکایت پر گرفتار کیا گیا تھا، جسکے ساتھ اسکا کوئی جھگڑا چل رہا تھا اور اس نے مسیح کے خلاف یہ الزام لگایا تھا کہ اس نے مسیح کو مصنّف سلمان رشدی کی کتاب *شیطانی آیات* کی تعریف کرتے ہوئے سنا تھا، اس کتاب کو بہت سے مسلمان اسلام کے خلاف توہین آمیز مانتے ہیں۔ پولیس کو اس معاملہ کی رپورٹ دی گئی، جس نے مسیح کو گرفتار کرنے کے بعد قید میں ڈال دیا91۔ اپریل 1998 میں اسے پیغمبر محمّد کی توہین کرنے کے لئے موت کی سزا دی گئی۔ 2001 میں بنا قانونی جواز کے گرفتاری پر تحقیقات کرنے والے اقوام متّحدہ کے ایک ورکنگ گروپ نے مسیح کے کیس کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کی اوریہ الزام لگایا کہ بناکسی قانونی جواز کے گرفتار نہ کئے جانے اور منصفانہ مقدمہ چلائے جانے کے مسیح کے حق کی خلاف ورزی کی گئی تھی 92۔ 2002 میں اسے بالآخر اس وقت بری کرنے کے بعد رہا کردیا گیا جب اسکے وکیل نے عدالت کے سامنے یہ ثابت کیا کہ اس معاملہ کے واحد شکایت کنندہ، مسیح کے پڑوسی نے مسیح کے گھروالوں کو زبردستی اسکی زمین سے بے دخل کردیا تھا اور اسے اپنی زمین بتا کر اس پر قبضہ کرلیا تھا93۔ اسی طرح کا معاملہ فزیالوجی کے پروفیسر یونس شیخ کے ساتھ بھی ہوا تھا جنھیں توہین مذہب کے الزامات سے بری کئے جانے اور رہائی حاصل ہونے سے پہلے تین سال تک قید میں رکھا گیا تھا، اور انہیں بالآخر سوئٹزرلینڈ میں پناہ حاصل کرنی پڑی تھی۔ ان تین سالوں میں سے ڈھائی سال انہیں قید تنہائی میں محض اس لئے گزارنے پڑے تھے کیونکہ اس جیل کے مذہبی انتہاپسند قیدیوں کی طرف سے انکی زندگی کو خطرہ لاحق تھا۔

توہین مذہب کے معاملات میں حالانکہ ضمانت دی جاسکتی ہے لیکن عام طور پر جج ملزم کی حفاظت کے ڈر کی وجہ سے یا خود اپنی حفاظت کے ڈر کی وجہ سے ضمانت دینے سے انکار کردیتے ہیں94۔ یو۔ایس۔ اسٹیٹ ڈیپارٹمینٹ کے مطابق، نچلی عدالتیں اکثر ضمانت دینے کے فیصلوں میں وقت لگاتی ہیں، انھیں خوف اور دہشت کا سامنا رہتا ہے، اور اکثر انتہاپسن عناصر کے جوابی حملہ کے ڈر کی وجہ سے ہی وہ ضمانتیں دینے سے انکار کردیتی ہیں95۔ جنوری 2009 میں عیسائیوں کی انسانی حقوق کی تنظیم پیس ورلڈوائڈ کے پاکستانی ڈائریکٹر ہیکٹر علیم کو ان الزامات پر گرفتار

کیا گیا کہ انھوں نے ایک مسلم مذہبی عالم کو موبائل فون کے ذریعہ توہین مذہبی پر مبنی ایک پیغام بھیجا تھا۔ سینٹر فار لیگل ایڈ، ایسسٹینس اینڈ سیٹلمینٹ (CLAAS) کی طرف سے علیم کے وکیلوں نے یہ ثابت کیا کہ یہ پیغامات انکے فون سے نہیں بھیجے گئے تھے، اسکے بعد انکے خلاف مذہبی توہین کے الزامات ہٹالئے گئے۔ تاہم، اسکے بجائے ان پر مذہبی توہین میں مدد دینے کا الزام لگایا گیا اور انکی ضمانت کی درخواست ردّ کردی گئی96۔ انکے وکیل نے ان پر لگے الزامات گھٹائے جانے کے بعد پھر سے ضمانت کی درخواست دی، لیکن علیم کو "انکے اپنے تحفّظ کی خاطر" پھر سے دوبارہ پولیس کسٹڈی میں بھیج دیا گیا کیونکہ عدالت کے اندر ہی ایک انتہاپسند وکیل نے ان کے معاملہ کی سنوائی کے دوران ہی انکو جان سے مارنے کی دھمکی دی تھی97"۔ اس رپورٹ کے لکھے جانے تک علیم جیل میں ہی تھا، اور اسکا خاندان اس معاملہ پر بین الاقوامی برادری کی توجّہ حاصل کرنے کے لئے مسلسل کوششوں میں لگا ہوا ہے98۔

## مناسب قانونی طریقئہ کار کا حق

مذہبی توہین کے قریب قریب سبھی معاملوں میں ایسی حفاظتی بندشوں کی کمی ہوتی ہے جو اس بات کو یقینی بناسکیں کہ مجرم مناسب قانونی طریقئہ کار سے استفادہ کرسکے اور اسکے معاملہ کی منصفانہ سنوائی ہوسکے۔ مسلم انتہاپسند اس طرح کے کیسوں کی سنوائی میں جوق در جوق شامل ہوتے ہیں اور مدّعا علیہ و ججوں دونوں کو ڈراتے دھمکاتے اور خوفزدہ کرتے ہیں99۔ ایک غیر سرکاری تنظیم کرسچن سولیجیرٹی ورلڈوائڈ Christian Solidarity Worldwide کے مطابق، دفاعی وکیلوں کو بھی موت کی دھمکیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان پر جسمانی حملے بھی کئے جاتے ہیں100۔ فزیالوجی پروفیسر یونس شیخ کے معاملہ میں دفاعی وکیلوں کو اتنی زیادہ دھمکیاں موصول ہوئیں کہ خود انکے اپنے تحفّظ کی خاطر اس مقدمہ کو راولپنڈی سینٹرل جیل منتقل کیا جانا پڑا101۔ جنوری 2006 میں مذہبی انتہاپسندوں نے انسانی حقوق کے وکیل پرویز اسلم چودھری کو مبیّنہ طور پر اسلئے پیٹا کہ انھوں نے اپنے کام کے ذریعہ مذہبی توہین کے ملزموں کا دفاع کیا تھا102۔ چودھری بہت سی دھمکی بھری فون کالس موصول ہونے کے بارے میں بھی رپورٹ دی ہے، ان میں سے اکثر فون کالوں میں انھیں موت کی دھمکیاں دی جاتی تھیں103۔ کچھ معاملوں میں اس طرح کی بدترین دھمکیوں پر عمل درآمد کیا گیا ہے۔ 1996 میں لاہور ہائی کورٹ کے ایک جج عارف حسین بھٹّی کو مبیّنہ طور پر مسلم انتہاپسندوں نے اس لئے قتل کردیا کیونکہ وہ مذہبی توہین کے ایک فریق کو بری کردینے کے انکے فیصلہ سے ناراض تھے104۔

ایوّب مسیح کا کہنا تھا کہ اسکے مقدمہ کے دوران، اسلامی انتہاپسند عدالت کے کمرے میں بھرجاتے اور میرے خلاف، میرے وکیل اور جج کے خلاف زور زور سے نعرے لگاتے105۔ بناقانونی جواز کے گرفتاریوں پر کام کرنے والے اقوام متّحدہ کے ورکنگ گروپ نے اس مقدمہ کے منصفانہ ہونے کے بارے میں شدید سوالات اٹھائے تھے، اپنی چھان بین میں اس نے یہ بھی پایا تھا کہ اسکے خلاف لگائے گئے الزامات اور بعد میں دیا جانے والا فیصلہ ایک اکیلے متعصّب گواہ کی شہادت پر مبنی تھا106 اور مقدمہ کے دوران انتہاپسندوں نے مسیح اور اسکے وکیلوں کو دھمکیاں دی تھیں اور ایک انتہائی جارحانہ ماحول پیدا کردیا تھا۔ اس کے علاوہ، ورکنگ گروپ نے یہ بھی دلیل دی کہ مسیح کو اسکے خلاف کسی طرح کی دستاویز یا اور دوسری طرح کی شہادت بھی فراہم نہیں کرائی گئی جس کی وجہ سے وہ اپنے دفاع کی مناسب تیاری بھی نہیں کرسکا107۔ ورکنگ گروپ نے آخر میں یہ نتیجہ پیش کیا تھا کہ، ایک ایسی عدالتی کاروائي میں اس طرح کی شدید خامیاں، جہاں مجرم کا جرم ثابت ہوجانے پر موت کی سزا متبادل سزا نہ ہوکر ایک لازمی سزا کے طور پر دی جاتی ہو، اس پورے طریقئہ کار کو اسکے انصاف پسند کردار سے ہی محروم کردیتا ہے"108۔

یونس شیخ نے تفصیل سے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ مقدمہ کی مدّت کے دوران کس طرح بد نظمی پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی تھی، اور دینی مدرسوں سے تعلّق رکھنے والے مذہبی علماء کے مذہبی طلباء انکے خلاف مظاہرے کیا کرتے تھے109۔ شیخ کی رہائی کے لئے زبردست کوشش کرنے والی انٹرنیشنل ہیومینسٹ اینڈ ایتھیکل یونین کا کہنا تھا کہ شیخ کا مقدمہ ایک ایسی عدالت میں چلا جہاں کا ماحول انتہائی جارحانہ تھا اور عدالت اسلامی بنیاد پرستوں سے کھچاکھچ بھری ہوتی تھی جو دفاعی وکیلوں کو یہ دھمکیاں دیتے تھے، "اپنے خاندان اور بچّوں کے بارے میں سوچ لو110۔ شاہد مسیح کے معاملہ میں، جسے نچلی عدالت نے غیر متوقّع طور پر بری کردیا تھا ،اس مقدمہ میں شریک ہونے والے مذہبی انتہاپسند اس فیصلہ سے بے انتہا ناراض تھے۔ کمپاس نیوز ڈائریکٹ نے مسیح کے وکیل خلیل طاہر کے اس قول کا حوالہ دیا ہے کہ، عدالت کے اندر 100 کے قریب مذہبی جنونی موجود تھے جو اس وقت دنگ رہ گئے تھے جب انکے اپنے گواہ نے ہی یہ دعوی کیا کہ ملزم بے گناہ ہے۔ وہ بے انتہا غصّہ میں تھے111۔ اس طرح کے حالات مذہبی توہین کے مجرم کے لئے منصفانہ مقدمہ سے استفادہ کو بالکل ناممکن بنا دیتے ہیں۔

## اذیت، ظالمانہ، غیر انسانی یا توہین آمیز سلوک سے آزادی اور زندگی و تحفّظ کا شخصی حق

پاکستان کا انسانی حقوق کا ریکارڈ انتہائی خراب ہے، اس میں استحصال کے ایسے بے شمار ایسے واقعات ہیں جو اذیت رسانی، اور دوسرے ظالمانہ، غیرانسانی یا توہین آمیز سلوک کی ممانعت کی خلاف ورزیوں کے مترادف ہیں۔ ہیومن رائٹس واچ کے مطابق، پاکستانی پولیس اور ملٹری انٹیلی جینس سروس کے ذریعہ ایذارسانی معمول کی بات ہے112۔ مذہبی توہین کے ملزم بھی اس طریقۂ کار سے مستثنی نہیں ہیں اور ان میں سے اکثر نے ایسے الزامات عائد کئے ہیں کہ انکی قید کے دوران جیل میں یا تو انکے ساتھی قیدیوں نے یا پھر پولیس اور جیل کے محافظوں نے انکو ایذا پہنچائی یا انکے ساتھ غلط برتاؤ کیا۔ اسکے علاوہ انتہاپسندوں نے جب کبھی بھی مذہبی توہین کے الزامات کے معاملوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا ہے تو سکیورٹی فورسیز نے بھی ایک طرف کھڑے ہوکر تماشا دیکھا ہے۔ روزنامہ *ڈان* کی ایک رپورٹ کے مطابق، 1984 اور 2004 کے بیچ مذہبی توہین کے مجرم ٹھہرائے گئے قریب 32 لوگوں کو غیر قانونی طریقوں سے مار ڈالا گیا تھا113۔

[پل باکس] مذہبی توہین پر نظر رکھنے والوں کئے ذریعہ کئے جانے والے تشدّد کے نتیجہ میں اگست 2009 میں پنجاب کے گورجا قصبہ میں 50 سے زیادہ مکانات برباد ہوگئے۔ حملوں میں قریب سات عیسائیوں کو زندہ جلا ڈالا گیا، جبکہ 18 دوسرے زخمی ہوگئے114۔ یہ حملے اس وقت شروع ہوئے جب کچھ لوگوں نے یہ ا لزام لگایا کہ بعض عیسائیوں نے قرآن کریم کی بے حرمتی کی تھی۔ تاہم، اس واقعہ کی تفتیش کرنے والی ایچ آر سی پی کے مطابق، اس تشدّد کی منصوبہ بندی پہلے سے ہی تیار کرلی گئی اور پولیس کو اسکی خبر بھی، اور مذہبی توہین کے الزام اسکے لئے محض ایک بہانہ تھا115۔ حملہ سے کچھ روز پہلے ہی علاقہ کی مسجدوں سے اعلان کئے گئے تھے جن میں مسلمانوں سے عیسائیوں کا قیمہ بنا دینے کے لئے کہا گیا تھا116۔ ایچ آر سی پی نے اپنی تحقیقات میں یہ بھی پایا کہ یہ تشدّد بہت ہی منظّم تھا اور ایک خاص طریقہ سے انجام دیا گیا تھا، حملہ کرنے والے پیٹرول اور دوسرے آتشیں کیمیکلوں سے لیس تھے، جبکہ علاقہ کے اندر پہلے سے موجود پولیس کی ایک نفری نے حملہ روکنے کی کوئی کوشش نہیں کی117۔ اسی طرح حکومت کے ذریعہ کی گئی تحقیقات میں بھی یہی بات سامنے آئی کہ پولیس اور مقامی افسران نے تشدّد شروع ہونے پر نہ تو کسی طرح کی مداخلت کی اور نہ ہی حملہ آوروں کو روکنے کی کوشش کی118۔

جولائی 2009 میں فیصل آباد کے ایک دکاندار عمران مسیح (اس کا واقعہ عمران جون کے نام سے بھی مذکور ہوا ہے) پر اسکے ہی ایک پڑوسی دکاندار نے قران کے صفحہ جلانے اور قرآن کی بے حرمتی کرنے کا الزام لگایا119۔ الزام لگانے والے آس پاس کے دکانداروں اور ریڑھی والوں کو اس کی اطّلاع دی جس کے بعد وہ مسیح کو پیٹنے اور اسے اذیت دینے کے لئے چل پڑے۔ اس کے بعد پولیس منظرعام پر پہنچی اور مسیح کو مذہبی توہین کے الزام کے تحت گرفتار کرلیا۔ اس کے حملہ آوروں میں سے کسی کو بھی گرفتار نہیں کیا گیا۔ مسیح کو مجرم پایا گیا اور 2010 میں سے زندگی بھر قید کی سزا دی گئی1۔ ایک دوسرے حادثہ میں ایک فیکٹری میں کام کرنے والے ہندو مزدور جگدیش کمار کو اسکے ساتھی مزدوروں نے اپریل 2008 میں یہ الزام لگاتے ہوئے پیٹ پیٹ کر مار ڈالا کہ اس سے پیغمبر محمّد کے خلاف توہین آمیز تبصرے کئے تھے120۔ پولیس کو اس واقعہ میں بلایا گیا تھا لیکن کمار کو تحفّظ دینے کے لئے انھوں نے کوئی مداخلت نہیں کی۔ حملہ کے تین لیڈروں کو گرفتا کری لیا گیا – لیکن اس لئے نہیں کہ انھون نے قتل کیا تھا – بلکہ اس لئے کہ مذہبی توہین کے اس واقعہ کی اطّلاع دینے میں وہ ناکام رہے تھے121۔ اس حادثہ میں کاروائي نہ کرنے کے لئے بالآخر کچھ پولیس والوں کو معطّل کیا گیا تھا122۔

جولائی 2010 میں دو عیسائ بھائیوں کو، جن پر مذہبی توہین کا الزام لگایا گیا تھا، فیصل آباد کی ایک عدالت سے سنوائی کے بعد نکلتے وقت گولی مار کر قتل کردیا گیا تھا۔ ان پر الزام تھا کہ انھوں نے پیمغبر محمّد کی شان میں گستاخی آمیز پمفلیٹ شائع کئے تھے، لیکن چرچ کے حامیوں، سرکاری افسران، اور پاکستانی اقلیتی جمہوری فاؤنڈیشن کا کہنا تھا کہ ان دونوں بھائیوں کو پھنسایا گیا تھا123۔ انکی موت سے مسلمانوں اور عیسائی فرقوں کے بیچ پرتشدّد جھگڑے شروع ہوگئے تھے124۔

مذہبی توہین کے ایک اور ملزم، روبرٹ فینش (اسکا نام روبرٹ دانش اور فینش مسیح کے نام سے بھی آیا ہے) کی موت پولیس کی حراست کے دوران ہوئی تھی۔ فینش جو ایک پاکستانی عیسائی تھا، اگست 2009 کو مذہبی توہین کے الزام کے

تحت گرفتار کیا گیا تھا۔ 15 ستمبر کو 22 سالہ فینش سیالکوٹ سینٹرل جیل میں اپنی کوٹھری میں مردہ پایا گیا تھا125۔ اس کی موت کے بارے میں شروع میں یہ کہا گیا کہ اس نے لٹک کر خودکشی کی ہے، لیکن بہت سے لوگوں نے یہ ماننے سے انکار کیا اور اس پر سوال اٹھائے126، بعد میں گواہوں نے بتایا کہ فینش کے جسم پر اذیت کے نشان تھے127۔ شاہد مسیح اور محمّد غفّار (یہ دونوں وہی لوگ ہیں جنھیں ان پر چوری کا الزام لگانے والے کی شکایت جھوٹی پانے کے بعد پولیس نے مذہبی توہین کے تحت معاملہ درج کرانے کے لئے کہا تھا) کو بھی پولیس حراست کے دوران مبیّنہ طور پر زدوکوب کیا گیا تھا اور اذیت پہنچائی گئی تھی128۔

جولائی 2010 میں دو عیسائ بھائیوں کو، جن پر مذہبی توہین کا الزام لگایا گیا تھا، فیصل آباد کی ایک عدالت سے سنوائی کے بعد نکلتے وقت گولی مار کر قتل کردیا گیا تھا۔ ان پر الزام تھا کہ انھوں نے پیمغبر محمّد کی شان میں گستاخی آمیز پمفلیٹ شائع کئے تھے، لیکن چرچ کے حامیوں اور پاکستانی اقلیتی جمہوری فاؤنڈیشن کا کہنا تھا کہ ان دونوں بھائیوں کو پھنسایا گیا تھا اور انھیں جھوٹے اور گھڑے ہوئی الزامات کی بنیاد پر گرفتار کیا گیا تھا۔

مذہبی توہین کے لئے گرفتار کئے گئے ملزمین کو بھی دوسری طرح کے ظالمانہ، غیر انسانی اور اہانت آمیز سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان میں سے اکثر نے یہ الزام لگایا ہے کہ انھیں انکے اپنے تحفّظ کے نام پر قید تنہائی میں ڈال دیا جاتا ہے۔ توہین مذہب کا مجرم ثابت کئے جانے کے بعد موت کی سزا کا انتظار کرتے ہوئے اپنے تجربات کے بارے میں یونس شیخ نے لکھا ہے: سینٹرل جیل راولپنڈی میں مجھے ایک بہت ہی چھوٹی کال کوٹھری میں قید تنہائی میں رکھا گیا تھا یہ ایک انتہائی تاریک اور گندی کال کوٹھری تھی---مجھے جیل کے اندر قتل اور اجتماعی زنا کے کے جرم میں بند اسلام پسندوں اور کچھ مذہبی سوچ رکھنے والے جیل وراڈنوں کی طرف سے لگاتار موت کا خطرہ رہتا تھا129۔ پرویز مسیح کا کہنا تھا کہ انھیں 6 بائی 4 فٹ کی ایک کوٹھری میں رکھا گیا تھا جسکا درجہ حرارت 120 ڈگری فاہرین ہائٹ تک پہنچ جاتا تھا130۔

مذہبی توہین کے ملزمین کو لمبے وقت تک جیل میں رکھنا، اسکے ساتھ موت کی سزا ملنے کا خطرہ یا موت کی سزا کا مل جانا بھی ظالمانہ، غیر انسانی اور اہانت آمیز سلوک کے مترادف ہے۔ *سویرنگ بمقابلہ یو کے* کے ایک معاملہ میں انسانی حقوق کی یورپی عدالت نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ کسی فرد کو یونائیڈ اسٹیٹ کے حوالہ کرنا، جہاں اسے لازمی طور پر موت کی سزا دے دی جائگی، بھی انسانی حقوق کے یورپین کنویشن کے آرٹیکل 3 کی خلاف ورزی ہوگی کیونکہ وہاں سزا کے بعد کے پروسیجر نہایت لمبے اور پیچیدہ ہیں۔ عدالت نے مزید کہا، بد نصیب قیدی کو موت کی سزا کے تحت لمبے وقت تک مشکل حالات کو برداشت کرنا پڑتا ہے یا اسے ہر وقت سر پر منڈلاتے موت کے سائے کے تحت تناؤ بھری زندگی جینی پڑتی ہے131۔ جیسا کہ اس سے پہلے اوپر مذکور ہوا ہے، پیغمبر محمّد کی شان میں گستاخی کے لئے موت کی سزا پانے والے افراد کو مقدمہ کے دوران اور اپیل کے عمل کے دوران کئی سالوں تک قید میں رکھا گیا ہے۔

## نتیجہ

پاکستان کے مذہبی توہین کے قانون عدم رواداری اور قانون سے بے خوفی کا ایک ماحول پیدا کرتے ہیں، جس کی وجہ سے انسانی حقوق کی بڑے پیمانے پر اور مختلف نوعیت کی خلاف ورزیاں پیدا ہوتی ہیں، جس میں اظہار کی آزادی اور مذہب کی آزادی، بنا کسی قانونی جواز کے گرفتاری اور قید سے آزادی، مناسب قانونی طریقۂ کار اور منصفانہ مقدمہ، اذیت رسانی اور ظالمانہ، غیر انسانی اور توہین آمیز سلوک سے سے آزادی اور زندگی و تحفّظ کے شخصی حقوق شامل ہیں۔ یہ ملک اس لحاذ سے بالکل جدا ہے کہ توہین مذہب کے نفاذ سے پیدا ہونے والے غلط استعمال یہاں بہت ہی سخت اور شدید ہیں اور انکا استعمال انتی تیزی کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ خود ان قوانین کا استعمال لوگوں کی ایذارسانی اور لوٹ مار کو جائز ٹھہرانے کے لئے کیا جاتا ہے۔ اس صورتحال کا مجموعی اثر یہ ہے کہ اس کی وجہ سے خود قانون کی حکمرانی میں شدید کمی آئي ہے، اور پولیس و عدالتیں بظاہر اسلامی انتہاپسندوں یا دوسری غیر قانونی قوّتوں کے رحم و کرم پر ہیں۔ بنیادی ناانصافیاں نہ صرف مذہبی اقلیتوں اور ان مسلمانوں کے ساتھ کی جاتی ہیں جو اسلام کے بارے میں اختلافی نظریات رکھتے ہیں، بلکہ انکا استعمال ان عام لوگوں کے خلاف بھی کیا جاتا ہے جنکے ذاتی جھگڑے، نظریات، یا کمزوریاں پاکستانی سماج کے وسیع تر جھگڑوں اور ٹکراؤں میں انھیں ایک تیار چارہ بنادیتی ہیں۔

[1] YouTube and Facebook were blocked for about two weeks in May 2010 due to allegedly blasphemous content directed at the prophet Muhammad. See "Pakistan Blocks YouTube over 'Blasphemous' Material," *Dawn*, May 20, 2010, http://www.dawn.com/wps/wcm/connect/dawn-content-library/dawn/news/pakistan/03-pakistan-blocks-youtube-over-blasphemous-material-ss-01.
[2] Steve Czajkowski, "Pakistan to Revise Blasphemy Laws: Report," Jurist (University of Pittsburgh School of Law), February 7, 2010, http://jurist.law.pitt.edu/paperchase/2010/02/pakistan-to-revise-blasphemy-laws.php.
[3] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Pakistan," in *International Religious Freedom Report 2006* (Washington, DC: U.S. Department of State, September 2006), http://www.state.gov/g/drl/rls/irf/2006/71443.htm.
[4] Mansoor Raza, "The Unholy War," *Dawn*, January 19, 2010, http://www.dawn.com/wps/wcm/connect/dawn-content-library/dawn/news/pakistan/02-the-unholy-law-02.
[5] U.S. Department of State, "Background Note: Pakistan," June 9, 2010, http://www.state.gov/r/pa/ei/bgn/3453.htm.
[6] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Pakistan," in *International Religious Freedom Report 2009* (Washington, DC: U.S. Department of State, October 2009), http://www.state.gov/g/drl/rls/irf/2009/127370.htm.
[7] David F. Forte, "Apostasy and Blasphemy in Pakistan," *Connecticut Journal of International Law* 10 (Fall 1994): 31–32.
[8] Pakistan Constitution, ANNEX, Article 2(A): The Objectives Resolution, available at http://www.pakistani.org/pakistan/constitution/annex_objres.html. It should be noted that at the time of its adoption in 1949, the resolution stated that "adequate provision shall be made for the minorities to freely profess and practice their religions and develop their cultures." When the resolution was made a substantive part of the Pakistani constitution by Presidential Order No. 14 of 1985, the word "freely" was dropped.
[9] Forte, "Apostasy and Blasphemy in Pakistan."
[10] First Amend., Act I of 1964 (amending Pak. Const. of 1962), cited in Forte, "Apostasy and Blasphemy in Pakistan."
[11] Pakistan Constitution of 1962, Part X, Chapter 1, Article 204, available at http://www.cii.gov.pk/docs/con1962.pdf.
[12] Website of the Council of Islamic Ideology, available at http://www.cii.gov.pk/. See also Pakistan Constitution of 1973, Articles 227–230, available at http://www.cii.gov.pk/docs/constitution.pdf.
[13] Pakistan Constitution of 1973, Part XII, Miscellaneous, Chapter 5: Interpretation, Article 260(3): "In the Constitution and all enactments and other legal instruments, unless there is anything repugnant in the subject or context: (a) 'Muslim' means a person who believes in the unity and oneness of Almighty Allah, in the absolute and unqualified finality of the Prophethood of Muhammad (peace be upon him), the last of the prophets, and does not believe in, or recognize as a prophet or religious reformer, any person who claimed or claims to be a prophet, in any sense of the word or of any description whatsoever, after Muhammad (peace be upon him); and
(b) 'non-Muslim' means a person who is not a Muslim and includes a person belonging to the Christian, Hindu, Sikh, Buddhist or Parsi community, a person of the Quadiani Group or the

Lahori Group who call themselves 'Ahmadis' or by any other name or a Bahai, and a person belonging to any of the Scheduled Castes."

[14] The Ahmadiyya community is a religious group with about 600,000 adherents in Pakistan. They consider themselves Muslims and worship as Muslims, but are seen as apostates by many Sunni Muslims because of their belief that Mirza Ghulam Ahmed, who founded the sect in the 19th century, was the Mahdi, the prophesized redeemer of Islam. As a result, they suffer severe discrimination and persecution in Pakistan. For more information on Ahmadiyya, see the official website at http://www.alislam.org/.

[15] Forte, "Apostasy and Blasphemy in Pakistan."

[16] Pakistan Constitution of 1973, Article 203D.

[17] "State of the Judiciary," *Daily Times* (Pakistan), July 7, 2009, http://www.dailytimes.com.pk/default.asp?page=2009\07\07\story_7-7-2009_pg3_1.

[18] "Religious Intolerance in Pakistan," Pakistan Newswires, December 11, 2002; "Pakistan's Blasphemy Law U-Turn," British Broadcasting Corporation (BBC), May 17, 2000, http://news.bbc.co.uk/1/hi/world/south_asia/751803.stm.

[19] "Pakistan Minister Sees Blasphemy Law Revision This Year," Agence France-Presse, February 7, 2010.

[20] "Pakistan: Pak Blasphemy Laws Used to Justify 'Murder,'" Rights Vision News, May 22, 2010.

[21] Ibid.

[22] Becket Fund for Religious Liberty, "Defamation of Religions," Issues Brief (condensed version), June 2008, http://www.becketfund.org/files/87155.pdf.

[23] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Pakistan," in *1994 Country Reports on Human Rights Practices* (Washington, DC: U.S. Department of State, February 1995), available at http://dosfan.lib.uic.edu/ERC/democracy/1994_hrp_report/94hrp_report_sasia/Pakistan.html.

[24] U.S. Commission on International Religious Freedom (USCIRF), "Pakistan," in *2009 Annual Report* (Washington, DC: USCIRF, May 2009), http://www.uscirf.gov/images/AR2009/pakistan.pdf.

[25] Nina Shea, "Testimony of Nina Shea, Director of Hudson Institute's Center for Religious Freedom, before the Tom Lantos Human Rights Commission of the Committee on Foreign Affairs of the US House of Representatives: Pakistan's Anti-Blasphemy Laws," Hudson Institute, October 8, 2009, http://www.hudson.org/files/documents/SheaPakistan108.pdf.

[26] Asian Human Rights Commission, "Pakistan: Another Person Sentenced to Death under Blasphemy Law," news release, August 1, 2002, http://www.ahrchk.net/ua/mainfile.php/2002/286/.

[27] Paul Watson, "A Deadly Place for Blasphemy," *Los Angeles Times*, August 5, 2002, http://articles.latimes.com/2002/aug/05/world/fg-blasphemy5/4.

[28] This has been reported by the police, Kenneth's lawyer, and a Christian human rights worker who was involved in his case. See ibid.; "Pakistani Christian Sentenced to Death," BBC, July 18, 2002, http://news.bbc.co.uk/1/hi/world/south_asia/2136291.stm; "Pakistani Court Condemns Catholic to Death for Blasphemy," Agence France-Presse, July 18, 2002.

[29] Watson, "A Deadly Place for Blasphemy."

[30] Ibid.

[31] "Pakistani Christian Sentenced to Death," BBC.

[32] See UN Economic and Social Council Resolution 1989/64, "Implementation of the Safeguards Guaranteeing Protection of the Rights of Those Facing the Death Penalty" (ESC/RES/1989/64),

May 1989 [This resolution recommended "eliminating the death penalty for persons suffering from mental retardation or extremely limited mental competence"]; UN Commission on Human Rights Resolution, "Question of the Death Penalty," (E/CN.4/RES/1999/61), April 28, 1999, and UN Commission on Human Rights Resolution, "The Question of the Death Penalty," (E/CN.4/RES/2000/65), April 27, 2000 [These resolutions urge states to refrain from imposing the death penalty "on a person suffering from any form of mental disorder," a term that includes both the mentally ill and the mentally retarded]. See also Human Rights Watch, *Beyond Reason: The Death Penalty and Offenders with Mental Retardation* (New York: Human Rights Watch, 2001), 18, http://www.hrw.org/en/reports/2001/03/05/beyond-reason.

[33] Raza, "The Unholy War"; Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Pakistan," in *International Religious Freedom Report 2009*; "Pakistani Christian Sentenced to Death," BBC; "'Blasphemy Laws' Used to Jail Elderly Christian in Pakistan," Compass Direct News, June 29, 2010, http://www.compassdirect.org/english/country/pakistan/22092/.

[34] Masih is a common Pakistani Christian surname. Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Pakistan," in *2007 Country Reports on Human Rights Practices* (Washington, DC: U.S. Department of State, March 2008), http://www.state.gov/g/drl/rls/hrrpt/2007/100619.htm.

[35] Asian Human Rights Commission, "Pakistan: Torture of Two Men After Being Falsely Charged under Blasphemy Law," news release, October 10, 2006, http://www.ahrchk.net/ua/mainfile.php/2006/2021/.

[36] Ibid.

[37] "Christian Unexpectedly Acquitted of Blasphemy," Compass Direct News, September 18, 2007, http://wwrn.org/articles/26288/.

[38] Ibid.; "Pakistani Group Demands Repeal of Blasphemy Laws," Agence France-Presse, June 15, 2001.

[39] Asian Human Rights Commission, "Pakistan: Death Threats to Minorities by the Fundamentalists," news release, April 27, 2001, http://www.ahrchk.net/ua/mainfile.php/2001/95/; Shea, "Testimony of Nina Shea."

[40] International Crisis Group, *The State of Sectarianism in Pakistan* (Brussels: International Crisis Group, April 2005), http://www.crisisgroup.org/~/media/Files/asia/south-asia/pakistan/095_the_state_of_sectarianism_in_pakistan.ashx.

[41] "Pakistan Authorities Held Up for False Blasphemy Case," Press Trust of India, December 13, 2007.

[42] Centre for Legal Aid, Assistance, and Settlement, "A 55 Year Old Pakistani Christian Doctor Jailed on Blasphemy Charges," May 9, 2008, http://www.claas.org.uk/bcase_detail.aspx?ID=162; "Is There an End?" *Dawn*, August 6, 2009, http://www.dawn.com/wps/wcm/connect/dawn-content-library/dawn/news/pakistan/provinces/18-is-there-an-end-am-01.

[43] The five suspects included four teenagers, reportedly ranging in age from 14 to 16. See Satinder Bains and Maqbool Ahmad, "Ahmadi Children Arrested on False Charges in Pakistan, Alleges Indian Ahmadiyya Community," Punjab Newsline, February 10, 2009, http://www.punjabnewsline.com/content/view/15239/38/; Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Pakistan," in *2009 Country Reports on Human Rights Practices* (Washington, DC: U.S. Department of State, March 2010), http://www.state.gov/g/drl/rls/hrrpt/2009/sca/136092.htm.

[44] Bains and Ahmad, "Ahmadi Children Arrested on False Charges in Pakistan." For another, more recent case, see "'Blasphemy Laws' Used to Jail Elderly Christian in Pakistan," Compass

Direct News, June 29, 2010, http://www.compassdirect.org/english/ country/pakistan/22092/; "73 Years Old Pakistani Christian Arrested under Blasphemy after Dialogue on Religion," *Pakistan Christian Post*, June 25, 2010, http://www.pakistanchristianpost.com/headlinenewsd.php?hnewsid=2076; Aftab Alexander Mughal, "Christian and Shia Men Facing Blasphemy Charges in Pakistan," FaithFreedom.org, June 26, 2010, http://www.faithfreedom.org/features/news/christian-and-shia-men-facing-blasphemy-charges-in-pakistan/.

[45] Amnesty International, *Pakistan: The Death Penalty* (London: Amnesty International, September 1996), http://asiapacific.amnesty.org/library/Index/ENGASA330101996?open&of=ENG-333.

[46] Article 6(2), ICCPR: "In countries which have not abolished the death penalty, sentence of death may be imposed only for the most serious crimes in accordance with the law in force at the time of the commission of the crime and not contrary to the provisions of the present Covenant and to the Convention on the Prevention and Punishment of the Crime of Genocide. This penalty can only be carried out pursuant to a final judgement rendered by a competent court."

[47] UN Human Rights Council, *Report of the Special Rapporteur on Freedom of Religion or Belief, Asma Jahangir: Addendum—Summary of Cases Transmitted to Governments and Replies* (A/HRC/7/10/Add.1), February 28, 2008, paragraph 199, available at http://www2.ohchr.org/english/bodies/hrcouncil/7session/reports.htm.

[48] UN Human Rights Committee, *General Comment 6* (HRI/GEN/1/Rev.1), 1982, paragraph 7.

[49] The report states: "Making the death penalty mandatory for certain crimes, in such a way that a judge is prohibited from taking the circumstances of an individual accused person into account in sentencing, is illegal under international human rights law. This is not to say that countries which retain the death penalty are unable to apply that penalty in the majority of cases involving a most serious crime, but they are obligated to at least provide for the possibility that a judge might find a death sentence impermissible in a particular individual's case because of extenuating circumstances of one kind or another." UN Human Rights Council, *Report of the Special Rapporteur on Extrajudicial, Summary or Arbitrary Executions, Philip Alston* (A/HRC/4/20), January 29, 2007, paragraph 66, available at http://www2.ohchr.org/english/bodies/hrcouncil/4session/reports.htm.

[50] Ibid., paragraph 51.

[51] UN Commission on Human Rights, *Report Submitted by Mr. Abdelfattah Amor, Special Rapporteur, in Accordance with Commission on Human Rights Resolution 1995/23: Addendum—Visit by the Special Rapporteur to Pakistan* (E/CN.4/1996/95/Add.1), January 2, 1996, paragraph 82, available at http://ap.ohchr.org/documents/alldocs.aspx?doc_id=780.

[52] Office of the UN High Commissioner for Human Rights, "Safeguards Guaranteeing the Rights of Those Facing the Death Penalty, Approved by Economic and Social Council Resolution 1984/50 of 25 May 1984," http://www2.ohchr.org/english/law/protection.htm.

[53] Institute on Religion and Public Policy, *Religious Freedom in Pakistan* (Washington, DC: Institute on Religion and Public Policy, September 2008), available at http://www.ohchr.org/EN/HRBodies/UPR/Pages/UPRPKStakeholdersInfoS2.aspx.

[54] "Hate Engulfs Christians in Pakistan," *New York Times*, August 2, 2009, http://www.nytimes.com/2009/08/03/world/asia/03pstan.html.

[55] Human Rights Commission of Pakistan, *State of Human Rights in 2006* (Lahore: Human Rights Commission of Pakistan, January 2006), 141, http://www.hrcp-web.org/pdf/Archives%20Reports/AR2006.pdf.

[56] Declan Walsh, "Pakistan Blames Islamists Linked to Al-Qaida for Attack on Christians," *Guardian*, August 3, 2009, http://www.guardian.co.uk/world/2009/aug/03/pakistan-christian-attack-islamists-blamed;
"Bomb Attack on Shia March in Pakistani City of Karachi," BBC, December 28, 2009, http://news.bbc.co.uk/1/hi/world/south_asia/8432409.stm.
[57] Benedict Rogers and Joseph Laconte, "Blasphemy in Pakistan: The Law That Breeds Terror," *Daily Standard* (Weekly), April 2, 2008, http://www.weeklystandard.com/Content/Public/Articles/000/000/015/016osxyq. asp?page=2
[58] Asif Shahzad, "Militants Threaten Christian Man in Pakistan After His Acquittal in Blasphemy Case," Associated Press, January 27, 2005.
[59] "Is There an End?" *Dawn*.
[60] International Christian Concern, "Christian Cleared of Blasphemy Charges Fired from Job, Facing Death Threats," news release, February 22, 2008, http://www.persecution.org/suffering/ICCnews/newsdetail.php?newscode=7202&title=christian-cleared-of-blasphemy-charges-fired-from-job-facing-death-threats.
[61] Massoud Ansari and Michael Hirst, "Pakistan's Blasphemy Laws Used to Persecute Non-Muslims," *Sunday Telegraph* (London), June 25, 2006.
[62] Christian Solidarity Worldwide, *Briefing—Pakistan: A Submission to the United Nations Human Rights Council Universal Periodic Review* (Surrey, UK: Christian Solidarity Worldwide, January 2008), available at http://www.ohchr.org/EN/HRBodies/UPR/Pages/UPRPKStakeholdersInfoS2.aspx.
[63] "Christian Unexpectedly Acquitted of Blasphemy," Compass Direct News.
[64] Asian Human Rights Commission, "Pakistan: Torture of Two Men After Being Falsely Charged under Blasphemy Law."
[65] USCIRF, "Pakistan," in *2009 Annual Report*.
[66] International Humanist and Ethical Union, "Pakistani Blasphemy Law," news release, May 4, 2005, http://www.iheu.org/node/1304.
[67] "Pakistan Doctor on Trial for Blasphemy," BBC, May 19, 2001, http://news.bbc.co.uk/2/hi/south_asia/1339792.stm.
[68] International Humanist and Ethical Union, "Dr. Younus Shaikh Free!" news release, January 23, 2004, http://www.iheu.org/node/85.
[69] The Universal Declaration of Human Rights is available at http://www.un.org/en/documents/udhr/index.shtml. The ICCPR is available at http://www2.ohchr.org/english/law/ccpr.htm.
[70] Karin Karlekar and others, eds., "Pakistan," in *Freedom of the Press 2010* (New York: Freedom House; Lanham, MD: Rowman & Littlefield, 2010), http://freedomhouse.org/template.cfm?page=16.
[71] Amnesty International, "Pakistan: Fear for Safety/Prisoner of Conscience (POC), Mohammed Younus Shaikh," news release, August 19, 2005, http://www.amnesty.org/en/library/asset/ASA33/023/2005/en/dc8bb567-d4b7-11dd-8a23-d58a49c0d652/asa330232005en.html; Human Rights Commission of Pakistan, *State of Human Rights in 2007* (Lahore: Human Rights Commission of Pakistan, March 2008), 82, http://www.hrcp-web.org/pdf/Archives%20Reports/AR2007.pdf.
[72] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Pakistan," in *2004 Country Reports on Human Rights Practices* (Washington, DC: U.S. Department of State, February 2005), http://www.state.gov/g/drl/rls/hrrpt/2004/41743.htm.

[73] Committee to Protect Journalists, "Journalist Sentenced to Life in Prison for Blasphemy," news release/letter to Pakistani prime minister, July 10, 2003, http://cpj.org/2003/07/journalist-sentenced-to-life-in-prison-for-blasphe.php.
[74] "Blasphemy Conviction: Journalist Assured of Legal Assistance," *Daily Times* (Pakistan), July 11, 2003, http://www.dailytimes.com.pk/default.asp?page=story_11-7-2003_pg7_32; Amnesty International, "Pakistan: Further Information on Fear for safety," news release, July 15, 2003, http://www.amnesty.org/en/library/asset/ASA33/007/2003/en/26af5df9-d6b3-11dd-ab95-a13b602c0642/asa330072003en.html.
[75] Pakistani Press Foundation, "Four Journalists Held Responsible for Publication of Blasphemous Letter," International Freedom of Expression eXchange (IFEX), March 9, 2001, http://www.ifex.org/pakistan/2001/03/12/four_journalists_held_responsible/.
[76] Amnesty International expressed serious concerns about the fairness of Mohsin's trial. The High Court and the District Court Bar Associations reportedly passed resolutions stating that their members would not defend any of the accused individuals, and Mohsin had to be represented by a junior attorney. See Amnesty International, "Pakistan: Further Information on Fear for Safety."
[77] "Pakistan Blocks YouTube Over 'Blasphemous' Material," *Dawn*, May 20, 2010, http://www.dawn.com/wps/wcm/connect/dawn-content-library/dawn/news/pakistan/03-pakistan-blocks-youtube-over-blasphemous-material-ss-01.
[78] Ibid.; "Pakistani Court Orders Facebook Blocked in Prophet Row," BBC, May 19, 2010, http://news.bbc.co.uk/1/hi/world/south_asia/8691406.stm.
[79] Mohammed Ali Jinnah, "Mr. Jinnah's Presidential Address to the Constituent Assembly of Pakistan, August 11, 1947," Pakistani.org, http://www.pakistani.org/pakistan/legislation/constituent_address_11aug1947.html.
[80] "Pakistani Court Sentences First Muslim to Death for Blasphemy," Associated Press, September 10, 1998.
[81] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Pakistan," in *1999 Country Reports on Human Rights Practices* (Washington, DC: U.S. Department of State, February 2000), http://www.state.gov/g/drl/rls/hrrpt/1999/441.htm.
[82] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Pakistan," in *International Religious Freedom Report 2004*, (Washington, DC: U.S. Department of State, 2004), http://www.state.gov/g/drl/rls/irf/2004/35519.htm.
[83] Zaffar Abbas, "Pakistani 'Prophet' Sentenced to Death," BBC, August 5, 2000, http://news.bbc.co.uk/1/hi/world/south_asia/867449.stm.
[84] "Is There an End?" *Dawn*.
[85] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Pakistan," in *2009 Country Reports on Human Rights Practices*.
[86] Human Rights Watch, "Pakistan: Pandering to Extremists Fuels Persecution of Ahmadis," news release, May 6, 2007, http://www.hrw.org/en/news/2007/05/05/pakistan-pandering-extremists-fuels-persecution-ahmadis.
[87] *Dard v. Pakistan*, No. 149/89, (Sup. Ct. of Pak., July 3, 1993), as cited in Forte, "Apostasy and Blasphemy in Pakistan."
[88] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Pakistan," in *International Religious Freedom Report 2009*.
[89] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Pakistan," in *2009 Country Reports on Human Rights Practices*.

[90] "State of the Judiciary," *Daily Times*.
[91] "Is There an End?" *Dawn*.
[92] UN Working Group on Arbitrary Detention, "Opinion No. 25/2001 (Pakistan)," in *Opinions Adopted by the Working Group on Arbitrary Detention* (E/CN.4/2003/8/Add.1), 22, available at http://ap.ohchr.org/documents/dpage_e.aspx?m=117.
[93] Shea, "Testimony of Nina Shea."
[94] Akbar S. Ahmed, "Pakistan's Blasphemy Law: Words Fail Me," *Washington Post*, May 19, 2002, http://www.washingtonpost.com/ac2/wp-dyn?pagename=article&node=&contentId=A36108-2002May17&notFound=true.
[95] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Pakistan," in *2009 Country Reports on Human Rights Practices*.
[96] "Bail Denied to Christian Activist for His Own Safety, Judge Also Under Fire," Compass News Direct, May 6, 2009, available at http://www.religionnewsblog.com/23451/muslim-lawyer-threatens-christian.
[97] This case is also an example of harassment and intimidation by religious extremists. According to one report, the prosecuting lawyer stated, "If the judge does not punish Aleem according to the law, then [we] will kill him ourselves." The judge's decision was reportedly heavily influenced by these threats. See "Bail Denied to Christian Activist for His Own Safety, Judge Also Under Fire," Compass News Direct; Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Pakistan," in *2009 Country Reports on Human Rights Practices*.
[98] See Hector Aleem's blog, maintained by his daughter Mehwish Aleem, at http://hectoraleem.blogspot.com.
[99] USCIRF, "Pakistan," in *2008 Annual Report* (Washington, DC: USCIRF, May 2008), http://www.uscirf.gov/images/AR2008/pakistan.pdf.
[100] Christian Solidarity Worldwide, *Briefing—Pakistan*.
[101] M. Younas Shaikh, "Living Among the Believers," International Humanist and Ethical Union, November 28, 2001, http://www.iheu.org/node/1166.
[102] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Pakistan," in *2007 Country Reports on Human Rights Practices*.
[103] "Is There an End?" *Dawn*; Christian Solidarity Worldwide, *Briefing—Pakistan*.
[104] "Is There an End?" *Dawn*; Franciscans International, "Blasphemy Laws Claim More Victims in Pakistan," news release, no date, http://www.franciscansinternational.org/node/3006.
[105] Ayub Masih, "Death Sentence: Ayub Masih," Jubilee Campaign, no date, http://www.jubileecampaign.co.uk/features/just-right/155-death-sentence-ayub-masih.
[106] UN Working Group on Arbitrary Detention, "Opinion No. 25/2001 (Pakistan)."
[107] Ibid.
[108] Ibid.
[109] M. Younas Shaikh, "Living Among the Believers."
[110] International Humanist and Ethical Union, "Younus Shaikh Free!" news release, January 23, 2004, http://www.iheu.org/node/271.
[111] "Christians Unexpectedly Acquitted of Blasphemy," Compass News Direct.
[112] Human Rights Watch, "Pakistan," in *2009 World Report* (New York: Human Rights Watch, January 2010), http://www.hrw.org/en/node/87399.
[113] Raza, "The Unholy War."

[114] Tariq Saeed, "Seven Burnt Alive in Gojra Violence," *Dawn*, August 2, 2009, http://www.dawn.com/wps/wcm/connect/dawn-content-library/dawn/news/pakistan/06-six-christians-die-in-riots-with-muslims-rs-05.
[115] Asma Jahangir, "Gojra Admin Knew About Pre-Planned Attacks," Human Rights Commission of Pakistan, August 4, 2009, http://www.hrcp-web.org/showprel.asp?id=83; Nirupama Subramanian, "Communal Clashes: Focus on Blasphemy Laws in Pakistan," *The Hindu*, August 6, 2009.
[116] Jahangir, "Gojra Admin Knew About Pre-Planned Attacks."
[117] Ibid.
[118] "Gojra Report Proposes Amending Blasphemy Laws," *Daily Times* (Pakistan), December 7, 2009, http://www.dailytimes.com.pk/default.asp?page=2009\12\07\story_7-12-2009_pg7_3.
[119] Shea, "Testimony of Nina Shea."
[120] Fareed Khan, "Faisalabad, Young Christian Sentenced to Life Imprisonment for Blasphemy," AsiaNews.it, January 18, 2010, http://www.asianews.it/news-en/Faisalabad,-young-Christian-sentenced-to-life-imprisonment-for-blasphemy-17374.html#.
[121] Imran Ayub, "Factory Worker Lynched for 'Blasphemy,'" *Dawn*, April 9, 2008, http://www.dawn.com/2008/04/09/top8.htm.
[122] Qaiser Felix, "Killed for 'Blasphemy,' Now His Family Is at Risk," AsiaNews.it, April 28, 2008, http://www.asianews.it/index.php?l=en&art=12121&geo=2&size=A.
[123] Shea, "Testimony of Nina Shea."
[124] Ghulam Mohiuddin, "Clashes in Faisalabad as 'Blasphemers' Shot Dead," *Express Tribune*, July 20, 2010, http://tribune.com.pk/story/29024/clashes-in-faisalabad-as-%E2%80%98blasphemers%E2%80%99-shot-dead/; "Two Christians Killed Outside Court Over 'Blasphemy,'" *Daily Times*, July 20, 2010, http://www.dailytimes.com.pk/default.asp?page=2010\07\20\story_20-7-2010_pg1_4.
[125] Muhammad Saleem, "Blasphemy Accused Killed on Court Premises," Dawn, July 20, 2010, http://www.dawn.com/wps/wcm/connect/dawn-content-library/dawn/news/pakistan/two-brothers-killed-for-alleged-blasphemy-jd-01.
[126] "Pakistan: Alleged Suicide of Christian Boy Condemned," *Daily Pak Banker*, published in *Hindustan Times*, August 17, 2009.
[127] Waqar Gillani and Sabrina Tavernise, "Pakistan Rights Group Seeks Answers on Christian's Death," *New York Times,* September 16, 2009, http://www.nytimes.com/2009/09/17/world/asia/17pstan.html.
[128] Ibid.; "Christian Held for Blasphemy Dies in Pakistan Custody: Officials," Agence France-Presse, September 15, 2009.
[129] Asian Human Rights Commission, "Pakistan: Torture of Two Men After Being Falsely Charged under Blasphemy Law,"
[130] M. Younus Shaikh, "Blasphemy—My Journey through Hell," Mukto-Mona, no date, http://www.mukto-mona.com/Articles/Younus_Sheikh/blasphemy.htm.
[131] Shea, "Testimony of Nina Shea."
[132] European Court of Human Rights, *Soering v. UK*, App No. 14038/88, July 7, 1989, http://www.echr.coe.int/echr/en/hudoc/.

# پولینڈ

## تعارف

پولینڈ کا آئین حالانکہ آزادئ اظہار کی ضمانت دیتا ہے اور حکومت نے زیادہ تر اس حق کو برقرار رکھا ہے، لیکن اس بنیادی حق پر کچھ قانونی پابندیاں بھی ہیں۔ ان قوانین کے علاوہ، جو سرکاری شخصیات کو بدنام کرنے اور انکی تحریری ہتک عزّت کو ممنوع قرار دیتے ہیں، تعذیری ضابطہ کی دفعہ 196 کے تحت بھی کچھ تحدیدات عائد ہوتی ہیں جنکے تحت مذہبی جذبات اور احساسات کو مجروح کرنے والی حرکات پر پابندی ہے۔ حالیہ برسوں مں آرٹیکل 196 کے تحت بہت سے الزامات لگائے گئے اور کئی تحقیقات ہوئیں۔ حالانکہ اس طرح کے واقعات بہت ہی شاذ و نادر رہے ہیں، لیکن ان میں سے زیادہ تر کی شروعات قدامت پر، کیتھولک نظریات رکھنے والی سیاسی پارٹیوں یا گروپوں کے ممبران کے ذریعہ کی گئی اور انکا نشانہ مصنّفین، موسیقار اور دوسرے فنکار رہے ہیں۔

جہاں تک مذہب کا تعلّق ہے، پولینڈ کی آبادی قریب قریب ایک جیسی ہی ہے، کیونکہ ملک کی 38 ملین کی آبادی میں رومن کیتھولکوں کا حصّہ 94 فی صد ہے۔ باقی بچے 6 فیصد حصّہ میں دوسرے چھوٹے عیسائی گروپ شامل ہیں جن میں آرتھوڈوکس عیسائی، یونانی کیتھولکس، مختلف پروٹیسٹینٹ فرقے، جی اوواس وٹنیسیس، اور ماریاوائٹس Marivavites شامل ہیں۔ یہودی تنظیموں کا اندازہ ہے کہ یہودیوں کی تعداد 30،000 سے 40،000 کے بیچ ہے اور مسلم تنظیموں کا اندازہ ہے کہ مسلمانوں کی تعداد قریب 25،000 ہے[1]۔

## پس منظر

موجودہ دور میں پولینڈ کے اندر آزادئ اظہار اور کیتھولک چرچ کے مقام پر پولینڈ کی 20ویں صدی کی تاریخ نے بہت گہرا اثر ڈالا ہے اس میں دوسری چنگ عظیم کے بعد کمیونسٹوں کی چار دہائی کی حکمرانی بھی شامل ہے۔ 18ویں صدی کے اختتام پر، آس پاس کی بادشاہتوں سے الگ کردئے جانے کے بعد، پولینڈ پہلی جنگی عظیم کے بعد ایک آزاد ریاست کی حیثیت سے بحال کردیا گیا تھا[2]۔ تاہم 1939 میں ملک کو اس وقت پھر سے تقسیم کا سامنا کرنا پڑا، جب نازی جرمنی اور سویٹ یونین نے بالتّرتیت مغربی اور مشرقی یورپ پر قبصہ کرلیا۔ جنگ عظیم دوم کے دوران، نازی افواج کے ذریعہ ہزاروں پولش یہودیوں کا منظّم قتل کیا گیا اور جرمنوں و سویٹوں دونوں نے ملک کی نمائندگی کرنے والے سیاسی ،فوجی، مذہبی، اور دانشور اعلی طبقہ کے ہزاروں پولش باشندوں کا صفایا کردیا۔ لاکھوں دوسرے لوگوں کو انکی جگہوں سے بے دخل کردیا گیا اور اور انہیں مزدور کیمپوں میں بھیج دیا گیا یا پھر جنگ اور قبضوں کے دوران انکو مار ڈالا گیا[3]۔ جنگ کے خاتمہ ہونے تک پولینڈ کی سرحدیں اور آبادی بالکل تبدیل ہوچکی تھی اور اس میں اسکی سابقہ نسلی اور مذہبی رنگارنگی یا تو ختم ہوچکی تھی یا بہت تھوڑی ہی باقی بچی تھی۔

1945 میں، سویٹ یونین کی ماتحتی میں، پولینڈ کی سمی آزادی بحال کردی گئی اور 1947 میں سویٹ یونین کے کرائے ہوئے انتخابات میں کمیونسٹ گروہوں نے اقتدار پر قبضہ کرلیا5۔ اگلی چار دہائیوں تک، ملک پر پولش یوانئٹیڈ ورکرس پارٹی کی حکمرانی رہی، جس نے اظہار کی آزادی اور دوسرے بنیادی حقوق پر کڑی پابندی عائد کی۔ 1989 میں کمیونسٹ حکمرانی کا خاتمہ جس جمہوری تحریک نے کیا اسکی قیادت سولیڈیرٹی لیبر آرگنائزیشن کررہی تھی، لیکن کیتھولک چرچ نے اس میں ایک بہت ہی اہم کردار ادا کیا تھا۔

کیتھولیسزم اگرچہ پولینڈ کا سرکاری مذہب نہیں ہے، لیکن ملک کی تاریخ میں مختلف موقعوں پر اسے وہی مقام حاصل رہا ہے، اور غیر ملکی غلبوں کے دوران، اس نے پولینڈ کی قومی پہچان کے ایک اہم حصّہ کی نمائندگی کی ہے6۔ آج چرچ کے ساتھ حکومت کے تعلّقات ویٹیکان کے ساتھ ہوئے ایک معاہدہ کی بنیاد پر طے کئے جاتے ہیں، اس معاہدہ کی گنجائش آئین کی دفعہ 25 کے تحت رکھی گئی ہے۔7- آرٹیکل 25 میں یہ بھی ضمانت دی گئی ہے کہ دوسرے مذہبی گروپوں کو بھی یکساں حقوق حاصل ہونگے۔ اس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس طرح کے گروہوں اور حکومت کے بیچ تعلّقات کا تعیّن الگ الگ قانونوں کے مطابق طے کیا جائگا8۔ اس وقت ایسے قریب 15 مذہبی گروپ ہیں جنکے مقام کی قانون کے اندر وضاحت کی گئی ہے اور اسے بیان کیا گیا ہے، لیکن دوسرے درجنوں گروپوں کے حقوق کو بھی برقرار رکھا گیا ہے۔9- یو ایس اسٹیٹ ڈیپارٹمینٹ کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اپنے لوگوں کا انتخاب کرنے یا انھیں مختلف فرائض کی انجام دہی کے لئے رکھنے کے لئے، اپنی عبادت گاہوں کے رکھ رکھاؤ کے لئے، یا عبادی کرنے کی اپنی استطاعت کے معاملہ میں حکومت کی طرف سے مذہبی گروپوں پر نہ تو کسی طرح کی پابندی عائد کی جاتی ہے اور نہ ہی ان میں کوئی مداخلت کی جاتی ہے10۔ آرٹیکل 25 خاص طور پر پولش حکّام کے لئے یہ لازمی قرار دیتا ہے کہ وہ ذاتی عقیدہ کے معاملہ میں، وہ چاہے مذہبی ہو یا سیاسی، یا زندگی کے بارے میں لوگوں کے شخصی نقطہ نظر کے بارے میں، غیر جانبدار رہینگے11۔

ان سبھی قانونی گنجائشوں کے باوجود بھی، کیتھولک پادریوں اور کارکنوں کو پولینڈ کے اندر قابل ذکر سماجی اور سیاسی طاقت اور اختیار حاصل ہے، اور پولینڈ کے تعذیری ضابطہ کے آرٹیکل 196 کے تحت لائے گئے مذہبی توہین کے معاملات انھیں عوامی دائرہ کے اندر اپنے اقتدار کو اور مضبوط کرنے کا ایک اہم ذریعہ فراہم کرتے ہیں۔

## مذہبی توہین کا قانون

پولینڈ کا مذہبی توہین قانون تعذیری ضابطہ کے آرٹیکل 196 کے تحت آتا ہے، اور اس میں کہا گیا ہے کہ "کوئی بھی ایسا شخص جسے عوام کے بیچ کسی بھی مذہبی مقام یا مذہبی شئی کی بہتان طرازی کے ذریعہ مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کا مجرم پایا گیا، ایسے شخص پر جرمانہ عائد کیا جائگا، اسکی آزادی پر پابندی عائد کی جائگی، یا اسے زیادہ سے زیادہ دو سال قید کی سزا ہوسکتی ہے۔"12- اس دفعہ میں اصل توجّہ چونکہ مذہبی نظریات، شخصیات یا ذات باری تعالی کے مقابلہ میں مذہبی مقام یا مذہبی شئی پر مرکوز کی گئی ہے اسی وجہ سے آرٹیکل 196 کے تحت درج کئے گئے زیادہ تر معاملات کا تعلّق آرٹ کی مختلف شکلوں میں استعمال کی گئی مذہبی علامتوں کے استعمال سے ہے۔ تاہم اس قانون کا اثر بھی بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ مذہبی توہین کے باقی دوسرے قوانین سے ہوتا ہے، یعنی اس کی وجہ سے آزادئ اظہار پر غیر مناسب تحدیدات عائد ہوتی ہیں اور اسکی وجہ سے خودساختہ-پابندی کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

دی لیگ آف پولش فیملیس **(LPR)** جو دائیں-بازو کی ایک چھوٹی اور کیتھولک سوچ رکھنے والی سیاسی پارٹی ہے اور جو 2007 کے پچھلے انتخابات میں پارلیمانی نمائندگی سے محروم ہوگئی تھی، اس پارٹی نے آرٹیکل 196 کے تحت بہت سارے مشہور ترین معاملوں اور تحقیقاتوں کی شروعات کی تھی۔ مثال کے طور پر ،2004 میں، LPR نے نارویجین آرٹسٹ بوری پر یہ الزام لگایا کہ انھوں نے زاشیٹرا گیلری میں نمائش کے لئے رکھے گئے اپنے ایک فن پارہ کے ذریعہ مذہبی توہین کی ہے اور مذہبی جذبات کو مجروح کیا ہے13۔ اس مجسّمہ میں مبیّنہ طور پر یسوع کی دو چھوٹی چھوٹی مورتیاں تھیں، ان میں سے ایک اپنے ہاتھ سے نامردی کی طرف اشارہ کررہی تھی، جو کنواری مریم کے ٹوٹے ہوئے بت کے برابر میں رکھی ہوئی تھی۔ LPR کے اس وقت کے نائب صدر سلویسٹر کرشز کا یہ کہتے ہوئے حوالہ دیا گیا تھا کہ "یہ ناقابل قبول ہے کہ ہمارے یقین کے کسی جزء کا، جو ہماری روایت کا ایک حصّہ ہے، مذاق اڑایا جائے۔ انھوں نے مبیّنہ طور پر یہ دھمکی بھی دی کہ اگر یہ مورتیاں نمائش میں سے نہ ہٹائی گئیں تو وہ اس گیلری کے ڈائریکٹروں کے خلاف دفعہ 196 کے تحت مقدمہ قائم کرینگے14۔

## بین الاقوامی قانون سے عدم مطابقت

پولینڈ کے مذہبی توہین کے قانون کا ایک بہت بڑا حصّہ صرف اس وجہ سے آزادئ اظہار کے بین الاقوامی معیاروں سے متصادم ہے کیونکہ اس میں استعمال کئے گئے الفاظ مبہم ہیں اور اس میں "مذہبی جذبات کو مجروح کرنے" کی کم سے کم قانونی حد کی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔ جیسا کہ کونسل اور یورپس وینس کمیشن کے ایک ممبر کا تبصرہ تھا کہ، "کسی مخصوص چرچ یا عقیدے کے مختلف افراد کے مذہبی احساسات ایک دوسرے سے بہت مختلف ہوتے ہیں"۔ سوال یہ ہے کہ: کس کے مذہبی احساسات کی سطح کو ہم ایک اوسط سطح مان کر چلیں – بنیاد پرستوں کے کسی گروپ کے احساسات کو معیاری مانیں یا پر برداشت کرنے والے گروپوں کے احساسات کو؟"۔ تعذیری ضابطہ کے آرٹیکل 196 کے تحت کسی بھی مبیّنہ جرم کی تحقیقات کرنے کا فیصلہ پراسکیوٹر کی صوابدید پر منحصر ہوتا ہے۔ حالانکہ قانون کے تحت اس کے لئے کم سم کم دو متاثّرین کا ہونا ضروری ہے لیکن اسکے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ کوئي افراد اس کی شکایت درج کریں15۔ عملا ایسا دکھائی دیتا ہے کہ یہ قانون ذیادہ تر قدامت پرست کیتھولکوں کے کہنے پر استعمال میں لایا جاتا ہے۔ کل ملا کر ایسے واقعات بہت تھوڑے ہیں، اور ایسے معاملات میں زیادہ تر لوگوں کو قانونی لڑائی کے مزید آگے جانے پر بری کردیا گیا ہے۔ لیکن پھر بھی ایسے معاملات میں کی جانے والی قانونی چارہ جوئی ایک ہمّت شکن روک کا کام دیتی ہے اور اس سے لوگوں خاص طور پر فنکاروں کو اپنے اوپر خود سے لاگو کی ہوئی پابندیاں عائد کرلینے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

انسانی حقوق کے بہت سے علاقائی اور بین الاقوامی معاہدوں میں پولینڈ بھی ایک فریق ہے، جس میں شہری اور سیاسی حقوق کا بین الاقوامی عہد (ICCPR)، یورپین کنوینشن آن ہیومن رائٹس، سبھی طرح کے نسلی امتیاز کے خاتمہ کے لئے بین الاقوامی عہد (ICERD)، اور عورتوں کے خلاف سبھی طرح کے امتیاز کے خاتمہ کے لئے بین الاقوامی عہد (CEDAW) شامل ہیں۔ پولینڈ کے اپنے خود کے آئین کے علاوہ، یہ سبھی قوانین پولینڈ کے لئے یہ لازمی قرار دیتے ہیں کہ وہ نظریہ اور رائے کی آزادی کا تحفّظ کرے اور اسے برقرار رکھے۔

## انسانی حقوق سے استفادہ پر ان قوانین کا اثر

پولینڈ کے مذہبی توہین کے قانون کا نفاذ اور فوجداری تحقیقات سے پیدا ہونے والی تہدیدات کا خطرہ، آزادئ اظہار سے استفادہ کرنے کی فرد کی صلاحیت کو متاثّر کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اسکے علاوہ، اس قانون میں تحفّظ دینے کے لئے کسی مخصوص مذہب کا انتخاب نہیں کیا گیا ہے، لیکن عملا اسکا استعمال صرف انھی معاملات کی تحقیقات کرنے یا مقدمہ چلانے کے لئے کیا جاتا ہے جنکے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان سے عیسائیوں کی مذہبی علامات کی توہین ہوئی ہے۔ تاہم ایسا نہیں دکھائی دیتا ہے کہ آرٹیکل 196 کسی اور شکل میں انسانی حقوق سے استفادہ کو متاثّر کرتا ہے۔

## اظہار کی آزادی

پچھلی دہائی کے  دوران پولینڈ میں مبیّنہ طور پر مذہبی توہین کے بہت سے اہم واقعات رونما ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان میں سے سبھی تحقیقاتوں کے نتیجہ میں آرٹیکل 196 کے تحت قانونی کاروائی نہیں کی گئی، لیکن ان کی وجہ سے اظہار کی آزادی پر منفی اثرات مرتّب ہوئے، کیونکہ انکی وجہ سے لوگوں – خاص طور پر فنکاروں، مصنّفوں، مجسّمہ سازوں، ناشروں اور تخلیقی میدانوں میں کام کرنے والے دوسرے لوگ قانونی جھگڑوں سے بچنے کے لئے اپنے کام پر خودساختہ پابندیاں عائد کرنے کے لئے مجبور ہوجاتے ہیں۔

اس سلسلہ کا ایک شروعاتی معاملہ کمیونسٹوں کے اقتدار کے خاتمہ کے چند سال بعد ہی رونما ہوا تھا جس میں پولینڈ کے ہفتہ وار *Wprost* کے کور پر ایک تصویر چھپی ہوئي تھی جس میں کنواری مریم اور یسوع مسیح کو گیس ماسک پہنے ہوئے دکھایا گیا تھا16۔ پراسکیوٹروں نے اگست 1994 میں اس سلسلہ میں چھان بین کی شروعات کی اور انھوں نے مبیّنہ طور پر ماہرین سے بھی مشورہ کیا تھا تاکہ یہ پتہ کیا جاسکے کہ کیا وہ تصویر احساسات کو واقعی مجروح کرنے والی تھی۔17۔ یہ چھان بین اسی سال اکتوبر میں ختم کردی گئی18۔

آرٹیکل 196 کے تحت قانونی کاروائی کا ایک اور اہم معاملہ 2002 میں پولش آرٹسٹ ڈوروٹا نزنالسکا کا ہے۔ ان پر گڈانس کی ایک گیلری میں نمائش کے لئے رکھے گئے ایک فن پارہ کے ذریعہ، جسکا عنوان تھا *passion*، مذہب کی

توہین کا الزام لگایا گیا تھا۔ LPR کے لیڈر روبرٹ اسٹراک اور ایک قانون ساز گرٹروڈا زومسکا نے اس فن پارہ کو دیکھنے کے بعد شکایت درج کی تھی، اس فنکارہ میں ایک فوٹوگراف بھی شامل تھا جس میں مردانہ عضوء تناسل کو صلیب سے جوڑ کر دکھایا گیا تھا19۔ گڈانس کے جج ٹومسز زیلنسکی نے نزنالنسکا کو مذہبی احساسات کو مجروح کرنے کا خطاکار پایا اور انھیں چھ ماہ تک لوگوں کے بیچ جاکر عوامی خدمت کرنے کی سزا دی، اور انکی آزادی کو محدود کردیا۔20۔ اس کیس کے پراسکیوٹر نے عدالت سے صرف جرمانہ عائد کرنے کے لئے کہا تھا لیکن زیلنسکی نے زیادہ سخت سزا کا انتخاب کیا21۔ اس فیصلہ پر اپنی ناراضگی اور حیرت کا اظہار نزنالسکا نے یہ کہتے ہوئے کیا، یہ میرے لئے ایک صرمہ ہے، اتنی بڑی سزا۔۔۔۔۔ ایک فنکار کے کام کے بارے میں یہ عدالت بالکل ہی غیر معروضی ہے"22۔ کچھ پولش باشندے، جن میں زیادہ تر آرٹسٹ تھے اور ان میں پارلیمنٹ کے ایک ممبر بھی تھے، ان شکایتوں، قانونی کاروائیوں اور فیصلہ سے انتہائی فکرمند تھے۔ بہت سے فنکاروں نے LPR پر یہ الزام عائد کیا کہ وہ مذہبی ریاست کی ایک نظریاتی شکل کو لوگوں پر اوپر سے تھوپنا چاہتی ہے23۔ پولینڈ کی پارلیمنٹ کے ایوان زیریں، سیجم (Sejm) کے اس وقت کے اسپیکر ماریک بوروسکی نے مبیّنہ طور پر نزنالسکا سے کہا تھا کہ وہ اگرچہ انکے نظریات سے اتّفاق نہیں کرتے لیکن وہ پھر بھی وہ اس بات کو یقینی بنانے کی کوشش کرینگے کہ وہ انکا اظہار آزادی سے کرسکیں24۔ اپنے آپکو مجرم قرار دئے جانے کے خلاف نزنالسکا نے اپیل کی اور جزوی طور پر انھوں نے یہ دلیل بھی دی کہ اپنے اس فنکارہ کے ذریعہ انکا ارادہ کسی کو تکلیف پہنچانے کا نہیں تھا بلکہ انکا مقصد مردوں میں ورزش اور جسم بنانے کے معاملہ میں زیادتی پر تنقید کرنا تھا۔ جون 2009 میں انھیں بالآخر بری کردیا گیا25۔

2004 میں، ناروے کے ایک بھاری دھاتوں سے موسیقی پیدا کرنے والے بینڈ گورگوتھ کے ذریعہ آرٹیکل 196 کی ممکنہ خلاف ورزی کے سلسلہ میں ایک چھان بین شروع کی گئی۔ اس تفتیش کی توجّہ کراکو میں ہونے والے ایک پروگرام کے دوران اسٹیج پر کی گئی سجاوٹ پر تھی، جس میں ایک برہنہ عورت کو خون سے ڈھکا ہوا اور صلیب سے بندھا ہوا دکھا گیا تھا26۔ پراسکیوٹر کے دفتر نے بالآخر 2006 میں یہ چھان بین بند کردی اور اس بینڈ کے ممبران کے خلاف کسی طرح کے الزامات عائد نہیں کئے گئے۔ تاہم پولینڈ کے اندر اس بینڈ کے ایجینٹ اور منتظم ٹومسز زیوبنسکی پر اس واقعہ میں شریک ہونے کے لئے اور اس بنیاد پر 10،000 زلوٹی (یو ایس 3000$) کا جرمانہ لگایا گیا کہ وہ پولینڈ کے قوانین کو جانتے تھے اور انھیں اس پروگرام کو آگے بڑھنے سے روکنا چاہئے تھا27۔ اسکے علاوہ، تفتیشکاروں نے مبیّنہ طور پر کراکو کے اندر کیتھولک مذہبی ماہرین سے بھی مشورہ کیا، جنکا ماننا تھا کہ اسٹیج پر کی گئی سجاوٹ سے عیسائیوں کے مذہبی احساسات مجروح ہوئے تھے۔

2008 میں اسی طرح کا ایک اور واقعہ آدم ڈارسکی کا ہے، جو بھاری دھاتوں سے موسیقی پیدا کرنے والے بینڈ *Behemoth* کے نمایاں گلوکار تھے، انکا مبیّنہ جرم یہ تھا کہ انھوں نے ستمبر 2007 میں گڈنیا میں ہونے والے ایک اسٹیج پروگرام کے دوران بائبل کو جلایا تھا اور اسے پھاڑ کر پھینک دیا تھا اور کیتھولک مذہب کو "اس سیّارے کا سب سے بڑا قاتل فرقہ" قرار دیا تھا28۔ پولش کمیٹی فار دی ڈیفینس آف پولش کمیٹی کے چئرمین رسزارڈ نوواک کے ذریعہ مبیّنہ طور پر پراسکیوٹر کے دفتر میں ایک شکایت درج کی گئی، اس تنظیم نے عیسائی قدروں کے دفاع اور انھیں برقرار رکھنے کے لئے خود کو وقف کیا ہوا ہے29۔ فروری 2008 میں شروع کی گئی ایک تحقیقات کے دوران، پراسکیوٹروں نے جیجی ایلونین یونورسٹی کے ماہرین سے مشورہ کیا جنکی دلیل تھی کہ "بائبل کا ہر نسخہ مذہبی عبادت کا مستحق ہے"، اور اس وجہ سے آرٹیکل 196 کی خلاف ورزی واقع ہوئی تھی30۔ پولش قانون کے تحت چونکہ کسی بھی طرح کی قانونی کاروائی کو آگے بڑھانے کے لئے کم سے کم دو شکایت کنندوں یا متاثّرین کا ہونا ضروری ہے، جبکہ اس معاملہ میں شکایت کے لئے سامنے آنے والا واحد شکایت کنندہ یا متاثّرہ فرد نوواک ہی تھے، اس چھان بین کو بند کردیا گیا۔ جنوری 2010 میں یہ کیس اس وقت دوبارہ پھر سے شروع کیا گیا جب ایک اہم قدامت پرست پارٹی قانون اور انصاف (PiS) کے چار ممبران نے 2007 کے اس واقعہ کے لئے ڈارسکی کے خلاف ایک شکایت درج کی31۔ مئی 2010 میں پراسکیوٹر کے دفتر نے مبیّنہ طور پر انھیں ماخوذ کئے جانے کی درخواست دی، لیکن بینڈ کے مطابق، گڈنیا کی ایک عدالت نے 28 جون کو اس کیس کو برخاست کردیا اور یہ نتیجہ نکالا کہ ڈارسکی کے کاموں سے آرٹیکل 196 کے تحت کسی طرح کا کوئی جرم سرزد نہیں ہوا32۔

ایک دوسرے معاملہ میں جو ابھی بھی چل رہا ہے، ڈوڈا کے نام سے جانی جانے والی پولش پاپ اسٹار ڈوروٹا ریبزیوسکا پر اپریل 2010 میں آرٹیکل 196 کی خلاف ورزی کا الزام عائد کیا گیا کیونکہ انھوں نے 2009 میں دئے اپنے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ وہ بائبل کے مقابلہ ڈائناسور میں اس لئے زیادہ یقین رکھتی ہیں کیونکہ انکے مطابق "کسی ایسی چیز میں یقین کرنا بہت ہی مشکل ہے جسے لکھنے والے لوگ خوب شراب نوشی کیا کرتے تھے اور جڑی

بوٹیوں سے بنے سگریٹ پیا کرتے تھے"33۔ اس معاملہ میں بھی شکایتیں مبیّنہ طور پر کیتھولک گروپوں کے ذریعہ درج کرائی گئی تھیں۔ اخبارات میں نوویک کا یہ حوالہ چھپا تھا کہ "میرا ماننا ہے کہ انھوں نے ایک جرم کا ارتکاب کیا ہے اور یہودیوں و عیسائیوں دونوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا ہے۔"34۔ اگست 2009 میں پراسکیوٹر کے وارسا کے دفتر نے اس دلیل کے ساتھ تحقیقات شروع کرنے سے منع کردیا کہ گلوکار کے بیان سے مذہبی احساسات کے خلاف کسی طرح کا جرم نہیں بنتا۔ تاہم قدامت پرست گروپوں کی طرف سے پڑنے والے دباؤ کی وجہ سے 2010 میں ماخوذ کئے جانے کے لئے اپنی رپورٹ داخل کرنے سے پہلے پراسکیوٹروں نے سکیولر اور مذہبی ماہرین لسانیات سے بات چیت کی تھی۔35

## نتیجہ

تعذیری ضابطہ کے آرٹیکل 196 کے تحت مذہبی توہین کے لئے کی جانے والی قانونی کاروائیاں اگرچہ بہت ہی شاذ و نادر ہیں اور ان میں عام طور پر براءت ثابت ہوجاتی ہے، لیکن اسکے باوجود اظہار کی آزادی پر اس سے غیر مناسب تحدیدات عائد ہوتی ہیں۔ لمبی مدّت تک چلنے والے قانونی کیسوں اور ممکنہ طور پر مجرمانہ سزا کے خطرہ کی وجہ سے فنکاروں، مصنّفوں، ناشروں اور دوسرے لوگوں کو یہ حوصلہ افزائی ملتی ہے کہ وہ اپنے آپ پر خودساختہ پابندیاں عائد کریں۔ اسکے علاوہ، شکایت درج کرنے کا نظام اور مبہم الفاظ میں بیان کئے گئے قوانین کی حدیں طے کرنے کے لئے مذہبی ماہرین اور دوسرے ماہرین کے ساتھ صلاح و مشورہ کرنے کے پراسکیوٹر کے طریقۂ کار سے پورے معاشرہ پر چند لوگوں کے ذاتی نظریات مؤثّر طور پر لاگو ہوتے ہیں۔ درین اثنا، ایسا نہیں لگتا ہے کہ آرٹیکل 196 کے استعمال سے انسانی حقوق کی کوئی بہت زیادہ خلاف ورزیاں واقع ہوئی ہیں، جسکا مطلب صاف طور پر یہ نکلتا ہے کہ پولینڈ کے مذہبی توہین کے قانون اس مطالعہ میں جائزہ لئے جانے والے دوسرے ممالک کے مقابلہ میں بہت ہی محدود ہیں۔

---

[1] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Poland," in *International Religious Freedom Report 2009* (Washington, DC: U.S. Department of State, October 2009), http://www.state.gov/g/drl/rls/irf/2009/127330.htm.

[2] U.S. Department of State, "Background Note: Poland," June 30, 2010, http://www.state.gov/r/pa/ei/bgn/2875.htm.

[3] U.S. Holocaust Memorial Museum, "Poles: Victims of the Nazi Era," http://www.ushmm.org/education/resource/poles/poles.php?menu=/export/home/www/doc_root/education/foreducators/include/menu.txt&bgcolor=CD9544.

[4] U.S. Department of State, "Background Note: Poland."

[5] Ibid.

[6] Article 114 of the 1921 constitution declared that Catholicism was the chief religion of the state. See Daniel H. Cole, "Poland's 1997 Constitution in its Historical Context," *Saint Louis-Warsaw Transatlantic Law Journal* (1998): 6, available at http://indylaw.indiana.edu/instructors/cole/web%20page/polconst.pdf.

[7] Article 25.1 and Article 25, Constitution of Poland (1997), http://www.sejm.gov.pl/prawo/konst/angielski/kon1.htm.

[8] Ibid., Article 25.5.

[9] Bureau of Democracy, Human Rights, and Labor, "Poland," *International Religious Freedom Report 2009*.

[10] Ibid.

[11] Article 25.2, Constitution of Poland.
[12] European Commission for Democracy Through Law (Venice Commission), *Annexe II: Analysis of the Domestic Law Concerning Blasphemy, Religious Insult and Inciting Religious Hatred in Albania, Austria, Belgium, Denmark, France, Greece, Ireland, the Netherlands, Poland, Romania, Turkey, United Kingdom, on the Basis of Replies to a Questionnaire* (Strasbourg: Council of Europe, 2008), 72, available at http://www.venice.coe.int/docs/2008/CDL-AD%282008%29026add2-bil.asp [hereafter: Venice Commission Survey].
[13] "Norwegian Good," *Warsaw Voice*, March 7, 2004.
[14] "Norwegian Artist Accused of Offending Polish Catholics," Agence France-Presse, February 16, 2004.

[15] Venice Commission Survey.
[16] Ibid.
[17] "Prosecutor's Office Launches Investigation Against *Wprost* Weekly," PAP News Wire, September 6, 1994.
[18] "Prior Not to Take Stand on Dropping Investigation Against Weekly," PAP News Wire, October 16, 1994.
[19] Inessa Kim, "Church and Society in Poland: Passions Running High," *Transitions Magazine*, October 15, 2003.
[20] Matthew Lee, "U.S. State Department Says Films, Plays Were Victims of Human Rights Abuses," Associated Press, March 8, 2007; "Polish Artist Sentenced for Offending Religious Feelings," British Broadcasting Corporation (BBC), July 19, 2003 [translated from article by Polish news agency PAP Gdansk).
[21] "Scandal: Art vs. the Church," *Warsaw Voice*, July 27, 2003.
[22] "Polish Artist Sentenced for Offending Religious Feelings," BBC.
[23] Andrzej Stylinski, "Polish Artists and Intellectuals Protest Artist's Sentence As an Infringement on Artistic Freedom," Associated Press, July 24, 2003.
[24] "Polish Speaker Sends Letter of Support to Sentenced Artist," PAP News Agency, July 30, 2003.
[25] Grzegorz Szaro, "Sąd: Nieznalska Jest Niewinna" [Court: Nieznalska Is Innocent], Gazeta.pl, June 4, 2009, http://trojmiasto.gazeta.pl/trojmiasto/1,89917,6687517,Sad__Nieznalska_jest_niewinna.html.
[26] Jonathan Tisdall, "Norwegian Black Metal Band Shocks Poland," *Aften Posten*, February 4, 2004, http://www.aftenposten.no/english/local/article723414.ece; "Polish Prosecutors Investigate hether Satanic Concert Offended Religious Feelings," Associated Press, February 5, 2004.
[27] Gorgoroth, "News: Director of Satanic Concert Fined," October 16, 2007, http://www.gorgoroth.info/news/archive.html; see also the original article in Polish, "Grzywna za satanistyczny koncert" [Fine for Satanic Concert], Gazeta.pl, June 26, 2007, http://wiadomosci.gazeta.pl/Wiadomosci/1,80273,4254274.html.
[28] Jonathan Turley, "Singer Faces Two Years in Prison for Tearing Up Bible and Insulting Catholic Church," *Jonathan Turley* (blog), March 11, 2010, http://jonathanturley.org/2010/03/11/singer-faces-two-years-in-prison-for-tearing-up-bible-and-insulting-catholic-church/.
[29] Ibid.

[30] "Lider grupy Behemoth vs. Ryszard Nowak. Zawieszono proces cywilny" [Leader of the Group Behemoth vs. Ryszard Nowak. Civil Process Suspended], Gazeta.pl, June 8, 2010, http://wiadomosci.gazeta.pl/Wiadomosci/1,80708,7988484,Lider_grupy_Behemoth_vs__Ryszard_Nowak__Zawieszono.html.
[31] Venice Commission Survey.
[32] Behemoth, "News: Nergal Case Dismissed!" June 28, 2010, http://www.behemoth.pl/site/index.php/eng#calosc.294.NERGAL_CASE_DISMISSED.
[35] Matthew Day, "Pop Star Claims Bible Written by Drunks," *Telegraph* (London), May 5, 2010, http://www.telegraph.co.uk/news/worldnews/europe/poland/7681981/Pop-star-claims-Bible-written-by-drunks.html.
[34] Ibid.
[35] "Doda oskarżona o obrazę uczuć religijnych. Grożą jej dwa lata" [Doda Accused of Insulting Religious Feelings. Two Years Threatened], Gazeta.pl, May 5, 2010, http://wiadomosci.gazeta.pl/Wiadomosci/1,80708,7841042,Doda_oskarzona_o_obraze_uczuc_religijnych__Groza_jej.html; "Pop Princess Doda to Do Time?" *New Poland Express*, May 7, 2010, http://www.newpolandexpress.pl/polish_news_story-2001-pop_princess_doda_to_do_time.php.

پچھلی ایک دہائی کے زیادہ عرصہ سے کچھ مسلم ممالک کی اکثریت نے بین الاقوامی قانون کے اندر "مذاہب کی توہین" کے تصوّر کو منظوری دلانے کے لئے ایک مہم جاری رکھی ہوئی ہے۔ اقوام متّحدہ کی انسانی حقوق کونسل اور اقوام متّحدہ کی جنرل اسمبلی دونوں کے اندر "مذہب کی توہین کا مقابلہ" کے عنوان سے سالانہ قراردادوں کو منظوری دلانے میں فتح حاصل کرنے کے بعد، ان ممالک کا دعوی ہے کہ وہ عدم رواداری اور مذہبی منافرت کی ترغیب میں عالمی سطح پر ہونے والے اضافہ کا جواب دینے کی کوشش کررہے ہیں جو اسلام کے خلاف۔ خاص طور پر بہت زیادہ ہے۔

اس مہم کا حتمی مقصد مذاہب کی توہین کے اوپر ایک بین الاقوامی معاہدہ یا عہد (Covenant) وجود میں لانا ہے، جو توہین مذہب Blasphemy کے اوپر ایک عالمی قانون کے مترادف ہوگا۔ اس طرح کی کسی قانون کے ممکنہ نتائج کیا ہونگے یہ جاننے کے لئے ہمیں صرف ان ممالک کے تجربات پر ایک نظر ڈالنے کی ضرورت ہے جہاں توہین مذہب سے متعلّق قانون پہلے سے ہی کتابوں میں موجود ہیں اور انھیں سرگرمی سے لاگو کیا جارہا ہے۔ یہ رپورٹ الجیریا، مصر، یونان، انڈونیشیا، ملیشیا، پاکستان اور پولینڈ کے اندر مذہبی توہین کے قانون کے مطالعوں پر مشتمل ہے، اور یہ بتاتی ہے کہ اس طرح کے قانون سے اظہار اور مذہب کی آزادی کے لئے شدید خطرات پیدا ہوتے ہیں، اقلیتوں کے حقوق کی خلاف ورزی ہوتی ہے، مناسب قانونی طریقئہ کار (Due process) کی اہمیت گھٹتی ہے، اور بعض معاملات میں اس سے مذہبی تشدّد کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے جبکہ اس کا مقصد اسے روکنا تھا۔

فریڈم ہاؤس نظر رکھنے والی ایک آزاد اور خودمختار تنظیم ہے جو دنیا بھر میں آزادی کی توسیع کی حمایت کرتی ہے۔

FREEDOM HOUSE

$10.00
ISBN 978-0-9829399-0-1
51000>
9 780982 939901